احمدیت کا نفوذ

صوبہ خیبر پختونخواہ (سابقہ صوبہ سرحد) میں

(عمائدین احمدیت کی ایمان افروز داستان)

Mastuj
CHITRAL
Chitral
Kalam
Dasu
KOHISTAN
FATA
KPK
Dir
SWAT
Afghanistan
Saidu Sharif
SHANGLA
Battagram
Naran
BAJAUR AGENCY
MOHMAND AGENCY
Malakand
BUNER
Mansehra
Charsadda
Mardan
Swabi
Haripur
Abbottabad
Landi Kotal
Peshawar
Nowshera
Parachinar
KHYBER AGENCY
ORAKZAI AGENCY
KURRAM AGENCY
Darra Adam Khel
HANGU
Kohat
Thal
Punjab
Miramshah
Karak
NORTH WAZIRISTAN
Bannu
Razmak
Lakki Marwat
Jandola
SOUTH WAZIRISTAN
Tank
Pezu
Dera Ismail Khan
Kulachi
DERA ISMAIL KHAN

مرتبہ:

محمد اجمل شاہد

سابق مربی سلسلہ پشاور

سابق امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ نائیجیریا، مغربی افریقہ

شائع کردہ:

شمس الدین اسلم

سابق نائب امیر اوّل و ناظم علاقہ مجلس انصار اللہ

صوبہ خیبر پختونخواہ (سابقہ صوبہ سرحد)

احمدیت کا نفوذ

احمدیت کا نفوذ

صوبہ خیبر پختونخواہ (سابقہ صوبہ سرحد) میں

(عمائدین احمدیت کی ایمان افروز داستان)

مرتبہ:

محمد اجمل شاہد

سابق مربی سلسلہ پشاور

سابق امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ نائیجیریا- مغربی افریقہ

شائع کردہ:

شمس الدین اسلم

سابق نائب امیر اوّل و ناظم علاقہ مجلس انصار اللہ

صوبہ خیبر پختونخواہ (سابقہ صوبہ سرحد)

نام کتاب : صوبہ خیبر پختونخواہ (سابقہ صوبہ سرحد) میں احمدیت کا نفوذ

مرتبہ : محمد اجمل شاہد سابق مربی سلسلہ پشاور
سابق امیر ومشنری انچارج جماعت احمدیہ نائیجیریا-مغربی افریقہ

ناشر : شمس الدین اسلم
سابق نائب امیر اوّل مقامی- ضلع پشاور وصوبہ سرحد
سابق ناظم مجلس انصاراللہ ضلع وصوبہ

تعداد : 1000

سن اشاعت : مارچ2012ء

Printed in India at
Unitech Publications
00-91-9815617814 , 9872341117 - khursheedkhadim@yahoo.co.in
www.unitechpublications.in
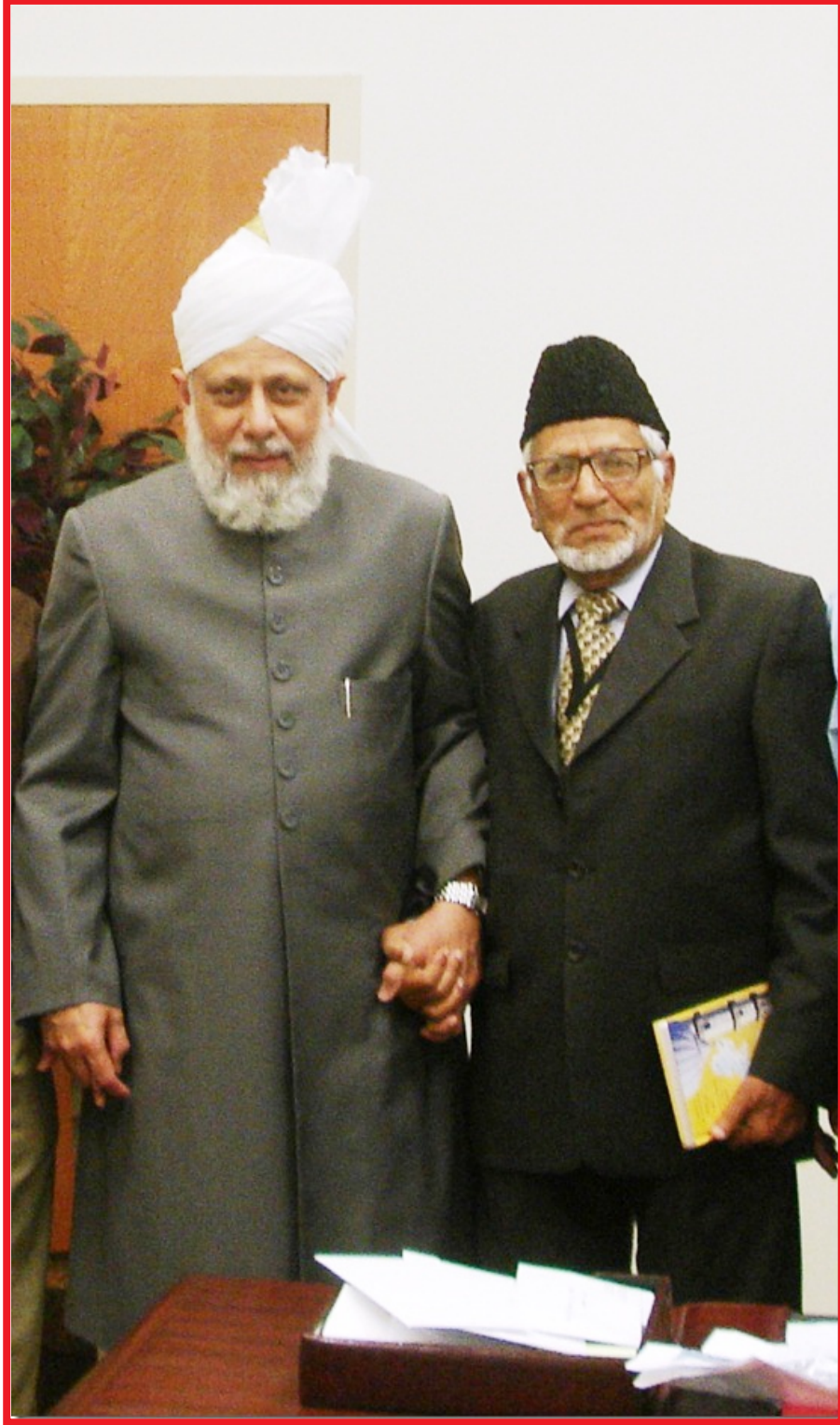
خاکسار شمس الدین اسلم اپنے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ

بر موقع جلسہ سالانہ جماعت ہائے احمدیہ امریکہ 2012ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عاجز حضور اقدس کی خدمت میں صوبہ خیبر پختون خواہ میں احمدیت کے نفوذ کی تاریخ کے متعلق جس کتاب کے متعلق دعا کیلئے تحریر کرتا رہا ہے۔الحمد للہ اب یہ کتاب شائع ہوگئی ہے۔اس کا ایک نسخہ حضور اقدس کی خدمت میں بغرض دعا وملاحظہ پیش ہے۔

اس کتاب کی تالیف کا سبب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا 30 اپریل 1993ء کا وہ خطبہ ہے جو آپ نے صوبہ کے چوتھے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ایک پیغام کی صورت میں دیا اور جماعت کو آباء و اجداد کے ذکر زندہ رکھنے کیلئے تلقین فرمائی۔اس کے بعد اپنے مکتوب گرامی مورخہ 18 اگست 1994ء میں انصار اللہ کو ایسا سوونیر شائع کرنے کے عزم کو سراہا۔(خاکسار 1993ء سے 2004ء تک ناظم انصار اللہ علاقہ وضلع رہا ہے۔اس دوران ہماری مجلس کے اشاعت کے نائب ناظم مکرم سید احمد حسین بخاری صاحب تھے۔آپ ایک اچھے لکھاری اور پشاور میں شعبہ صحافت سے منسلک تھے)لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی۔اس کے بعد خاکسار اپنی اہلیہ صاحبہ کی بیماری اور علاج کی غرض سے امریکہ آ گیا۔لیکن ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد یہ خواہش اور دعا رہی کہ کسی طرح حضورؒ کی اس خواہش کی تکمیل ہوسکے۔پاکستان سے آتے ہوئے اپنے ساتھ جو کچھ مواد تھا اسے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

یہاں میری یہ خوش قسمتی تھی کہ میری ملاقات یہاں ہمارے سابق مربی پشاور مکرم محمد اجمل شاہد صاحب سے ہوگئی۔ہم نے ایک زمانہ میں مل کر کام کیا تھا۔خاکسار نے اس منصوبہ کا ذکر ان سے کیا تو ان انہوں نے بلا تأمل اس کے لئے حامی بھر لی اور گذشتہ 3 سالوں کے عرصہ میں انہوں نے صوبہ میں احمدیت کے آغاز سے لے کر گذشتہ ایک صدی سے زائد عرصہ میں ہونے

والے تمام واقعات کو ایسے رنگ میں مرتب کر دیا کہ اسے بعض قارئین نے صوبہ کی جماعت کا انسائیکلو پیڈیا قرار دیا۔ حضورؒ کے ارشاد کی تعمیل میں صوبہ کے آباء واجداد کے ذکر کے ساتھ صوبہ میں جماعت کی تدریجی ترقی اور جملہ نشیب وفراز کو بھی شامل کر دیا ہے۔ (خاکسار ان کی اس بے لوث خدمت اور تعاون کیلئے حضور سے ان کیلئے دعا کی درخواست کرتا ہے۔)

اس کتاب کو نظارت اشاعت ربوہ میں مکرم سید عبد الحیٔ صاحب مرحوم نے شعبہ تاریخ کو تنقیدی جائزہ کیلئے بھجوایا جنہوں نے مسودہ کا تفصیلی جائزہ لے کر اپنی متعدد قیمتی آراء سے نوازا۔

اب جب یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آ گئی ہے تو یہ سکون ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خواہش کی دیر سے سہی تاہم اسکی تکمیل کی توفیق مل گئی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے جملہ اخراجات خاکسار اور عاجز کے بچوں کی طرف سے ادا کئے گئے ہیں۔ سب کیلئے دعا کی درخواست دعا ہے۔

آخر میں حضور ایدہ اللہ سے دعا کی درخواست ہے۔ خدا تعالیٰ اس کتاب کی اشاعت کو جماعت کیلئے مفید بنائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

شمس الدین اسلم

نوٹ

اس عاجز کو یہ کتاب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں آج مورخہ 25 جون [illegible] کو پیش کرنے کی سعادت ملی۔ اس کتاب پر حضور نے اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ الحمدللہ

شمس الدین اسلم
بمقام مسجد بیت الرحمان
سلور سپرنگ میری لینڈ
امریکہ (USA)

مکتوب مبارک

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم • نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا

امام جماعت احمدیہ

لندن
18.8.94.

مکرم شمس الدین صاحب سلّمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی فیکس ملی جس میں آپ نے مجلس انصار اللہ ضلع پشاور کے اجتماع کے بارہ میں اطلاع دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو بہت ہی کامیاب کرے۔ اور سب شامل ہونے والوں پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل فرمائے۔

آپ نے سووینیر کے لئے تصویر کی درخواست کی ہے۔ اگر کوئی ایسی تصویر ہوئی تو ہم ارسال کر دیں گے۔

جان کر بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ مجلس انصار اللہ کو صوبہ سرحد کے پرانے بزرگوں پر مشتمل ایک خصوصی رسالہ کی اشاعت کی سعادت مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش میں برکت ڈالے۔ اور قبول فرمائے۔

گزشتہ دو خطبوں میں صوبہ سرحد کے بہت سارے پرانے بزرگوں کا ذکر نہیں ہو سکا تھا۔ جنہیں اب اس سووینیر میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اور ان کے حالات بھی دوستوں کے سامنے آگئے ہیں۔

احباب ان سب بزرگوں کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ ان کی اولادوں کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ ان کی اولادوں کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلتے ہوئے دینی اور دنیاوی ترقیات سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الرابع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

❁❁❁

امام آخر الزمان

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت الحاج حافظ حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث
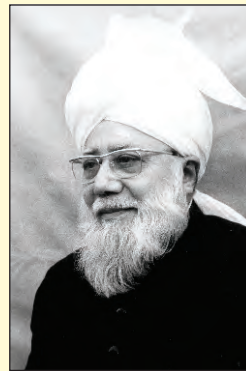
حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع

انتساب

صوبہ خیبر پختونخواہ (سابقہ صوبہ سرحد) میں احمدیت کا نفوذ ایک نہایت ہی ایمان افروز داستان ہے۔ اس اہم کام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے کافی سال قبل توجہ دلائی تھی۔ اس وقت سے میری یہ خواہش رہی کہ خاکسار حضور کی اس خواہش کی تکمیل کر سکے۔ الحمدللہ خدا تعالیٰ نے اس کام کو کسی حد تک پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے لئے خاکسار تہ دل سے خدا تعالیٰ کے حضور جذبات تشکر سے سجدہ ریز ہے۔

جذبات تشکر کے اظہار کے ساتھ خاکسار اس کتاب کا انتساب، اپنی والدہ مرحومہ محترمہ امۃ الرسول بیگم صاحبہ (تاریخ بیعت 1897ء، وفات 6 اکتوبر 1947، مدفون لاہور، یادگاری کتبہ قطعہ 7، خاص رفقاء بہشتی مقبرہ ربوہ، زوجہ مکرم ملک عبدالقادر خان صاحب) (الحمدللہ میرے پیارے والدین کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی توفیق ملی اور اس طرح ان کو حضور کے رفقاء کے زمرہ میں ہونے کا شرف حاصل ہے)، کے نام کرنا چاہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خاکسار کے والد تو میری پیدائش کے ایک سال بعد ہی خدا تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اس لئے میری تعلیم وتربیت کی تمام تر ذمہ داری میری والدہ مرحومہ کے سر پر تھی۔ انہوں نے اس فریضہ کو شب وروز کی محنت سے سرانجام دیا۔ انہوں نے ہی خاکسار کے دل میں اسلام اور احمدیت کی محبت جاگزین کی۔ خاکسار کو آئندہ زندگی میں جو کچھ جماعتی خدمات کی حقیر توفیق ملی وہ سب خاکسار کی والدہ مرحومہ کی دینی تربیت اور شبانہ دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ خاکسار ان کے اس احسان کے لئے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے حضور عرض خواہ ہے۔

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا

خاکسار

شمس الدین اسلم

ناشر کتاب

پیش لفظ

جماعت احمدیہ سرحد (جس کا نام اب تبدیل کر کے خیبر پختونخواہ رکھا گیا ہے) کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اس علاقہ کی جماعتوں کی ترقی اور ان کو فعّال رکھنے کے لئے ان تربیتی کلاسز اور اجتماعات کا بہت بڑا دخل ہے جو جماعتی یا ذیلی تنظیموں کے زیر اہتمام دورانِ سال منعقد کئے جاتے تھے۔ ایسے مواقع پر مرکز سے علماء اور ذیلی تنظیموں کے صدور بھی تشریف لاتے۔ اس طرح جماعت کی تعلیم و تربیت کے علاوہ باہمی اخوت و محبت کی فضا ہموار ہوتی۔

اکثر اوقات ان اجتماعات کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اور دیگر اہم شخصیات سے پیغام کے لئے بھی درخواست کی جاتی۔ یہ روح پرور پیغام بہت مفید ثابت ہوتے اور خاص طور پر جماعت کی خلافت سے دلی وابستگی کا باعث بنتے۔ اس روایت کے مطابق 1993ء میں جماعت کے چوتھے جلسہ کے انعقاد کے موقع پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو درخواست کی گئی تو حضور نے بجائے تحریری پیغام بھجوانے کے اپنے خطبہ فرمودہ 30/اپریل 1993ء میں ایک تفصیلی پیغام جماعت کو دیا جس میں تمام جماعتوں اور خاص طور پر صوبہ خیبر پختونخواہ کی جماعتوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ اگر وہ زندہ جماعت بننا چاہتے ہیں تو قرآنی ہدایت کے مطابق اپنے بزرگ آباء و اجداد کو جنہیں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت نصیب ہوئی، ان کے ذکر کو اپنے اندر ہمیشہ زندہ رکھیں۔ اس سلسلہ میں حضور نے فرمایا:

> ''میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے ایسے بزرگ آباء و اجداد جنہوں نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ کے زمانہ میں آپ کے بعد (خلافت) ''اولیٰ'' یا ''ثانیہ'' میں بیعتیں کی تھیں اور غیر معمولی ترقیات حاصل کیں، غیر معمولی قربانیاں دیں، ان کا ذکر اگلی نسلیں بھول

رہی ہیں اور ان کے ماں باپ بھی اس ذکر کو زندہ نہیں رکھتے۔ نتیجۃً وہ کتابوں کا پھول بنتے جارہے ہیں اور کتابیں بھی ایسی کہ جن کو کم لوگ پڑھتے ہیں پس یہ انداز جو ہے وہ زندہ رہنے کا انداز نہیں ہے۔ قرآن نے ہمیں زندگی کا جو راز سمجھایا ہے اس کی رو سے آپ کو اپنے آباء واجداد کے ذکر کو لازماً زندہ رکھنا ہوگا۔''

(روزنامہ الفضل 27/اکتوبر 1993ء)

حضور نے اپنے خطبہ میں جماعتی تعلیم وتربیت اور ترقی کے لئے اس قرآنی اصول کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا۔ اس ضمن میں حضور نے خاص طور پر صوبہ خیبر پختونخواہ کا ذکر فرمایا کہ اس علاقہ کے صاحب اثر خوانین اور اہم شخصیات نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول فرمایا اور غیر معمولی قربانیاں پیش کیں۔ لیکن بدقسمتی سے ان کی نسلوں میں احمدیت معدوم ہوتی چلی جارہی ہے۔ اس لئے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ان پسماندگان کو ان کے آباء کی قربانیوں سے آگاہ کیا جائے تا کہ یہ روحانی ورثہ زندہ رہے۔ (حضور کے اس اہم خطبہ کا متعلقہ حصہ اس کتاب کے شروع میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے)

حضور کے اس ارشاد کی روشنی میں صوبہ خیبر پختونخواہ میں جماعت احمدیہ کے عمائدین اور بزرگوں کے مختصر حالاتِ زندگی اور احمدیت کے لئے ان کی بے مثال قربانیوں کا ذکر کسی حد تک محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ ان کی نسلیں اپنے آباء واجداد کے ذکر کو ہمیشہ زندہ رکھیں اور جو روحانی اثاثہ انہوں نے چھوڑا ہے اس کی قدر کرسکیں اور ان کے نقوشِ پا پر چلنے کی کوشش کریں۔ مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ یہ کوشش کسی لحاظ سے مکمل نہیں۔ یہ کام بہت وسیع اور طویل ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ جس حد تک ممکن ہو حضور کے ارشاد کی تعمیل کی سعادت ہوسکے۔ عین ممکن ہے کہ آئندہ کوئی اس کام کو بہتر طور پر پایہ تکمیل تک پہنچا سکے یا خدا تعالیٰ اس کے نقش ثانی کو بہتر طور پر پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وباللہ التوفیق۔

آخر میں خاکسار ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے جنہوں نے اس کارِ خیر میں دست تعاون بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے بے پایاں فضلوں سے نوازے۔ ان احباب میں خاکسار خاص طور پر برادرم مکرم ومحترم مولانا محمد اجمل شاہد صاحب کا ممنون ہے کہ جن کی شب وروز کی محنت اور توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ حقیقت یہ ہے کہ خاکسار کے دل میں حضور کی ہدایت کی روشنی میں اس کام کو کرنے کی شدید خواہش تھی لیکن عملی طور پر اِسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا میرے بس میں نہ تھا۔ ہاں خدا تعالیٰ نے میری دلی کیفیت اور دعاؤں کے نتیجہ میں اس کا ذریعہ مکرم مولانا صاحب کو بنایا جنہوں نے نہ صرف اسے مرتب کیا بلکہ مفید اضافہ جات کے ذریعہ اس کی تدوین اور اشاعت کو ممکن بنایا۔ بلاشبہ یہ خطیر کام ان کی دلچسپی اور تعاون کے بغیر ممکن نہ تھا۔ مولانا خود بھی اس علاقہ میں مربی سلسلہ رہے ہیں اور بہت سے حالات اور واقعات کے عینی شاہد ہیں۔ ان کی اس خدمت کے لئے خاکسار یہی عرض کرسکتا ہے جزاہ اللہ خیرًا۔

خاکسار

شمس الدین اسلم

کتاب ہذا کے متعلق بعض تاثرات

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خط 18 نومبر 2011 میں مکرم شمس الدین اسلم ناشر کتاب کے خط کے جواب میں اس کتاب کی اشاعت کے متعلق دعائیہ کلمات سے نوازا:

''اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور اس نیک کوشش کو قبول فرمائے اور نیک مقصد پورے ہوں۔ آمین۔''

(۲) مکرم بشیر احمد رفیق صاحب سابق امام مسجد فضل لندن نے مصنف محمد اجمل شاہد صاحب کو بذریعہ ای میل اس کتاب کے مسودہ کے پڑھنے کے بعد تحریر فرمایا:

''ماشا اللہ یہ کتاب صوبہ خیبر پختونخواہ میں احمدیت کی تاریخ کے متعلق ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ درحقیقت آپ نے اور مکرم شمس الدین اسلم صاحب نے صوبہ میں احمدیت کی تاریخ کو یکجائی طور پر محفوظ کر کے ایک بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ دونوں کو اپنی بے پایاں برکات سے نوازے''۔

(۳) اسی طرح آپ نے ناشر کتاب کو بھی مفید اضافہ جات ارسال فرمائے اور تحریر فرمایا:

''آپ نے اور برادرم مکرم محمد اجمل شاہد نے جس محنت اور خلوص کے ساتھ صوبہ سرحد کے احمدی باشندوں کے ذکر کو اپنی مرتبہ انسائیکلو پیڈیا میں محفوظ کیا ہے اس کے لئے صوبہ کی آنے والی نسلیں آپ دونوں کیلئے دعائیں کریں گی۔ انشااللہ۔
ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند''

(۴) مکرم میاں نثار احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ حیات آباد پشاور نے اس کتاب کے مسودہ کے پڑھنے کے بعد مکرم شمس الدین اسلم صاحب کو بذریعہ ای میل تحریر فرمایا:

''آپ نے حیران کن کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ کتاب واقعی احمدیہ لٹریچر میں ایک مفید اضافہ ہے، خاص طور پر صوبہ خیبر پختونخواہ سے تعلق رکھنے والے احباب

کیلئے۔ خدا تعالیٰ آپکو اور مکرم محمد اجمل شاہد صاحب کو اس عظیم کارنامہ کے طفیل اپنے بے پایاں افضال و برکات سے نوازے''۔

(۵) مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب امیر ضلع پشاور نے مصنف اور ناشر کو اپنی ۷ فروری ۲۰۱۲ء کی ای میل میں تحریر فرمایا:

''خاکسار نے کتاب مطالعہ کیا ہے اور آپ دونوں کو اس کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔ میرے نزدیک جماعت کو ایسی کتاب کی ضرورت تھی....... مجھے بہت خوشی ہے آپ نے اس مشکل اور نازک کام کو کامیابی سے مکمل کر لیا ہے البتہ میرا ایک تاثر یہ ہے کہ بعض افراد کا ذکر مختلف مقامات پر کیا گیا ہے اگر ان کا ذکر انکی متعلقہ جماعتوں کے تحت کر دیا جاتا تو ان کا نام تلاش کرنے میں آسانی رہتی۔ میری دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اپنی بے پایاں رحمت اور برکت سے بہتری جزاء عطا فرمائے۔''

(۶) مکرم سید لطف المنان صاحب آف نیو جرسی نے کتاب کے مطالعہ کے بعد مفید مشورہ جات سے نوازا اور ۶ فروری ۲۰۱۲ء کو بذریعہ ای میل میں تحریر فرمایا:

''صوبہ خیبر پختونخواہ کی احمدیت کی تاریخ، اس کے آغاز سے لیکر تا حال جو تین چار نسلوں پر محیط ہے، ایک جگہ مرتب کرنا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ ماشاءاللہ طرز بیان نہایت مربوط اور دلکش ہے۔ خاکسار اس پر مصنف اور ناشر صاحبان کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہے۔ درحقیقت یہ ان کی طرف سے صدقہ جاریہ ہے کیونکہ تمام قارئین اور خاص طور پر آئندہ نسلیں ان کیلئے ہمیشہ دعائے خیر کرتی رہیں گی۔ آمین۔''

(۷) مکرم اخوندزادہ ارشاد احمد خان صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ پشاور مقامی و ضلع و صوبہ نے کتاب کے مطالعہ کے بعد تحریر فرمایا:

''مکرم شمس الدین صاحب اپنی ایئر فورس سروس کے دوران پشاور آئے تھے خاکسار نے

انہیں 1960 سے لیکر 2010 تک 50 سال کا عرصہ پشاور میں دیکھا۔ یہ نصف صدی ان کو دیکھنے اور سمجھنے کیلئے یقینا ایک معقول عرصہ ہے۔ اس دوران ریٹائر ہوئے تو بعد کی زندگی انہوں نے وقف میں گذاری۔ ان کی ذات بشاشت، ملنساری اور عاجزی کا ایک پیارا مرقع تھی۔ ان کو خاکسار نے ایک ہی ماٹو پہ عمل پیرا دیکھا اور وہ یہ کہ سلسلہ کی ان تھک خدمت اور بس خدمت۔

1988 تا 2008ء بیس سال کا عرصہ خاکسار نے امارت جماعت کا کام سرانجام دیا۔ ایس ڈی اسلم صاحب کی معیت پائی اور انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کے تجربے سے بھی خوب استفادہ کیا۔ کڑی آزمائش کے وقت بھی ان کے ماتھے پہ شکن نہ ہوتی اور ان کا عاجزانہ جواب حاضر ہوتا کہ ''عاجز اور ناسمجھ بندہ ہوں۔ خدا تعالیٰ کے سامنے جھکوں گا تو آسانی فرما دے گا'' اور خاکسار انتہائی رشک سے اس مرد قلندر کو دیکھتا، مایوسی کا شکار حوصلہ واپس مل جاتا اور خاکسار بھی راتوں کے تیر چلانے پے کمربستہ ہو جاتا۔ ان کی موجودہ کتابی کاوش ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کی بہترین مثال ہے۔ خیبر پختونخواہ میں گذاری ہوئی اپنی پوری جوانی، حالات و واقعات کی یکجائی اور ان کو کتابی شکل میں پیش کرنا کسی ''دیدہ'' سے کم نہیں تھا۔

جماعتی اجلاسات وغیرہ میں وقفہ کے دوران ملتے تو فرماتے کہ امیر صاحب میری بڑی خواہش ہے کہ اس پورے صوبے کے واقعات ضبط تحریر میں لاؤں، گذارش ہے کہ آپ بھی میری مدد فرمائیں۔ خاکسار 'من آنم کہ من دانم' کی تصویر بنا ان کو دیکھتا جلدی سے چائے کی پیالی کی طرف ان کو لے جاتا اور یوں وقتی طور پر اپنا بھرم رکھ لیتا۔ خاکسار کو لگتا کہ یہ کام شائد ہی تکمیل تک پہنچے۔ مگر مکرم شمس الدین اسلم صاحب کے حوصلہ ناتمام کو سلام کہ انہوں نے آخر اس خواب کو سچ کر دکھایا۔ فجز اھم اللہ احسن الجزا۔ امریکہ جا کر ان کا عزم اور حوصلہ تو اور بھی جوان ہو گئے۔ جو بظاہر ناشدنی تھی اسے آخر شدنی کر دکھایا۔ ان کے حوصلہ اور عزم نے اس سوچ کو عملی شکل دی جو کہ ایک خواب کی صورت تھا۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں احمدیت کی تاریخ اور واقعات کو ایک اچھوتے رنگ میں رقم کیا اور کروایا اور یوں وہ ایک ایسا مرقع تشکیل دینے میں کامیاب ہوئے جو آئندہ ایک لمبے

عرصے تک آئندہ نسلوں کیلئے روشنی کے مینار کا کام دیتا رہے گا۔ انشااللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے ساتھ کام کرنے والے دوستوں کو اپنی درگاہ سے بہترین جزائے خیر سے نوازے (آمین) مکرم اسلم صاحب نے مکرم محمد اجمل صاحب شاہد، مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ذکر فرمایا کہ وہ اس مجموعے کو کتابی شکل دینے کیلئے بھرپور مدد دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر، صحت، جذبہ اور علم میں بہترین برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ ان کی مدد اور رہنمائی یقینا ہمارے لٹریچر میں ایک بیش قیمت اضافہ ہے۔ (مکرم محمد اجمل صاحب شاہد 1960 کے عشرہ میں پشاور میں مربی سلسلہ رہے)

دوستوں نے بجا طور اسے ایک انسائیکلو پیڈیا سے تشبیہ دی ہے۔ اس کا مطالعہ کر کے پختونخواہ کا ہر احمدی دوست بہت سی پوشیدہ حقیقتوں کو آشکار دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کتاب کو پڑھنے اور اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام انجینئر ارشاد احمد

❁

ماخذ کتاب ہٰذا و اظہار تشکر

اس کتاب کی تیاری میں زیادہ تر مندرجہ ذیل کتب و اخبارات سے استفادہ کیا گیا:

1. روزنامہ الفضل و جرائد سلسلہ
2. تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم
3. تاریخ احمدیہ صوبہ سرحد از قاضی محمد یوسف صاحب
4. روزنامچہ از افضال ربانی صاحب
5. شہدائے احمدیت از طاہر فاؤنڈیشن
6. حیات الیاس از عبدالسلام خان صاحب

خاکسار مکرم سید عبدالحئی شاہ صاحب مرحوم و انکے نائب مکرم محمود طاہر صاحب اور شعبہ تاریخ احمدیہ کیلئے از حد ممنون ہے کہ انہوں نے کتاب کیلئے مفید مشورہ و اجازت سے نوازا۔ فجزاھم اللہ خیراً۔ (محمد اجمل شاہد)

❁❁

آباء واجداد کا ذکر زندہ رکھنے کی اہمیت اور برکات

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے صوبہ خیبر پختونخواہ کے چوتھے سالانہ جلسہ کے موقع پر جماعت کی درخواست پر اپنا پیغام خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰/اپریل ۱۹۹۳ء کے ذریعے دیا جو MTA کے ذریعہ ساری دنیا میں نشر ہوا۔

حضور نے اپنے خطبہ میں قرآن مجید کی روشنی میں اپنے آباء واجداد کے ذکر کو زندہ رکھنے کی اہمیت اور اسکے عظیم روحانی فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''قرآن مجید نے جو بہت سے ذرائع (نئی نسلوں کی حفاظت کے لئے۔ناقل) بیان فرمائے ہیں ان میں ایک ذریعہ ذکر ہے۔وہ لوگ جو اپنے آباء واجداد کا ذکر زندہ رکھتے ہیں ان کے آباء واجداد کی عظیم خوبیاں نسلاً بعد نسلٍ قوموں میں زندہ رہتی ہیں۔وہ لوگ جو اللہ کا ذکر زندہ رکھتے ہیں صفاتِ الٰہیہ ان قوموں میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی رہتی ہیں اور تربیت کی جان صفات الٰہیہ ہیں پس اس پہلو سے اگر ہم اپنی آئندہ نسلوں کی ویسی ہی تربیت کرنا چاہتے ہیں جیسی پہلی نسلوں کی ہم نے دیکھی اور پہلی نسلوں نے ہماری کرنے کی کوشش کی۔تو ایک مرکزی نصیحت کا نکتہ جو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے اس کو پلے باندھ لیں اور اس پر دل وجان سے عمل کرنے کی کوشش کریں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا[1]

......قرآن مجید نے ہمیں زندگی کا جو راز سمجھایا ہے اس کی رو سے آپ کو اپنے آباء واجداد کے ذکر کو لازماً زندہ رکھنا ہوگا۔گزشتہ چند سالوں میں مَیں نے

---

[1] البقرة:۲۰۱

جماعتوں کو بار بار نصیحت کی کہ وہ سارے خاندان جن کے آباء واجداد میں رفقاء یا بزرگ تابعین تھے ان کو چاہئے کہ اپنے خاندان کا ذکر خیر اپنی آئندہ نسلوں میں جاری کریں۔مگر افسوس ہے کہ ابھی تک اس طرف کماحقہٗ توجہ نہیں دی گئی۔''

اس ضمن میں حضور نے صوبہ خیبر پختونخواہ میں جماعت کے اوّلین رفقاء اور بزرگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

صوبہ سرحد کے احمدی بزرگان کا ذکر

''مثال کے طور پر میں نے صوبہ سرحد کے بعض بزرگوں کے نام پیش نظر رکھے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک دفعہ صوبہ سرحد کے بزرگوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور یہ بیان کیا کہ حضور یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے علم کے مطابق کوئی اور ایسا صوبہ کوئی اور ایسا ملک نہیں جس میں صوبہ سرحد کی طرح بڑے لوگوں نے احمدیت کی طرف توجہ کی ہو اور جس کثرت سے صوبہ سرحد میں بڑے بڑے لوگوں نے احمدیت کی طرف توجہ کی ہے اور خدمت دین میں اعلیٰ نمونے قائم کئے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی۔اس مضمون کو پکڑتے ہوئے میں آج بعض مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا کہ خصوصیت سے صوبہ سرحد جہاں یہ اجتماع ہو رہا ہے ان کو اپنے آباء واجداد کا ذکر سُن کر خوشی ہو اور طبیعت میں ولولہ پیدا ہو اور وہ اپنی آئندہ نسلوں کو بتائیں کہ ہم کون تھے اور ہمارا زندگی کا پانی کن پاک چشموں سے پھوٹا تھا جو رفتہ رفتہ اب دریا بنتا چلا جا رہا ہے۔بعض چھوٹے چھوٹے خاندان پھیلتے پھیلتے اب اس طرح پھیل چکے ہیں کہ سب دنیا میں پھیل چکے ہیں اور مستحکم ہو چکے ہیں تو اس رنگ میں اس ذکر خیر سے میں امید رکھتا ہوں کہ ان کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہو گی اور آج میں نے جو یہ گاؤن پہنا ہوا ہے یہ بھی خصوصیت سے اس وجہ سے پہنا ہے کہ یہ

صوبہ سرحد کا گاؤن ہے۔ میں نے سوچا کہ ان کو سرحد کی تاریخ یاد کراتے وقت گاؤن بھی وہ پہنوں جوان کو دکھائی دے کہ ہمارے ملک کا ہے اور زیادہ اپنائیت محسوس ہو۔

اب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ اقتباس آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''اس صوبہ میں (یعنی صوبہ سرحد میں) بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ احمدی ہوئے ہیں۔ وہ پنجاب کے احمدیوں میں اس قسم کا اثر ورسوخ رکھنے والے ہزار میں سے ایک بھی نہیں (یہ دیکھیں، کتنا فرق نمایاں کر کے آپ نے دیکھا اور دکھایا) لیکن صوبہ سرحد میں ہر سو احمدیوں میں سے ایک دو ایسے ہیں جو چوٹی کے خاندانوں میں سے ہیں۔ پنجاب میں کوئی ایک دو ہو گئے جیسے نواب محمد علی خان صاحب رئیس یا ملک عمر علی صاحب مگر صوبہ سرحد میں خاندانی وجاہت اور اثر ورسوخ رکھنے والے کئی ہیں۔ مثلاً صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب کے بھائی بہت بڑے خاندان میں سے ہیں۔ مراد حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب (یہ اور دوست ہیں، حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید مراد نہیں ہیں۔ناقل) سے ہے جو صاحبزادہ عبدالحمید، صاحبزادہ عبدالسلام، صاحبزادہ عبدالرشید صاحب کے اور ان کے بہنوں بھائیوں کے والد تھے اور صوبہ سرحد کا بہت ہی معزز خاندان تھا اور ان کے نیک اثرات بڑی مدت تک سارے علاقے پر قائم رہے اور اس خاندان کی عزتیں رہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ پھر کیوں اور کیا ادبار آیا کہ بظاہر بچے مخلص بھی ہیں لیکن پھر بھی وہ اثر ورسوخ باقی نہیں رہا۔ کوئی اندرونی کمزوری ایسی ہوئی ہوگی جس کے نتیجہ میں یہ رسوخ مٹ گئے ورنہ اللہ تعالیٰ نیک اثرات کو مٹنے نہیں دیا کرتا جب تک انسان کے اندر کوئی خامیاں نہ پیدا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوا لیکن ان کو کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے بزرگ نیک آباء کی اعلیٰ رسموں کو مضبوطی سے دوبارہ

اختیار کریں اور زندہ کریں اور پھر دیکھیں کہ دنیاوی اثر خود بخود غلاموں کی طرح پیچھے چلا آئے گا۔ دنیاوی اثر کی خاطر نہیں کرنا بلکہ (قرآن کریم کے) بیان کے مطابق ان آباء کے ذکر کو زندہ کرنا ہے جن کا ذکر (قرآن کریم) زندہ فرماتا ہے۔ وہ ذکر کرنا ہے جو ذکر الٰہی کی طرف لے جاتا ہے اور پھر "اَشَدَّ ذِکْرًا" بن کر خدا کی یاد میں منتقل ہو جاتا ہے۔ دنیا کے اثرات اور دنیا کے رسوخ تو پھر غلاموں اور لونڈیوں کی طرح پیچھے چلتے ہیں۔ انہوں نے تو آنا ہی ہے۔"

پھر فرماتے ہیں:

"......اسی طرح دلاور خان صاحب ہیں، محمد اکرم صاحب ہیں، محمد اکبر صاحب ہیں، احیاء الدین صاحب ہیں۔ (یہاں جنرل احیاء الدین مراد ہیں) محمد علی خان صاحب ہیں۔ ملک عادل شاہ صاحب ہیں۔ امیر اللہ خان صاحب ہیں۔ عبد الحمید صاحب زیدہ والے ہیں۔ گویا چند سو احمدیوں میں سے ایک درجن کے قریب ایسے احمدی ہیں جو بھاری اثر و رسوخ رکھنے والے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نسبت کے لحاظ سے باقی ہندوستان میں بااثر خاندانوں میں سے کم احمدی ہوئے ہیں۔" (الفضل قادیان 9 دسمبر 1944)

احمدیت کی صوبہ سرحد میں تاریخ جماعت احمدیہ کے آغاز کی تاریخ کے ساتھ اکٹھی شروع ہوتی ہے۔ پہلے رفیق جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر ۱۸۸۹ء میں بیعت کی اور لدھیانہ کی بیعت میں شامل ہوئے ان کا نام حضرت مولوی ابوالخیر عبداللہ صاحب تنگے براہ تھا۔ یہ تنگے براہ جگہ کا نام ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کی نہ صرف بیعت لی بلکہ ان کو آگے بیعت لینے کی اجازت دی اور اپنا نمائندہ مقرر فرمایا کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ میری نمائندگی میں میری بیعت لوگوں سے لیا کرو۔ ان کی آگے کوئی اولاد نہیں تھی اور اس میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان تھا کہ ان کو خدا تعالیٰ نے روحانی اولاد کثرت سے عطا فرما دی اور جسمانی اولاد کی کمی اس طرح پوری ہوگئی کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی روحانی اولاد کے درمیان ایک واسطہ بن گئے۔

دیگر (رفقاء حضرت مسیح موعود) میں خان بہادر قاضی عبدالقادر خان صاحب پشاور شہر کا ذکر بھی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے ۲۵ راگست ۱۸۸۹ء میں بیعت کی۔ بیعت لدھیانہ میں تو شامل نہیں ہوئے لیکن اسی سال بیعت کر لی۔ قاضی محمد حسن صاحب ''خان العلماء'' جو پشاور شہر کے رئیس تھے اور وزیر افغانستان رہے ہیں ان کے یہ پوتے تھے خان بہادر قاضی عبدالقادر خان صاحب۔ ان کی اولاد کے متعلق ہمیں علم نہیں کہ کہاں گئی۔ کیا ہوا؟ یہ سرحد کی جماعتوں کا کام ہے کہ ان کو تلاش کریں۔ پھر حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری ہیں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب (اللہ ان سے راضی ہو) کے خسر تھے۔ حضرت قاضی عبدالرحمن صاحب محلّہ باقر شاہ پشاور۔ حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کی بیعت ۱۷ رمئی ۱۸۹۰ء کی ہے اور حضرت قاضی عبدالرحمٰن صاحب (اللہ ان سے راضی ہو) کی بیعت ۲۸ ردسمبر ۱۸۹۰ء کی ہے۔ پھر حضرت سید احمد شاہ صاحب ولد میر بادشاہ صاحب پشاور ہیں انہوں نے ۲۰ رفروری ۱۸۹۲ء کو بیعت کی۔ پھر حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب ہیں۔ آپ نے دسمبر ۱۹۰۰ء میں بیعت کی۔ پھر حضرت مولوی حبیب اللہ صاحب بانڈھی دھونڈاں ایبٹ آباد بیعت اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ پھر حضرت مولوی محمد یحیٰ صاحب دیپ گراں ہزارہ بیعت ۱۹۰۶ء۔ یہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب جو لاہوری جماعت کے موجودہ امیر ہیں، ان کے والد تھے۔ پھر قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی۔ ڈاکٹر قاضی مسعود صاحب جو آج کل شکاگو میں ہیں ان کے والد ہیں اور ان کی نسل بھی اللہ کے فضل سے احمدیت پر مضبوطی سے قائم ہے اور اکثر نیکیوں میں آگے آگے ہے۔ پھر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب ہیں۔ انہوں نے مئی ۱۹۰۲ء میں بیعت کی تھی۔ پھر مکرم امیر اللہ خان صاحب آف اسماعیلہ ہیں۔ ان کی اولاد میں ایک کے سوا باقی سب خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہیں۔ ہمارے بشیر رفیق صاحب جو امام صاحب کہلاتے ہیں ان کی بیگم کے دادا تھے۔ دیگر بزرگان جن کی اولاد مخلص احمدی ہے یا اکثریت اللہ کے فضل سے اچھی مخلص احمدی ہے ان میں قاضی محمد شفیق صاحب ہیں۔ حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب ہیں جو ڈاکٹر حامد اللہ خان

صاحب کے دادا اور بشیر رفیق صاحب کے نانا تھے۔خان بہادر دلاور خان صاحب کا ذکر ہو چکا ہے۔صاحبزادہ ہاشم جان صاحب مجددی ان کی ایک ہی بیٹی ہے وہ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور مخلص احمدی ہیں۔مرزا غلام رسول صاحب ہمارے مرزا مقصود احمد صاحب وغیرہ کے والد تھے۔یہ مشہور خاندان ہے۔کرنل صاحبزادہ احمد خان صاحب ساکن مٹھا ضلع مردان۔صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب آف بازید خیل۔منشی محمد دانشمند خان صاحب جو بشیر رفیق خان صاحب کے والد تھے (فوت ہو چکے ہیں) مکرم محمد اکرم خان صاحب درانی۔ان کے بیٹے محمد ہاشم خان صاحب کے بیٹے کی شادی چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی بیٹی سے ہوئی تھی۔فقیر محمد خان صاحب ایگزیکٹو انجینئر خان بہادر محمد علی خان صاحب بنگش آف کوہاٹ۔مکرم محمد خواص خان صاحب آف رشکئی جو ڈاکٹر سعید خان صاحب کے والد تھے۔عبدالقیوم خان صاحب آف شیخ محمدی۔قاضی محمد عمر جان صاحب آف ہوتی۔آدم خان صاحب جو سابق امیر ضلع مردان تھے۔ اب بھی خدا کے فضل سے زندہ اور بہت ہی مخلص فدائی دین کا علم رکھنے والے بزرگ ہیں۔صوفی غلام محمد صاحب آف ڈیرہ اسماعیل خان۔ان کی اولاد یہاں انگلستان میں موجود ہے۔صاحبزادہ عبداللطیف صاحب آف ٹوپی جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں جن کی اولاد کا تعلق (خلافت) احمدیہ سے کٹ کر لاہوری جماعت سے ہو گیا یا سرکتے سرکتے وہ جماعت احمدیہ کے دائرہ سے باہر نکل گئے۔ان بزرگوں کی ایک لمبی فہرست ہے اور اس وقت، وقت نہیں کہ وہ ساری فہرست پیش کر سکوں۔بہت سے ایسے بھی ہیں جن کا ہماری تاریخ میں ذکر نہیں ملتا لیکن صوبہ سرحد کے سفر کے دوران جب بعض بڑے بڑے لوگوں سے میری ملاقاتیں ہوئیں تو انہوں نے یہ خود تسلیم کیا اور بتایا کہ ان کے والد مخلص احمدی تھے لیکن حضرت (مسیح موعود) سے تعلق سیاسی وجوہ سے مخفی رکھتے تھے اور جہاں تک ان کے عقائد کا تعلق ہے وہ نہ صرف احمدی بلکہ حضرت (مسیح موعود) سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔

پرائیوٹ مجالس میں ذکر کی ضرورت

بعض ایسے بزرگ ہیں جو زندہ ہیں اور بڑے بڑے سیاسی مناصب پر پہنچے ہوئے بھی ہیں ان کا نام لینا مناسب نہیں کیونکہ ان کے والد اپنی نیکی کے باوجود شرماتے تھے تو وہ تو پھر اور بھی زیادہ خفت محسوس کریں گے اور گھبرائیں گے کہ ہمیں کیوں احمدیت کی طرف منسوب کر دیا گیا مگر پرائیویٹ مجالس میں وہ ذکر کرتے ہیں تو ایسے لوگوں سے پرائیویٹ مجالس میں ذکر کرنا چاہئے۔ وہی رستہ ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ آباء کے ذکر سے خدا کے ذکر کی طرف ان کو منتقل کر دیں۔ آباء کا ذکر کرتے ہوئے ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھیں اور ذکر اللہ میں جا کر اپنی آخری منزل تک پہنچیں اور وہاں اپنے سفر کا اختتام کریں۔ یہ وہ طریق ہے جس سے ہم بہت سی کھوئی ہوئی اعلیٰ اقدار کو واپس لے سکتے ہیں۔ دوبارہ اختیار کر سکتے ہیں اور قوموں کی زندگی کا راز اس میں ہے اور قرآن کریم نے بہت ہی گہرا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا ہے جس کا قوموں کے عروج اور زوال سے بڑا گہرا تعلق ہے۔''

(روزنامہ الفضل 27 اکتوبر 1993ء)

صوبہ میں احمدیت کا آغاز

صوبہ خیبر پختونخواہ اور اس سے ملحقہ ملک افغانستان میں احمدیت کے نفوذ کی داستان انتہائی طور پر دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔آج سے تقریباً سوا صد سال قبل اٹھارھویں صدی کے اواخر میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہونے والا تھا۔عین اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے بعض بزرگوں کو حضور کے ظاہر ہونے کی خود اطلاع دی اور اس طرح سعید الفطرت لوگوں کو آپ کو قبول کرنے کے لئے پہلے سے تیار کر دیا۔ورنہ اس زمانہ میں یہ علاقے قادیان سے بہت دور تھے اور رسل و رسائل کے ذرائع بھی بہت محدود تھے۔ویسے بھی ان علاقوں کے لوگ روائتی مذہبی روایات میں اس قدر جکڑے ہوئے تھے کہ ان کے لئے کسی ایسے مامور کو خاص طور پر جس کا تعلق پنجاب سے ہو ماننا آسان نہ تھا مگر خود اس علاقہ کے ایک بزرگ کو خدا تعالیٰ نے حضور کے ظہور سے متعلق اطلاع دی اور جونہی آپ نے دعویٰ فرمایا تو ان کے مرید قادیان میں حضور کی بیعت کے لئے حاضر ہو گئے۔بلاشبہ اس علاقہ میں احمدیت کے نفوذ کے لئے خدا تعالیٰ نے خود غیب سے سامان پیدا فرما دیئے تھے۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ صوبہ پختونخواہ کے علاقہ ضلع صوابی میں ایک گاؤں کوٹھہ نامی تھا۔یہاں پر ایک بزرگ شخص سید امیر رحمہ اللہ علیہ رہتے تھے۔یہ ایک عالم اور خدا رسیدہ انسان تھے۔ان کی نیکی اور تقویٰ کا شہرہ سب علاقہ میں تھا اور بہت سے لوگ ان کے معتقد تھے اور ان کو ولی اللہ گردانتے تھے۔خدا تعالیٰ نے اس بزرگ کو کشفاً آنے والے امام کی خبر دی اور انہوں نے اس خبر سے اپنے مریدوں کو آگاہ کر دیا۔چنانچہ ان کے ایک مرید مکرم مرزا محمد اسماعیل قندھاری نے اس کو یوں بیان فرمایا:

''ایک دن سید امیرؒ بغرض نماز تہجد وضو فرما رہے تھے۔آپ پر کشفی کیفیت طاری

ہوئی اور افسوس سے کہا کہ ہمارا وقت گزر گیا۔ اس شخص نے جو آپ کو پانی دے رہا تھا کہا کہ آپ کی عمر تو ابھی اس قدر نہیں۔ آپ کے ساتھی عمدہ صحت رکھتے ہیں۔ آپ کا وقت کس طرح گزر سکتا ہے۔ حضرت سید امیرؒ نے کہا کہ تم نے میرا مطلب نہیں سمجھا۔ جس شخص نے دنیا کی اصلاح کے واسطے پیدا ہونا تھا وہ پیدا ہو گیا ہے یعنی امام مہدی آخر الزمان اور اب ہمارا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اس شخص نے پوچھا کہ امام مہدی کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا مگر صرف اس قدر کہ اس کی زبان پنجابی ہے اور میرے بعض لوگ اس کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔''[1]

حضرت پیر صاحب کوٹھہ شریف کا امام مہدی کے ظہور کے متعلق بیان ان کے مریدوں میں مشہور تھا اور جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر مشہور ہوئی تو مرزا محمد اسماعیل صاحب نے یہ شہادت ۱۹۰۱ء کے قریب حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کو لکھوا دی۔ ان کے علاوہ حافظ نور محمد صاحب اور بعض دیگر معززین نے حضور کی خدمت میں اس کے متعلق لکھا اور یہ سب بیانات حضور نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں درج فرما دیئے۔ مکرم پیر صاحب کی وفات ۱۲۹۴ھ میں ہوئی اور انہوں نے اپنے کشف کی بناء پر اپنی وفات سے ایک دو سال قبل امام مہدی کے ظہور کی خبر اپنے مریدوں کو دے دی تھی۔ اسی بناء پر ان کے کچھ مرید حضور پر بلا تامل ایمان لے آئے اور ان کو آپ کی صداقت پرکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی۔ یہ گویا اس علاقہ میں احمدیت کے نفوذ کا الٰہی انتظام تھا جو آپ کی بعثت کے ساتھ ہی سعید روحوں کو قبول کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے فرما دیا۔ ورنہ اس علاقہ کے لوگوں کا پنجاب سے ظاہر ہونے والے مامور کو ماننا ہرگز آسان نہ تھا۔

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب قندھاری اپنی مادری زبان پشتو کے علاوہ عربی، فارسی اور اردو بخوبی جانتے تھے۔ ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں ان کے ذریعہ سے

---

[1] تاریخ احمدیہ سرحد۔ مصنفہ قاضی محمد یوسف۔ صفحہ 12-11

احمدیت کا پیغام دوسروں تک پہنچا جن میں سے حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب قابل ذکر ہیں۔ پھر ان بزرگان کے ذریعہ سے اس علاقہ میں جماعت کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ مکرم مرزا صاحب کو خود خدا تعالیٰ نے اس سے قبل ایک کشف کے ذریعہ حضور کے ظہور کی خبر دی تھی جس کا ذکر انہوں نے اپنے شاگرد مکرم قاضی محمد یوسف صاحب سے یوں فرمایا:

''ایک دن براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد قریباً ۱۸۸۷ء میں صبح نمازِ تہجد پڑھ کر اپنے مکان واقع محلہ گلبادشاہ میں اپنے مخصوص کمرہ میں مراقبہ بیٹھا تھا کہ میں نے دیکھا میرے کمرے کی چھت بجانب مشرق دیوار سے اوپر اُٹھ گئی اور تیز روشنی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد جب روشنی قدرے مدھم ہوئی تو میں نے ایک بزرگ کو سروقد اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ میں نے اُٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور باادب دوزانو ہو کر سامنے بیٹھا اور پھر کشفی حالت بدل گئی۔ ایک عرصہ دراز کے بعد جب حضرت احمد علیہ السلام کی تصویر پشاور میں آئی اور میں نے دیکھی تو میں نے شناخت کیا کہ وہ یہی حضرت احمد علیہ السلام تھے جن کو میں نے کشف میں دیکھا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک عرصہ تک یہی سمجھا کہ میرا مصافحہ کرنا ان سے بیعت کے مترادف ہے۔''[1]

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب کا یہ کشفی نظارہ کہ ان کے مکان میں روشنی مشرقی جانب سے آئی ہے اور اس روشنی کے پیکر بھی آپ کو دکھائی دیئے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو حضور کے دعویٰ سے قبل بتا دیا کہ وہ روحانی روشنی جس نے ساری دنیا کو منور کرنا تھا اس کا ظہور پشاور سے مشرقی جانب سے ہوگا۔ وہ خود بھی اس سے منور ہوں گے اور ان کو خدا تعالیٰ اس نور کو آگے پہنچانے کی توفیق دے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں احمدیت اور اس کے بانی کا تعارف حضرت

[1] تاریخ احمدیہ سرحد۔ صفحہ 13-12

پیر صاحب کوٹھہ شریف کے ذریعہ ہوا۔ بعد میں ان کے متعدد مرید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔ ان مریدوں میں سے حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں کیونکہ وہ براھین احمدیہ کے اولین خریداروں میں سے تھے۔ دعویٰ کے بعد جب حضور کی کتب ''فتح اسلام'' اور ''توضیح مرام'' منظر عام پر آئیں اور مرزا صاحب نے ان کو پڑھا تو انہوں نے ان کے متعلق فرمایا:

> ''جب حضرت احمد علیہ السلام نے کچھ عرصہ بعد ۱۸۹۱ء میں توضیح مرام اور فتح اسلام رسالے لکھے اور شائع کئے تو میرے پاس بھی بسبب براھین احمدیہ کے خریدار ہونے کے ارسال کئے۔ جب میں نے پڑھے تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کا کوئی نبی بول رہا ہے۔ کیونکہ اس سے قبل میں کتب ابنیاء بنی اسرائیل سے واقف ہو چکا تھا۔ میں نے بعد از مطالعہ یہ کتب حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب کو دے دیں اور ان سے بھی کہا کہ مجھے اس شخص کے کلام سے نبیوں کے کلام کی خوشبو آرہی ہے۔''[1]

الغرض حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب وہ عظیم خوش قسمت انسان تھے کہ جن کو مسیح آخرالزمان کی شناخت کی توفیق الٰہی اشاروں اور ذاتی مطالعہ کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ انہوں نے یہ امانت ایسے لوگوں کے سپرد کی جنہوں نے اس کا خوب حق ادا کیا۔ ان میں سے ان کے ہونہار شاگرد اور عزیز مکرم مولانا غلام حسن خان صاحب تھے۔ مکرم مولانا صاحب کی پیدائش ۱۸۵۲ء میں جہاں خان صاحب نیازی کے ہاں میانوالی میں ہوئی لیکن آپ نے اپنی ملازمت کا اکثر حصہ پشاور میں گزارا اور اس طرح پشاوری آپ کے نام کا مستقل لاحقہ بن گیا۔ یہاں پر ہی آپ کا تعلق ملازمت کے سلسلہ میں مکرم مرزا محمد اسماعیل صاحب سے ہوا اور وہ آپ کی نیکی اور تقویٰ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی بھانجی کی شادی ۱۸۷۸ء میں آپ سے کر دی اور

[1] تاریخ احمدیہ سرحد۔ صفحہ 13

مولانا صاحب شادی کے بعد مکرم مرزا صاحب کے ساتھ ان کے مکان میں رہے اور تقریباً ساری زندگی یہاں گزار دی۔ مولانا صاحب کا احمدیت سے تعارف مکرم مرزا صاحب کے ذریعہ ہوا اور ان کی ہی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب ۱۸۸۸ء لدھیانہ تشریف لے گئے تو مولانا صاحب نے وہاں جا کر حضور سے ملاقات کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد جب حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو آپ نے فوری طور پر تحریری بیعت کر لی۔ اس کے بعد آپ ہمیشہ سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان تشریف لے جاتے اور حضور کی صحبت سے مستفید ہوتے۔ حضور بھی آپ کے اخلاص اور دلی محبت سے بخوبی واقف تھے اور اسی بناء پر آپ نے اپنے منجھلے بیٹے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی شادی آپ کی دختر نیک اختر سرور جہاں سے کر دی۔ اس طرح آپ کو حضور سے قرابت داری کا رشتہ بھی میسر آیا۔

مولانا غلام حسن صاحب عالم باعمل تھے۔ آپ کو قرآن مجید سے عشق تھا۔ آپ کے درس قرآن مجید میں مقامی لوگ شوق سے شامل ہوتے اور بہت سے لوگ جماعت میں ان کے درس کے ذریعہ داخل ہوئے۔ روحانی مائدہ کے ساتھ آپ کا دسترخوان آنے والے مہمانوں کے لئے کشادہ تھا۔ غرض صوبہ سرحد میں جس کا نام اب خیبر پختونخواہ رکھ دیا گیا ہے احمدیت کے نفوذ کا بہت موثر ذریعہ مولانا غلام حسن خان صاحب کا وجود تھا۔ اسی لئے ان کی وفات پر حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے تحریر فرمایا:

''حضرت مولوی صاحب کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ وہ صوبہ سرحد میں گویا احمدیت کے ہراول دستہ کے قائد اور لیڈر تھے جن کے ذریعہ نہ صرف پشاور اور اس کے اِردگرد بہت سے لوگوں نے حق کو قبول کیا بلکہ درہ خیبر کے راستہ آنے والے باشندگان افغانستان میں بھی احمدیت کا نفوذ ہوا۔''[1]

صوبہ خیبر پختونخواہ میں جماعت احمدیہ ترقی پذیر تھی کہ ۱۹۰۸ء میں سیّدنا حضرت مسیح

---

[1] الفضل 18 رفروری 1943ء

موعود علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ یہ تمام صدمہ جماعت کے لئے انتہائی صبر آزما تھا۔ اس موقع پر ایک وفد قادیان میں جنازہ میں شرکت کے لئے مولانا غلام حسن خان صاحب کی سرکردگی میں گیا اور خلافت اولیٰ کے انتخاب میں بھی شرکت کی۔ خلافت اولیٰ کے مختصر چھ سالہ دور میں بھی جماعت روبہ ترقی رہی اور متعدد اہم شخصیات نے جماعت میں شمولیت کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے بعد ۱۹۱۴ء میں جب خلافت ثانیہ کا انتخاب عمل میں آیا تو اس وقت تمام جماعت کو اور خاص طور پر صوبہ خیبر پختونخواہ کی جماعت کو شدید دھچکا لگا۔ کیونکہ اس موقع پر جماعت کے ایک بڑے طبقہ نے مولوی محمد علی صاحب کی سرکردگی میں بیعت نہ کی اور بعد میں قادیان چھوڑ کر وہ لاہور چلے گئے اور ایک الگ جماعت کی بناڈالی۔ جماعت کے مقتدر افراد مولوی صاحب کے زیر اثر تھے اور درحقیقت وہ پہلے سے ہی لاہور میں اس کے لئے مصروف عمل تھے اس لئے جماعت کے ایک بہت بڑے طبقہ نے ان کا ساتھ دیا اور بیعت سے علیحدگی کا طریق اختیار کیا۔ حالانکہ اس کا کوئی جواز نہ تھا۔ خاص طور پر جبکہ وہ خلافت اولیٰ کو تسلیم کر چکے تھے۔ اس نازک موقع پر سب سے زیادہ نقصان صوبہ خیبر پختونخواہ کی جماعت کو ہوا کیونکہ وہاں کی تمام جماعت مولانا غلام حسن خان صاحب کے زیر اثر تھی اس لئے جب انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کا ساتھ دیا تو اس طرح تمام جماعت نے بیعت نہ کی حتیٰ کہ مکرم قاضی محمد یوسف صاحب جو بعد میں جماعت مبائعین کے امیر بنے انہوں نے بھی شروع میں کچھ عرصہ ان کا ساتھ دیا لیکن جلد ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے بیعت کر لی۔ اس دور میں مکرم قاضی صاحب اور دیگر چند گنتی کے افراد نے جماعت کی از سرِ نو تشکیل کی اور خلافت سے وابستہ کرنے کے لئے شب و روز محنت کی اور غیر مبائعین کا مقابلہ کیا۔ ایک طرف مولانا غلام حسن اور تمام اوّلین رفقاء ان کے ساتھ تھے اور ان کو تمام وسائل میسر تھے دوسری طرف قاضی صاحب اور ان کے ہمنوا چند افراد کے پاس ایسی کوئی جگہ نہ تھی جہاں وہ اکٹھے ہو کر تنظیمِ نو کر سکیں۔ اس کے لئے خداتعالیٰ نے غیبی سامان فرمایا اور ایک دوست جناب

مرزا عبدالرحیم صاحب نے اپنا ایک بالا خانہ واقع جہانگیر پورہ اس مقصد کے لئے بلا معاوضہ دے دیا۔ انجمن احمدیہ کا دفتر ۱۹۱۳ء تا ۱۹۲۴ء تقریباً دس سال اسی بالا خانہ میں رہا۔ اس تمام عرصہ میں جماعت کی مساعی کا یہ مرکز رہا۔ جماعت غیر مبائعین نے اس امر کی شدید جدوجہد کی کہ کسی طرح مرزا عبدالرحیم صاحب اس بالا خانہ کو جماعت سے واپس لے کر ان کو دے دیں۔ حتیٰ کہ کورٹ کے ذریعہ بھی کوشش کی گئی مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو ناکام کیا اور اس عرصہ میں جماعت کی اپنی بیت الذکر مع تمام ضروریات تعمیر ہو کر تکمیل کو پہنچ گئی۔ پھر اس بالا خانہ کی ضرورت نہ رہی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

بعدہٗ خدا تعالیٰ نے جماعت کو سول کوارٹرز کی تعمیر کے منصوبہ سے ملحقہ بہت مناسب جگہ پر دوسری وسیع بیت الذکر کی تعمیر کی توفیق عطا فرمادی جو جماعت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔

جماعت غیر مبائعین کا لاہور کے بعد دوسرا بڑا مرکز پشاور تھا لیکن خدا تعالیٰ نے معجزانہ طور پر چند سالوں میں کایا پلٹ دی، اور جماعت مبائعین ہر میدان میں ترقی کی جانب رواں دواں رہی۔

اس سلسلہ میں مکرم قاضی صاحب موصوف کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے اس غرض کے لئے بہت مفید لٹریچر شائع فرمایا جن میں غیر مبائعین کے اعتراضات اور شکوک کا بڑا مؤثر جواب دیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ان کی مساعی کو نوازا اور آہستہ آہستہ مبائعین کی جماعتیں مختلف مقامات پر قائم ہونے لگیں۔ دوسری طرف غیر مبائعین دن بدن کمزور اور کمتر ہوتے چلے گئے۔ ان میں سے جن لوگوں کو احمدیت اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے حقیقی محبت تھی وہ جماعت میں واپس آ گئے اور باقی میں سے اکثر غیر احمدیوں میں مدغم ہو گئے۔ پشاور میں غیر مبائعین کے سرکردہ ممبر مولانا غلام حسن خان صاحب تھے۔ انہوں نے ۱۹۳۹ء میں خلافت جوبلی میں شمولیت کے وقت اس امر کو محسوس کیا کہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت جماعت مبائعین کے ساتھ ہے اس لئے انہوں نے ۱۹۴۰ء میں بیعت خلافت کر لی۔ آپ کے

بعد متعدد سعید روحوں نے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی اور جماعت سے الگ ہونے والے اکثر افراد واپس آ گئے۔ جن میں سے حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب اور خان بہادر میاں محمد صادق صاحب خاص طور قابل ذکر ہیں۔

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد اس صوبہ میں بہت سے احمدی مہاجرین بھی آ کر آباد ہو گئے۔ اس بناء پر خاص طور پر پشاور اور مردان میں جماعت کی تعداد بڑھ گئی اور جماعت کی بڑھتی ہوئی ضرورت کی بناء پر احمدیہ بیت الذکر سول کوارٹرز پشاور کی تعمیر عمل میں آئی۔ اس ضمن میں سیدنا حضرت مصلح موعود کا ۱۹۴۸ء میں اس علاقہ کا دورہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ چونکہ تقسیم ملک کے وقت مشرق پنجاب میں جماعت نے غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ کیا تھا اور قادیان کے اِرد گرد کے مسلمانوں کو شر پسندوں کے ظلم و ستم سے بچایا تھا اس لئے لوگ جماعت کی خدمات کے معترف تھے۔ اس بناء پر حضور کا دورہ بہت کامیاب رہا اور اس علاقہ کے لوگوں نے حضور کے پبلک لیکچروں میں کثرت سے شرکت کی اور حضور کے تبحر علمی اور پر کشش شخصیت سے بہت متاثر ہوئے۔

جماعت کی ترقی میں ان ذیلی تنظیموں کا بھی بہت دخل ہے جن کو حضرت مصلح موعود نے اپنے اپنے دائرہ میں تعلیم و تربیت کے کام کے لئے قائم فرمایا تھا۔ چنانچہ گزشتہ صدی کے چھٹے عشرہ میں جبکہ ملک میں امن و امان کی حالت بہت حد تک بہتر تھی۔ ان تنظیموں نے بہت مثالی کام کیا۔ اس کام کا آغاز مجلس خدام الاحمدیہ پشاور نے کیا جسے اس زمانہ میں مکرم محمد سعید احمد صاحب سابق قائد لاہور کی قیادت میسر تھی۔ نیز اس دور میں کراچی اور دیگر مقامات سے بہت سے تربیت یافتہ کارکنان کا تبادلہ یہاں ہو گیا جن میں مکرم عبد الغفور صاحب، حافظ محمد اعظم صاحب، مکرم شمس الدین اسلم صاحب۔ مکرم بشیر الدین سامی مرحوم سابق جنرل سیکرٹری خدام الاحمدیہ کراچی، مکرم نیاز قطب بٹ صاحب، مکرم جمعدار عبد الخالق صاحب، مکرم چوہدری رکن الدین صاحب، مکرم میر محمد رشید صاحب اور مکرم محمد سلیم خان صاحب و متعدد دیگر کارکنان شامل ہیں۔ چنانچہ خدام الاحمدیہ پشاور کے زیر انتظام پندرہ روزہ تربیتی کلاسز اور سالانہ اجتماعات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان

مواقع پر مرکز سے علماء سلسلہ اوراس تنظیم کے صدر صاحبان کو مدعو کیا جاتا۔ایسے بزرگان کی آمد سے تمام جماعت مستفید ہوتی۔اس سے نہ صرف تعلیم وتربیت کا کام ہوتا بلکہ تبلیغی مواقع بھی پیدا ہوئے اور جماعت میں نومبائعین کی تعداد بڑھنے لگی۔

خدام میں اس حرکت کے نتیجہ میں جماعت کی دوسری ذیلی تنظیموں مجلس انصاراللہ اور لجنہ اماء اللہ میں زندگی کا پیدا ہونا طبعی تھا۔ بلکہ باہمی تقابلی جذبہ کے تحت مسابقت کی روح پیدا ہوگئی۔ انہوں نے الگ طور پر اپنے سالانہ اجتماعات منعقد کرنا شروع کردیئے اوروہ بھی مرکزی نمائندگان کو دعوت دیتے۔ اسی بناء پر حضرت مرزا ناصراحمد صاحب بحیثیت صدر انصاراللہ تشریف لائے۔ بلکہ موضع شیخ محمدی میں ایک استقبالیہ میں شرکت کی اور خاص طور پر اہل پیغام کو مخاطب کیا۔اسی طرح محترمہ سیدہ مریم صدیقہ بحیثیت صدر لجنہ اماءاللہ بھی تشریف لائیں۔اسی طرح مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے اپنے نجی دورہ میں جماعت پشاور سے ملاقات کی۔غرض یہ پوری دہائی جماعت کی ترقی کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔

صوبہ خیبر پختونخواہ میں جماعت کے نفوذ اور ترقی کے اس مختصر جائزہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جماعت کا یہ سفر آسان اور خوشگوار تھا بلکہ جیسا کہ الٰہی جماعتوں کی تاریخ سے واضح ہے۔جماعت احمدیہ کا یہ سفر پُرخار وادیوں میں سے ہوا ہے۔اس کے لئے جماعت کو بے شمار قربانیاں اور بعض کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔(اس علاقہ میں شہداء کی لسٹ اس کتاب میں الگ طور پر شامل ہے) جماعت کے بہت سے افراد کو اپنے وطن مالوف سے ہجرت کرنا پڑی۔بعض کو بائیکاٹ کے تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑا۔خاص طور پر ۱۹۷۴ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے پاکستان اسمبلی سے جماعت کو غیر مسلم اقلیت کی قرارداد منظور کی اور بقول ان کے انہوں نے اس نوے سالہ مسئلہ کا حل نکالا۔اس زمانہ میں جماعت پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔خاص طور پر جماعت ٹوپی کو نیست ونابود کرنے کے لئے جو اجتماعی حملے ہوئے وہ انتہائی افسوس ناک ہیں۔ اسی طرح جب اس شدت میں کچھ کمی واقع ہوئی تو جنرل ضیاءالحق نے ۱۹۸۴ء میں رسوائے زمانہ

آرڈیننس جماعت کے خلاف جاری کیا اور ایک دفعہ پھر مصائب و شدائد کا نیا بازار گرم ہو گیا۔

یہ پُر آشوب دور اصحاب کہف کے زمانہ کی یاد تازہ کرتا ہے۔ تاہم جماعت اس ابتلا سے بھی سرخرو ہو کر نکلی اور بفضلہٖ تعالیٰ جماعت نے مجموعی طور پر قرآن کریم میں مومنوں کی بیان کردہ قربانیوں کے جذبہ کا نمونہ پیش فرمایا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ[1]

یعنی مومنوں میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی نیت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں۔

آج بفضلہٖ تعالیٰ اس علاقہ میں جماعت احمدیہ کی شاخیں تقریباً تمام اہم مقامات پر قائم ہیں اور روبہ ترقی ہیں۔ الحمدللہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مخالفین احمدیت کی غیر اسلامی اور غیر انسانی حرکات کی بناء پر بعض مقامات پر جماعت کی مساجد کو منہدم کر دیا گیا۔ بعض کو سیل کر دیا گیا اور وہ آج تک بند پڑی ہوئی ہیں۔ بعض مقامات سے افراد جماعت کو ہجرت کرنا پڑی اور وہاں وقتی طور پر جماعتیں ختم ہو گئیں۔ لیکن الٰہی جماعتوں کے ساتھ مخالفین کا یہ سلوک نیا نہیں۔ ہمیں یقین اور حتمی ایقان ہے کہ یہ وقتی دور ہے۔ جلد وہ وقت آئے گا کہ جب وہاں از سرِ نو احمدیت کو فروغ ملے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی احمدیت کی خوشبو ان مقامات پر موجود ہے اور اسے ہرگز ختم نہیں کیا جا سکتا۔

[1] احزاب:33

صوبہ میں احمدیت کا مستقبل

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ خیبر پختونخواہ کے ایک عظیم روحانی فرزند مکرم مولوی محمد الیاس صاحب کا افغان قوم میں احمدیت کی ترقی کے متعلق یہ تجزیہ درج کیا جائے جو ہرگز بعید از قیاس نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''افغانستان میں احمدیت کے فروغ کے متعلق مولوی صاحب فرماتے تھے کہ قرونِ اولیٰ میں بھی ایسا ہوا ہے کہ افغانوں نے من حیث القوم اسلام کو قبول کیا ہے۔ تاریخ سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ افغانوں نے ایک ایک کر کے اسلام قبول کیا ہو۔ یعنی انفرادی طور پر نہیں بلکہ قبائل درقبائل اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اب بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا کہ افغانستان میں احمدیت من حیث القوم قبول کی جائے گی۔''[1]

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور الہامات کی روشنی میں ہر احمدی یہ ایمان رکھتا ہے کہ اسلام اور احمدیت کا عالمگیر عروج مقدر ہے اور دنیا کی تمام قومیں اس میں ضرور داخل ہوں گی۔ ان اقوام میں افغان قوم بھی ہرگز پیچھے نہیں بلکہ یہ بھی من حیث القوم اس میں داخل ہوگی۔ خدا تعالیٰ نے جماعت کے بعض بزرگوں کو اس کے نظارے دکھائے تا کہ بعد میں آنے والے لوگوں کے ازدیادِ ایمان کا سبب ہو۔ ایسا ہی ایک واقعہ مکرم عبدالسلام خان صاحب نے حیات الیاس میں درج کیا ہے کہ ایک دفعہ قیامِ پاکستان سے قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک رفیق حضرت مولوی غلام نبی صاحب (والد مکرم مرزا عبدالرحمن صاحب ریٹائرڈ اکاؤنٹنٹ جنرل کوئٹہ) نے اپنا ایک رؤیا سنایا۔ فرمایا:

''میں نے رؤیا میں دیکھا کہ جمعہ کا دن ہے۔ میں جمعہ پڑھنے ایک (بیت

---

[1] حیات الیاس۔ صفحہ 129

الذکر) میں گیا ہوں جو کافی وسیع ہے۔ دیکھا کہ وہاں پر ایک بادشاہ ہے جو خطبہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خطبہ الہامیہ پڑھ رہا ہے۔ میں وضو کرنے بیٹھ گیا۔ جب وضو کر چکا اور بیت الذکر میں داخل ہوا تو خطبہ ختم ہو چکا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعا کی کہ اے میرے اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ کون بادشاہ تھا؟ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ یہ افغانستان کا بادشاہ ہے جس کا ہیڈ کوارٹر غزنی ہے۔ اس کا نام عبداللہ ہے یہ احمدی ہے۔ آٹھ پشت تک اس کے خاندان میں بادشاہت ہوگی اور اس کی حکومت تمام شمالی ہندوستان تک ہوگی۔''[1]

اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت مولوی غلام نبی صاحب کی زندگی میں نہیں بلکہ بعد میں ہوگا۔ کیونکہ جب وہ وضو کر کے بیت الذکر میں پہنچے تو خطبہ ختم ہو چکا تھا اسی طرح اس بادشاہ کا دارالخلافہ بجائے کابل کے غزنی ہوگا۔ کیونکہ کابل خدا تعالیٰ کی نظر سے گر چکا ہے۔ کابل میں صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا گیا۔ اس شہر کا یہ اعزاز احمدیت کے دور میں قائم نہیں رہے گا اور ایک وسیع حکومت کا دارالخلافہ غزنی ہوگا۔ کیونکہ مکرم مولوی صاحب کو اس کی حکومت ہندوستان کے بعض علاقوں جن میں دہلی بھی شامل تھا دکھائی گئی۔ نیز یہ کہ احمدیوں کی ایک حکومت بنگال میں اور ایک جنوب میں دکن میں ہوگی۔ **وما ذالك على الله بعزيز**۔

❁

---

[1] حیات الیاس۔ صفحہ 130

حضرت سید امیر صاحب آف کوٹھہ شریف

صاحب رؤیا و کشوف، ولی اللہ بزرگ

صوبہ خیبر پختونخواہ میں احمدیت کے نفوذ کے سلسلہ میں حضرت سید امیر صاحب آف کوٹھہ شریف کا اجمالی ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس ولی اللہ بزرگ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے ایک طرف تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلوی کا زمانہ پایا اور ان کے جہاد میں ان کا ساتھ دیا اور دوسری طرف انہوں نے چودھویں صدی کے مجدد اور امام کے ظہور سے تقریباً دو برس قبل اس کے ظہور کی بشارت اپنے معتقدین کو دی اور یہ فرمایا:

''میرے بعض آشنا مہدی آخر الزمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اس کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں گے۔''

نیز ایک موقع پر افغانی زبان میں فرمایا:

''چہ مہدی پیدا شوے۔ دَے او وقت وظہور ندے''

کہ امام مہدی پیدا ہو گیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا۔

اس سلسلہ میں ایک واضح علامت یہ بیان فرمائی کہ اس کی زبان پنجابی ہوگی یعنی وہ ملک پنجاب سے ظہور کرے گا۔

چنانچہ اس بزرگ کی یہ باتیں ان کے حواریوں کو بخوبی یاد تھیں اور انہوں نے اس بشارت سے بھرپور استفادہ کیا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کر کے حلقہ بگوش احمدیت ہو گئے۔ اس لحاظ سے حضرت سید امیر صاحب نے اپنے علاقہ کے لوگوں کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا آسان کر دیا اور اس علاقہ میں احمدیت کے نفوذ کے لئے راہ ہموار کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ اس بزرگ کا تاریخ احمدیت میں ایک منفرد اور عظیم مقام ہے۔ ان کی شخصیت اور سوانح پر ایک مختصر نوٹ قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

حضرت سید امیر صاحب کی ولادت سنہ ۱۲۱۰ھ میں ضلع صوابی کے ایک گاؤں موضع کوٹھہ میں حضرت محمد سعید باباجی کے مبارک دینی گھرانہ میں ہوئی۔ آپ اپنے والد کی واحد نرینہ اولاد تھے اور ان کے ہاں آپ سے قبل سات بیٹیاں پیدا ہوئیں تھیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ کیونکہ آپ کا گھرانہ علم و معرفت کا گہوارا تھا۔ بعد میں مزید علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے پشاور گئے اور وہاں کئی شیوخ سے استفادہ کیا۔ تحصیل علم کے بعد آپ نے بعض روحانی مجاہدات کئے جس کے نتیجہ میں آپ کو صفائے باطنی حاصل ہوا اور کئی روحانی فیوض سے وافر حصہ ملا اور رؤیائے صادقہ اور کشوف والہامات کا دروازہ کھل گیا۔

حضرت سید امیر صاحب کے علمی مقام اور روحانی مرتبہ کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلوی نے جب اس صوبہ میں سکھوں کے خلاف جہاد شروع کیا اور دین اسلام کی ترویج کے لئے اس صوبہ میں کوشش کا آغاز کیا تو حضرت سید امیر صاحب نے پورے طور پر ان کا ساتھ دیا اور حضرت سید احمدؒ نے بھی آپ کے عظیم مقام کے پیش نظر آپ کو اس علاقہ کا قاضی القضاۃ مقرر فرمایا۔

حضرت سید امیرؒ صاحب کا اس سارے علاقہ میں بہت عزت واحترام تھا۔ اس بناء پر لوگ ان کو ''حضرت جی'' اور ان کی جائے رہائش کو ''کوٹھہ شریف'' سے یاد کرتے تھے۔ ان کی سوانح حیات کے مصنف صاحبزادہ محمد اشرف صاحب نے ان کی روحانی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''حضرت جی کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے ک آپ کا کوئی فعل اور کام قرآن وسنت کے خلاف نہیں تھا اور اسی طرح پر استقامت آپ کی کرامت ہے۔ جن کا ہر قول وعمل سراپا شریعت کے عین مطابق تھا۔ بات بہت غور وفکر کے بعد کرتے۔ ان کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ شریعت وطریقت کی تصویر تھا۔ آپ کے لمحات زیست اعلائے کلمۃ الحق کا شاندار نمونہ تھے اور آپ کے شب وروز قال اللہ

اور قال الرسول پر عمل پیرا ہونے کا حسین مظہر تھے۔

حضرت جی انتہائی حلیم تھے۔ جو کوئی سختی کرتا اس کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آتے۔ حضرت جی حق تعالیٰ کی عبادت ہر وقت اور ہر لحہ کرتے۔ صبح وشام خلوت اور جلوت میں عبادت کرتے رہتے۔ فرض نماز باجماعت پڑھتے۔ معانی قرآن میں تفکر سے کام لیتے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے۔ عشاء کی نماز کے بعد قرآن پڑھا کرتے۔"[1]

حضرت سید امیر صاحب بلاشبہ ولی اللہ تھے۔ لیکن جیسا کہ دنیا کا دستور ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرستادے اور اولیاء کی شناخت کوئی آسان کام نہیں۔ اسی وجہ سے وہ اپنے زمانہ کے لوگوں کی مخالفت اور ستم ریزی کا نشانہ بنتے ہیں۔ حضرت جی بھی اس سے مبرا نہ تھے۔ آپ پر دنیادار علماء نے وہابی کا الزام لگا کر کفر کا فتویٰ لگایا۔ چونکہ انگریز حکومت وہابیوں کے خلاف تھی اس لئے ان کو ۲۸ رشوال ۱۲۷۷ھ میں گرفتار کر لیا گیا۔ بعد تحقیق ۲۹ رمحرم ۱۲۷۸ھ کو تین مہینے تیرہ دن کے بعد رہا کر دیا گیا۔

رہائی کے بعد آپ نے دعوت الی اللہ اور تعلیم وتربیت کے کام کو تیز کر دیا۔ دعوت الی اللہ کی غرض سے کئی سفر کئے۔ لوگوں کو بدعات سے روکا اور قرآن کریم کی صحیح تعلیم، قرآن مجید اور سنت رسول کی روشنی میں پھیلاتے رہے۔ اس دینی جہاد میں ۳۰ رذی الحجہ ۱۲۹۴ھ جمعہ کے روز اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

---

[1] سوانح حیات سید امیر صاحب۔ صفحہ 170

بیعت اولیٰ میں شامل ہونے والے صوبہ کے خوش قسمت افراد

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۳/ مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ کے مقام پر حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان پر بیعت اولیٰ کا اعلان فرمایا۔ اس بیعت میں ملک سے مختلف افراد نے شمولیت کی۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کے جن افراد کو یہ عظیم سعادت نصیب ہوئی ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ مولوی عبداللہ صاحب ساکن تنگی علاقہ چارسدہ [۱]

۲۔ قاضی عبدالقادر خان بہادر (خلف الصدق قاضی فضل قادر خاں۔ پشاور خاص) [۲]

۳۔ غلام حسن ولد جہان خان، اصلی میانوالی ضلع بنوں [۳]

۴۔ قاضی عبدالرحمن صاحب ولد قاضی عبدالکریم صاحب، ساکن پشاور محلہ باقر شاہ [۴]

۵۔ سید احمد شاہ ولد میر بادشاہ، ساکن پشاور خاص بازار قصہ خوانی۔ درگاہ میاں محمد شاہ [۵]

۶۔ حافظ محمد ولد کمال، ساکن پشاور ہشت نگری دروازہ کوٹلہ فیلباناں [۶]

۷۔ عبداللہ ولد حافظ محمد، ساکن پشاور ہشت نگری دروازہ کوٹلہ فیلباناں [۷]

---

[۱] حیات احمد جلد سوم حصہ اول صہ ۲۷

[۲] رجسٹر بیعت اولیٰ نمبر ۱۲۷

[۳] رجسٹر بیعت اولیٰ نمبر ۱۹۲

[۴] رجسٹر بیعت اولیٰ نمبر ۲۱۲

[۵] رجسٹر بیعت اولیٰ نمبر ۱۸۷

[۶] رجسٹر بیعت اولیٰ نمبر ۳۵۱

[۷] رجسٹر بیعت اولیٰ نمبر ۳۵۲

تعمیر منارۃ المسیح میں صوبہ کے عطیہ دھندگان

صوبہ خیبر پختونخواہ سے چار افراد

منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۰ء میں جماعت کے مخلصین سے چندہ خاص کی تحریک فرمائی۔ اس زمانہ میں اس کی تعمیر کا تخمینہ دس ہزار روپے تھا۔ حضور نے جماعت کو یکصد روپیہ کے عطیہ جات کی تحریک فرمائی تا کہ اس عظیم منصوبہ کی جلد تکمیل ہو سکے۔ ایسے عطیہ دینے والے خاص افراد کے اسماء منارہ پر کنندہ کئے جائیں گے تا کہ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسیح کے دمشق کے مشرقی جانب اُترنے کی پیشگوئی کی ظاہری طور پر تکمیل ہو سکے۔ حضور نے اس منارہ کا سنگ بنیاد ۱۳/مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعہ المبارک خود اپنے دست مبارک سے رکھا۔

اس صوبہ سے چار افراد نے اس خاص تحریک میں حصہ لیا۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ خان بہادر محمد علی خاں، کوہاٹ

۲۔ مولوی غلام حسن پشاوری

۳۔ شیخ احمد اللہ، نوشہرہ

۴۔ اہلیہ چوہدری مبارک احمد، کوہاٹ[1]

[1] تاریخ احمدیت جلد ۲ ایڈیشن دوم صہ ۱۲۲ تا ۱۲۴

اصحاب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے ۱۸۸۹ء میں بیعت اولیٰ کے موقع پر صوبہ خیبر پختونخواہ کے بعض خوش قسمت افراد کو حضور کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور کے دعویٰ کے بعد ایک بہت بڑی تعداد کو حلقہ بگوش احمدیت ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کتاب میں ان سب کا احاطہ ممکن نہیں۔ تاہم بعض اہم شخصیات کا ذکر مختصر طور پر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضور کے عہد مبارک میں اس صوبہ میں ایک فعال جماعت قائم ہو چکی تھی۔

حضرت مرزا محمد اسماعیل قندھاری

”ایک معزّز اور ثقہ آدمی“

مولانا محمد اعظم اکسیر صاحب

صوبہ سرحد میں احمدیت کو لانے کا اعزاز جس عظیم القدر شخصیت کے حصہ میں آیا اسے خدا کی تقدیر افغانستان سے ہندوستان اور آخر پشاور میں کھینچ لائی۔ آپ کا اسم گرامی حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب قندھاری ہے۔ آپ کے والد محترم مرزا محمد طاہر ایک نامور تاجر تھے جن کا کاروبار افغانستان سے لے کر ایران، ترکی اور ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔ اپنے وقت میں افغانستان کے بادشاہ شاہ شجاع درّانی کے وزیر تھے۔ حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب کی ولادت ۱۸۱۳ء میں ہوئی۔ بچپن سے آپ کو علمی ماحول میسر رہا۔ مروّجہ علوم میں مہارت کے ساتھ عربی، فارسی اور پشتو کے علاوہ اُردو زبان سے بھی بخوبی واقف تھے۔ علمی و روحانی لحاظ سے بلند پایہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ترکی النسل وجود ایک بلند قامت، خوبصورت، وجیہہ وشکیل، کشادہ پیشانی والے سُرخ وسفید انسان تھے۔ جنکے چہرے پر چمکدار سفیدی لئے ریش مبارک سجی تھی۔ حصولِ علم کے دوران فنِ سپہ گری اور شاہسواری کی ٹریننگ لی۔ انگریزوں، افغانیوں کی لڑائی سے دلبرداشتہ ہوکر پشاور کے محلہ گل بادشاہ میں آن ڈیرہ جمایا جہاں قندھار کے احمد شاہ درانی کی کچھ اولاد پہلے سے مقیم تھی اور حضرت مرزا صاحب کا ان شاہزادوں سے ربط وتعلق تھا جو بعد میں مزید گہرا ہوگیا۔ آپ فطرتاً صوفی مزاج تھے اور بزرگوں سے ملنا مستقل وطیرہ تھا۔ چنانچہ پشاور آئے تو اُن دنوں دو بڑی شخصیات کا شہرہ تھا۔ ایک ملا صاحب سوات دوسرے ملا صاحب کوٹھہ چنانچہ آپ نے دونوں سے پائیدار ربط اختیار فرمالیا۔ بقول آپ کے ملا صاحبِ سوات صاحب توجہ تھے لیکن بے علم۔ دوسری طرف ملا صاحب کوٹھہ کے صاحب توجہ اور صاحبِ علم ہونے کے ہمیشہ مدّاح رہے۔ مختلف علوم وفنون اور زبانوں میں

مہارت نے آپ کی شہرت کو بڑھا دیا۔ انگریز قوم نے ان کی قدر افزائی کی اور مختلف اعلیٰ عہدیداران آپ سے اکتسابِ فیض کرنے لگے۔ ایک خاص شاگرد فوجی افسر میجر ایچ جی راورتی تھے انہوں نے آپ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا اس طرح ہندوستان کی مختلف چھاؤنیوں میں تعینات رہے اندرون سندھ تک لمبے سفر کے بعد آخر کار پھر پشاور پہنچ گئے۔ بائبل کا پشتو زبان میں ترجمہ کرنے کے علاوہ آپ کے متعدّد علمی کارنامے تاریخ کا حصہ ہیں۔ آپ نے پشاور میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں باقاعدہ درجہ وار کلاسوں کا اہتمام تھا۔ جب انگریز قابض ہوا تو پشاور میں فقط یہی مدرسہ تھا۔ گورنمنٹ نے اسے شروع میں ڈسٹرکٹ بورڈ سکول پھر گورنمنٹ سکول کا نام دیا اور خود حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب کو پشاور و ہزارہ میں مزید مدارس شروع کرنے کے لئے انسپکٹر مدارس مقرر کر دیا۔ آپ نے گورنمنٹ سکول کو مڈل سکول کا درجہ دلا کر اس کے لئے مولانا غلام حسن خان صاحب کو ہیڈ ماسٹر مقرر کرا دیا جو کہ نارمل سکول راولپنڈی میں تکمیل تعلیم میں اوّل آئے تھے۔

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب اور احمدیت

خدائے علیم و خبیر ہی ہر طرح کا تمام علم رکھتا ہے۔ بظاہر حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب کا مزاج و فطرت اور علم و فکر احمدیت سے انتہائی مناسبت رکھنے والا تھا۔ چنانچہ بہت شروع سے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے اور فرمایا کرتے کہ خدا کو کیا ضرورت ہے کہ دو ہزار سال تک ایک بندے کو آسمان پر بٹھائے رکھے کیا وہ اس جیسا کوئی اور انسان پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔[1]

اسی طرح ایک واقعہ ہے کہ ایک دن آپ کو بازار میں ایک شخص ملا اور آپ کو پکڑ کر کہا کہ میں نبی ہوں ! آپ نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن لوگوں کو نہ بتاؤ ورنہ وہ تمہیں قتل کر دینگے !

---

[1] حیات حسن صفحہ ۱۷۲

اس پر کہنے لگا پھر آپ کیوں مان گئے ہیں؟ فرمایا کہ دیکھو بنی اسرائیل میں اس طرح ایک ہی وقت میں تین تین چار چار نبی ہوتے رہے ہیں اور ہماری امت تو خیر الامم ہے اگر اس میں ایک آ گیا تو کیا ہوا۔[1]

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب کی سوانح میں درج ہے کہ:

''جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے براہین احمدیہ کی طباعت کے لئے امداد کی اپیل کی تو انہوں نے بھی کچھ رقم اعانتاً ارسال کی تھی اور جب براہین احمدیہ اُن کو ملی اور انہوں نے پڑھی تو اپنے شاگرد حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کو دے کر فرمانے لگے کہ اس شخص کی تحریر مسیح ناصریؑ کی تحریر و تقریر سے ملتی ہے۔ انہوں نے اب تک دعویٰ تو نہیں کیا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت آ جائے گا کہ وہ دعویٰ کریں گے۔''[2]

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تائید وصداقت میں ظاہر ہونے والے آسمانی نشانات و انکشافات کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے۔ اپنی شہرہ آفاق کتاب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴۴ میں صوبہ سرحد یعنی خیبر پختونخواہ کے مقتدر روحانی پیشوا حضرت امیر رحمہ اللہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''ایک اور مشہور بزرگ جو اسی زمانہ میں گزرے ہیں جو کوٹھہ والے کر کے مشہور ہیں۔ ان کے بعض مرید اب تک زندہ موجود ہیں۔ انہوں نے عام طور پر بیان کیا ہے کہ میاں صاحب کوٹھہ والے نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ مہدی پیدا ہو گیا ہے اور اب اس کا زمانہ ہے اور ہمارا زمانہ جاتا رہا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی زبان پنجابی ہے۔ تب عرض کیا گیا کہ آپ نام بتلا دیں جس نام سے وہ شخص مشہور ہے اور جگہ

[1] حیات حسن صفحہ ۱۶۸

[2] حیات حسن صفحہ ۱۷۲

سے بھی مطلع فرمادیں۔ جواب دیا کہ میں نام نہیں بتلاؤں گا۔''

اس بیان کے متعلق حضورؑ حاشیہ صفحہ ۱۴۵ میں فرماتے ہیں:

''ان راویوں میں سے ایک صاحب مرزا صاحب کر کے مشہور ہیں جن کا نام محمد اسماعیل ہے اور پشاور محلہ گل بادشاہ کے رہنے والے ہیں۔ سابق انسپکٹر مدارس تھے۔ ایک معزّز اور ثقہ آدمی ہیں۔ مُجھ سے کوئی تعلقِ بیعت نہیں ہے۔ ایک مدت دراز تک میاں صاحب کوٹھہ والے کی صحبت میں رہے ہیں۔ انہوں نے مولوی سیّد سرور شاہ صاحب کے پاس بیان کیا کہ میں نے حضرت کوٹھہ والے صاحب سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مہدی آخرالزمان پیدا ہو گیا ہے۔ ابھی اس کا ظہور نہیں ہوا اور جب پوچھا گیا کہ نام کیا ہے تو فرمایا کہ نام نہیں بتلاؤں گا۔ مگر اس قدر بتلاتا ہوں کہ زبان اس کی پنجابی ہے۔''

یہ روایت حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کو پشاور میں خود لکھوائی تھی۔ اس طرح حضرت مرزا صاحب کی توجہ ظہور مہدیؑ کی طرف بھی مرتکز تھی اور جب حضرت پیر صاحب کوٹھہ سے سنا کہ مہدی کی زبان پنجابی ہے تو آپ نے پنجاب کے دارالخلافہ لاہور سے نکلنے والے اخبارات اپنے نام جاری کروالئے کہ ان میں خبر ضرور آئے گی۔ اور اس طرح آپ بے خبر نہیں رہیں گے۔ براہین احمدیہ کے خریداروں میں آپ شامل ہی تھے اس لئے آپ کی توجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رہتی تھی۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب جن کی تعلیم و تربیت کی طرف آپ کی خاص توجہ تھی اور ان کی شادی بھی ۱۸۸۱ء میں اپنی بھانجی سے کر دی تھی جسے اپنی بیٹی بنا رکھا تھا۔ خود آپ نے اپنی زندگی مجرّدانہ گزار دی تھی۔ آپ کے بہنوئی شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا نام اصغر علی تھا۔ بہرحال آپ نے حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کو تاکید فرمائی کہ وہ خود جا کر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام مؤلف براہین احمدیہ

سے ملیں ۔ چنانچہ وہ تشریف لے گئے اور دسمبر ۱۸۸۸ء میں لدھیانہ جا کر ملاقات سے فیض یاب ہوئے تاہم اس وقت تک حضورؑ بیعت نہیں لیتے تھے ۔ پھر جب باذنِ الٰہی سلسلہ بیعت کا آغاز فرمایا تو حضرت مولانا صاحب دوسری دفعہ گئے اور سعادتِ بیعت سے مشرّف ہوئے ۔

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب سمجھتے تھے کہ میں نے عالم کشف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی ہوئی ہے اور وہی کافی ہے چنانچہ ایک دفعہ آپ کی تائیدی و تصدیقی باتیں سُن کر دریافت کیا گیا کہ آپ پھر بیعت کیوں نہیں کرتے تو فرمایا کہ میں عالمِ کشف میں بیعت کر چکا ہوں ۔ جب ان سے کہا گیا کہ کشف کو خارج میں بھی وجود دینا چاہئے تو فرمایا کہ مجھے اعتراض تو نہیں میری بیعت کے لئے لکھ دو (خود اس وقت معذور تھے) چنانچہ بیعت کا خط لکھ دیا گیا اور آپ شامل بیعت ہو گئے ۔

بیعت کر لینے کا واقعہ ۱۹۱۱ء کا ہے اور اس کی تفصیل حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے اپنی تالیف تاریخ احمدیت سرحد میں بیان فرمائی ہے ۔ضعیف العمری میں گر کر چوٹ لگنے سے آپ آخری سالوں میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے اور آپ کی بینائی اور شنوائی پر بھی گہرا اثر تھا۔

آخر آپ ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء بمطابق ۵ شوال ۱۳۳۰ھ قریباً سو سال کی عمر میں وفات پا گئے ۔ جماعت احمدیہ نے نماز جنازہ پڑھی اور حضرت شیخ حبیبؒ کے مزار کے باہر احاطے میں جہاں سردارانِ کابل دفن تھے، آپ کی تدفین عمل میں آئی ۔

آپ طبعاً اہل کشف فقراء اور مجذوبوں سے حاضری اور خدمت و نیاز مندی کا تعلق رکھتے ۔ صوفیاء کا کلام آپ کو بہت پسند تھا۔ حالات سے باخبر رہنے کا آخر تک پورا ذوق و شوق تھا۔ آپ کے نام اخبار کرزن گزٹ ۔ اخبار وکیل امرتسر ۔ تہذیب نسواں وغیرہ باقاعدہ آتے تھے ۔

آپ خود بھی صاحبِ کشوف ورؤیا بزرگ تھے ۔ آپ نے ۱۸۸۷ء میں اپنی رہائش گاہ محلہ گل بادشاہ میں بوقت تہجّد بحالتِ مراقبہ دیکھا کہ مکان کی چھت مشرق کی طرف سے اوپر اُٹھ گئی ہے اور وہاں سے تیز روشنی آئی پھر روشنی مدھم ہونے پر دیکھا کہ اس میں ایک سرو قد بزرگ سامنے

ہیں۔ آپ نے اٹھ کر مصافحہ کیا اور اُن کے سامنے بادب ہو کر دوزانو بیٹھ گئے جس کے بعد کشفی حالت بدل گئی۔

اس مکاشفہ کے کافی عرصہ بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوٹو پشاور آئی تو اسے دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہی وہ بزرگ تھے۔ اس مکاشفہ کی بنا پر ہی آپ سمجھتے رہے کہ میں نے عالم کشف میں بیعت کر لی ہے اور الگ سے بیعت کی ضرورت نہیں۔

ایک دفعہ علاقہ سندھ کے ریگستان میں راستہ گم کر بیٹھے اور کسی طرف کوئی جھاڑی وغیرہ تک دکھائی نہ دیتی تھی۔ پانی اور سایہ کا نام ونشان نہ تھا اور سمجھے کہ بس اب اسی حالت میں موت آ لے گی۔ اسی کیفیت میں دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ نمودار ہوئے اور آپ سے کہنے لگے کہ جوان! راستہ بھول گئے ہو! تب انہوں نے سمت واضح کرتے ہوئے کہا کہ بس اسی طرف چلتے جاؤ اور یوں آپ اس ریگستان سے زندہ سلامت آ گئے۔ آپ فرماتے کہ یہ دراصل خضر تھے جنہوں نے ظاہر ہو کر مجھے راستہ بتایا۔

آپ کو علم توجہ میں بھی مہارت حاصل تھی۔ کشف القبور کا بھی تجربہ رکھتے اور ایک ہمہ جہتی بھر پور علمی وروحانی شخصیت کے مالک تھے جو دراصل پشاور، خیبر پختون خواہ اور شمالی علاقہ جات میں احمدیت کی روشنی آنے کا موجب تھے۔ آپ نے خاص طور پر حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری پر بہت توجہ دی اور غالباً یہ اسی دعاؤں بھری توجہات کا نتیجہ تھا کہ خدا نے حضرت مولانا کو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم فرزند حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا خسر بنا دیا۔

خداوند کریم اس عظیم بزرگ اور ثقہ آدمی پر اپنی رحمتیں ہمیشہ نازل فرمائے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

محمد اعظم اکسیر

نگران متخصصین۔ تحریک جدید۔ ربوہ

حضرت صاجزادہ سید عبداللطیف صاحب شہید

ہم اس کتاب کا آغاز بطورتبرک حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کے تذکرہ سے کرتے ہیں۔آپ اگرچہ افغانستان کے علاقہ خوست کے باشندہ تھے لیکن صوبہ سرحد سے بھی آپ کا گہرا تعلق تھا۔اورآپ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد بھی صوبہ سرحد میں قیام پذیر ہوئی تھی۔

اپنی ابتدائی زندگی میں جب آپ نے حصولِ علم کی خاطر ہندوستان کا سفر اختیار کیا تو سب سے پہلے آپ پشاور تشریف لائے۔ پشاور سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بازید خیل ہے۔ یہاں ایک لمبے عرصہ تک آپ نے علومِ قرآن وحدیث اس وقت کے بعض جیّد علما سے پڑھے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کو بازید خیل میں طالب علمی کے دوران ایک کشفی نظارہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔

آپ کا صوبہ سرحد سے دوسرا اور مضبوط تعلق یوں تھا کہ آپ بنوں کے علاقہ سرائے نورنگ میں ایک وسیع وعریض سکنی اور زرعی جائیداد کے مالک تھے اور اکثر خوست سے ہندوستان جاتے ہوئے یہاں کچھ عرصہ قیام پذیر ہوکر جائیداد کی نگرانی فرمایا کرتے تھے۔آپ کی شہادت کے بعد آپ کا خاندان لمبے عرصہ تک قیدو بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد سرائے نورنگ میں اسی جائیداد اور زمینوں پر آباد ہو گیا تھا۔

ایک تیسرا تعلق آپ کا صوبہ سرحد کے علاقہ سے یہ ہے کہ آپ کی اکثر اولاد کی شادیاں صوبہ سرحد کے معزز احمدی خاندانوں میں ہوگئیں تھیں اور آپ کے خاندان کے بہت سارے افراد ابھی بھی صوبہ سرحد میں مقیم ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کو جماعت احمدیہ میں ایک غیر معمولی مقام حاصل ہے۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین رفقاء میں سے تھے اور حضور نے ان کو ''غضنفر''یعنی شیر کا خطاب دیا۔آپ کا تعلق آبائی طور پر صوبہ خیبر پختونخواہ سے تھا۔آپ کے جدامجد سید محمد حسن پشاوری تھے۔آپ کی پیدائش اندازاً ۱۸۵۳ء میں موضع گھنڈی ضلع مظفر آباد کشمیر میں ہوئی۔آپ کی پہلی شادی ضلع ہزارہ کے موضع داتہ میں سید محمد اشرف کی بیٹی سے ہوئی۔آپ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں اسی علاقہ میں قیام پذیر رہے اور پیر صاحب کوٹھہ شریف کی امام مہدی کے ظہور کے متعلق پیش خبری آپ نے ہی پہلی بار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیان فرمائی۔الغرض اس صوبہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جماعت احمدیہ کے اس بطل جلیل کا تعلق اس جگہ سے تھا۔

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کا شجرہ نسب حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے جاملتا ہے۔ مولانا کے والد ماجد سید محمد حسن شاہ صاحب بھی عالم تھے اور انہوں نے متعدد علماء سے تحصیل علم کیا تھا۔جن میں حضرت مولانا نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّل) بھی تھے۔آپ کے والد ماجد کو بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مصاحبت اور رفاقت کا شرف حاصل تھا۔

حضرت مولانا صاحب نے ۱۸۹۷ء میں قبول احمدیت کی سعادت حاصل کی اور اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں مستقل طور پر قادیان میں منتقل ہو گئے اور اپنی وفات تک جو ۳/جون ۱۹۴۷ء کو ہوئی آپ یہیں رہے اور متعدد حیثیت سے سلسلہ کی خدمت میں وقف رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی غیر موجودگی میں آپ مسجد مبارک میں امام الصلوٰۃ تھے اور آپ ناظر تعلیم وتربیت، پرنسپل جامعہ احمدیہ، مفتی سلسلہ، سیکرٹری بہشتی مقبرہ اور دیگر کئی عہدوں پر فائز رہے۔حضرت مصلح موعود کے دو نکاحوں کا اعلان آپ نے فرمایا۔نیز حضور کی قادیان سے غیر حاضری کے ایام میں آپ امیر مقامی کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔آپ کی وفات قادیان

سے ہجرت سے چند ماہ قبل ۳ / جون ۱۹۴۷ء کو ہوئی اور آپ کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کا جنازہ حضرت مصلح موعود نے پڑھایا اور آپ کی نعش کو کندھا دیا اور قبر پر مٹی ڈالی۔

۶ / جون کو حضور نے خطبہ جمعہ میں حضرت مولانا صاحب کی خدمات اور کارناموں کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر مجھے کسی کی محنت پر رشک آتا ہے تو وہ مولوی صاحب تھے۔ وصیت کا نظام مولوی صاحب کا ممنون احسان ہے۔''

حضرت مولانا غلام حسن خان پشاوری

حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ آپ صوبہ خیبر پختونخواہ میں وہ پہلے شخص تھے کہ جنہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باقاعدہ بیعت کا شرف پایا۔ اس کے لئے جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا جا چکا ہے اصل محرک جناب مرزا محمد اسماعیل صاحب قندھاری تھے جنہوں نے ان کو حضور کی کتاب براہین احمدیہ پڑھنے کے لئے دی اور پھر جب حضور ۱۸۸۸ء میں لدھیانہ تشریف لے گئے تو جناب مرزا اسماعیل صاحب نے ہی آپ کو حضور کی ملاقات کے لئے وہاں بھیجا اور اسی وجہ سے جب اگلے سال حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو آپ اس میں خود نہ جا سکے تاہم تحریری طور پر بیعت کے لئے خط تحریر کر دیا اور اس طرح حضور سے ایسا گہرا تعلق قائم فرمایا کہ حضور نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں ۱۸۹۱ء میں اپنے احباء کی فہرست میں ان کا ذکر فرمایا اور آپ کے متعلق یہ لکھا:

''مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد للّٰہی راہوں اور دینی معارف میں ترقی کریں گے

کیونکہ فطرت نورانی رکھتے ہیں۔[1]

مولانا غلام حسن خان صاحب کی پیدائش ۱۸۵۲ء میں میانوالی میں ہوئی۔ آپ کے والد جناب جہاں خان صاحب نیازی تھے۔ آپ خاندانی طور پر حنفی المذہب تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر قرآن مجید اور بعض کتب دینیہ کے پڑھنے سے ہوئی۔ بعد میں ورنیکلر مڈل سکول پاس کر کے راولپنڈی کے نارمل سکول میں کامیابی سے تعلیم مکمل کی۔ اس عرصہ میں آپ کا رابطہ حضرت مرزا محمد اسماعیل قندھاروی سے ہوا جو چیف محرر اضلاع ہزارہ و پشاور تھے۔

انہوں نے آپ کو ایبٹ آباد میں ورنیکلر سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا۔ بعد میں آپ کا تبادلہ پشاور ہو گیا۔ یہاں پر جناب مرزا محمد اسماعیل صاحب نے مولانا صاحب کی نیکی اور اعلیٰ اخلاق کی بناء پر اپنی بھانجی کی شادی ۱۸۸۱ء کے قریب آپ سے کر دی۔ اس وجہ سے آپ جناب مرزا صاحب کے ہی ایک مکان واقع کوچہ گلبادشاہ میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے۔

اس شادی کے ذریعہ آپ کے ہاں کئی بچے پیدا ہوئے۔ جن میں عبداللہ جان، عبدالرحیم جان ایم، اے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور۔ عبدالرحمن خاں، عبدالحمید صاحب نیازی اور عبدالخالق خاں ہیں۔ آپ کی بیٹیوں میں سے ایک کی شادی غلام محمد خان صاحب احمدی نیازی ابن غلام حسن خان نیازی آف میانوالی سے اور دوسری محترمہ سرور جہاں صاحبہ تھیں۔ جن کا رشتہ حضرت صاحبزادہ مرزا البشیر احمد صاحب سے ہوا اور اس طرح حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کو ماموریز مانہ کے سمدھی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مولانا صاحب کو حکومت کی طرف سے ''خان بہادر'' کا خطاب دیا گیا۔ یہ آپ کی اسلامیہ کالج کی تعمیر و ترقی کی خدمات کی بناء پر دیا گیا تھا۔ آپ سالہا سال پشاور میونسپل کمیٹی کے نائب صدر رہے اور کچھ عرصہ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ آپ اپنی دیانت اور عدالت کی بناء پر بہت اچھی شہرت رکھتے تھے۔ آپ ایک عرصہ تک صوبہ کے محکمہ تعلیم میں ٹیکسٹ بک سوسائٹی کے

[1] روحانی خزائن جلد ۳۔ صفحہ ۵۴۰

ممبر بھی رہے۔

حضرت مولانا صاحب اپنی دنیوی مصروفیات کے ساتھ علمی اور دینی میدان میں بھی سرگرم عمل تھے۔ آپ کو قرآن مجید سے عشق تھا اور اپنی تمام زندگی درس قرآن مجید دیتے رہے جس میں لوگ شامل ہوتے اور استفادہ کرتے۔ بہت سے لوگ جماعت میں ان کے درس کے ذریعہ داخل ہوئے۔ محترم قاضی محمد یوسف صاحب ان کے شاگرد خاص تھے۔ اس بارہ میں انہوں نے آپ کے متعلق تحریر فرمایا:

''حضرت مولانا نماز پنجگانہ کے سختی سے پابند تھے، تہجد خوانی، قرآن خوانی، قرآن دانی اور عامل بالقرآن بزرگ تھے۔ دعائے مستجاب کے مالک تھے۔ دیانت، تقویٰ حیا اور غض بصر کے اوصاف حمیدہ سے مالا مال تھے۔''[1]

حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب مجسم تبلیغ تھے۔ آپ کی تبلیغ اور اسوہ سے متاثر ہو کر متعدد لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ مولانا صاحب کو یہ بھی خصوصی اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے ہی ذریعہ صوبہ سے ملحقہ ملک افغانستان میں احمدیت کا نفوذ ہوا۔ اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ حکومت ہند اور حکومت افغانستان نے ڈیورنڈ لائن کے تصفیہ کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔ حکومت ہند کی طرف سے نواب سر عبدالقیوم ممبر تھے جو مکرم مولانا صاحب کے شاگرد تھے اور وہ آپ کی علمی اور دینی شخصیت کے مداح تھے۔ ایک رنگ میں وہ مولانا صاحب کے زیر تبلیغ تھے۔ ان ایام میں حضور کی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' طبع ہو کر مولانا کو پہنچی تھی۔ انہوں نے یہ کتاب نواب صاحب کو دی کہ وہ اس کتاب کو کسی مناسب افغان ممبر کو مطالعہ کے لئے دے دیں۔ غالباً مولانا صاحب کی یہ بھی نیت ہوگی کہ اس طرح نواب صاحب بھی اس کو دیکھ کر پڑھ لیں گے۔ نوابزادہ صاحب نے اس ارشاد کی تعمیل کی اور حکومت افغانستان کے ایک نمائندہ سید عبداللطیف صاحب کو ان کی دینداری اور اسلام سے دلچسپی کے پیش نظر یہ کتاب مطالعہ کے لئے دے دی۔ بظاہر یہ معمولی بات تھی لیکن خدا تعالیٰ کی

---

[1] تاریخ احمدیہ سرحد۔ صفحہ ۳۷

خاص تقدیر کام کر رہی تھی اور اس طرح افغانستان میں احمدیت کے نفوذ کا راستہ کھل گیا۔اس کتاب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر مکرم سید صاحب خود اور ان کے شاگرد احمدی ہوئے۔اس کے بعد وہ قادیان تشریف لے گئے اور چند ماہ حضور کی صحبت میں رہ کر واپس افغانستان آئے۔واپسی پر ان کو روایتی علماء کی بے پناہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔انہوں نے جماعت کے لئے غیر معمولی مشکلات برداشت کیں اور بالآخر اپنی جان اس راہ میں قربان کردی۔اس سے قبل ان کے شاگرد مکرم عبدالرحمن صاحب بھی شہید کر دیئے گئے تھے۔اس طرح انہوں نے تاریخ احمدیت میں عظیم اور بے مثال قربانی کی داستان رقم فرمائی۔دشمن نے اگرچہ ظاہری لحاظ سے وہاں جماعت کا خاتمہ کر دیا مگر ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ یہ شہادت رائیگاں نہیں جائے گی بلکہ اپنے وقت پر آپ کا خون رنگ لائے گا اور یہ سرزمین احمدیت کے نور سے منور ہوگی۔بہرحال اس بارہ میں حضرت مولانا صاحب کی خدمات کو ہرگز فراموش نہیں کیا جا سکتا اور ان کا ذکر رہتی دنیا تک تازہ رہے گا اور مولانا کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔وماذالك على الله بعزيز۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا صاحب کا ذکر متعدد رنگ میں فرمایا ہے۔ ۱۸۹۶ء میں جب ۳۱۳ رفقاء کی فہرست تیار کی گئی۔اس میں آپ کا نام نامی شامل ہے۔اسی طرح ۱۹۰۶ء میں جب حضور نے صدر انجمن کی بنیاد رکھی تو جن چودہ افراد کو اس انجمن کی ممبری کے لئے منتخب فرمایا ان میں حضرت مولانا موصوف شامل تھے۔

جب ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی تو مولانا پشاور سے ۲۰ کے قریب افراد لے کر قادیان گئے اور خلافت اولیٰ کے انتخاب میں شرکت کی۔اسی طرح جب ۱۳/مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات ہوئی اور خلافت ثانیہ کا انتخاب ہوا اور مکرم مولوی محمد علی صاحب نے بیعت کی بجائے لاہور میں جا کر الگ جماعت قائم کر لی۔مولانا صاحب نے شروع میں مولوی محمد علی صاحب کا ساتھ دیا لیکن بالآخر خلافت ثانیہ سے وابستہ ہو گئے۔بیعت سے قبل ایک دفعہ آپ دسمبر ۱۹۲۸ء کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے قادیان

گئے۔ پھر خلافت جوبلی کے تاریخی موقع پر دسمبر ۱۹۳۹ء قادیان تشریف لے گئے۔ اس موقع پر انہوں نے خداتعالیٰ کی ''فعلی شہادت'' اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کی اور جماعت کی ترقی دیکھ کر بیعت کا فیصلہ فرمایا اور ۲۲/جنوری ۱۹۴۰ء میں آپ نے خلافت ثانیہ سے تجدید بیعت کی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے نظام وصیت میں شمولیت کی۔ قریباً ۲ ماہ قادیان کی برکات سے متمتع ہونے کے بعد ۱۸/فروری ۱۹۴۰ء کو بذریعہ موٹر پشاور روانہ ہوئے۔ اس سفر میں صاحبزادہ عبدالرحمن صاحب کے علاوہ محترم ملک محمد عبداللہ صاحب مولوی فاضل بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت مولوی صاحب بالآخر نومبر ۱۹۴۲ء کے آخر میں مستقل طور پر ہجرت کر کے قادیان آ گئے اور بالآخر یکم فروری ۱۹۴۳ء کو انتقال کیا۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ خاص میں ہوئی۔

❁

حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی صاحب

محترم قاضی محمد یوسف فاروقی صاحب بلا مبالغہ نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں جماعت احمدیہ کے قیام اور استحکام کے لئے ان کی خدمات بے مثال ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قاضی صاحب مرحوم اور جماعت احمدیہ خیبر پختونخواہ لازم وملزوم ہیں کیونکہ آپ کی تمام تر زندگی صرف جماعت کے لئے وقف تھی۔ اس میدان میں آپ کے اساتذہ مکرم مرزا محمد اسماعیل صاحب قندھاروی اور خان بہادر مولانا غلام حسن صاحب تھے۔ ان کے لگائے ہوئے احمدیت کے اس پودہ کی آبیاری اور اس کو تناور درخت بنانے میں محترم قاضی صاحب مرحوم کی محنت اور کوشش کا بہت بڑا دخل ہے۔

خداتعالیٰ نے محترم قاضی صاحب کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ کو اردو، فارسی اور پشتو زبانوں پر عبور حاصل تھا اور ان زبانوں میں نثر اور نظم میں بلا تکلف لکھتے چلے جاتے۔ ان کی چھوٹی بڑی یکصد کتب اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کی۔

آپ نے اپنی ان کتب میں عیسائیوں، مسلمانوں اور غیر مبائعین کے مابین تمام متنازعہ امور پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور صحیح اسلامی نقطہ کو اُجاگر کیا۔ آپ کا منظوم کلام درعدن اور درِّ منثور کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ غرض تبلیغ حق کے لئے آپ نے امام الزمان کی تقلید میں ہر طریق اختیار کیا۔ آپ نے کسی دینی درسگاہ سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی بلکہ اپنی ذاتی کوشش اور امام مہدی علیہ السلام کے علم کلام کی برکت سے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔

محترم قاضی صاحب ۲۸ رشوال ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۸۸۴ء مکرم قاضی محمد صدیق صاحب کے ہاں ہوتی مردان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت عمرؓ کے خاندان سے ملتا ہے اور اسی نسبت سے فاروقی کہلاتے تھے۔ اس لحاظ سے دین حق کی قبولیت اور اس کی تبلیغ کا شوق آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔

آپ کی ابتدائی دینی تعلیم اور فارسی زبان سیکھنے کی تعلیم گھر پر ہوئی۔ اس کے بعد جب آپ بارہ سال کے تھے تو ۱۸۹۶ء میں مشن ہائی سکول میں داخل ہوئے ۔ ۱۹۰۱ء میں اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں داخل ہو کر قرآن کریم باترجمہ شروع کیا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ہی آپ کا تعارف احمدیت سے ہوا اور کتاب ''ازالہ اوہام'' پڑھنے کا موقع ملا۔ پھر ۱۵ رجنوری ۱۹۰۲ء میں جبکہ آپ ابھی اٹھارہ برس کے تھے آپ نے اپنے انگریزی کے استاد منشی خادم حسین بھیروی احمدی کی تحریک پر بذریعہ خط بیعت کی اور اس سال دسمبر میں جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان جا کر حضور کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ انہی ایام میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید اپنے چند رفقاء کے ساتھ قادیان میں موجود تھے اور آپ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ قادیان سے واپس آ کر جب آپ نے جماعت کی تبلیغ شروع کی تو تمام سکول اور شہر میں آپ کی شہرت پھیل گئی۔ پشاور میں آپ کا رابطہ مرزا محمد اسماعیل صاحب قندھاروی اور خان بہادر غلام حسن خان صاحب سے بہت قریبی تھا۔ ان کی صحبت اور درس قرآن کریم میں شمولیت سے آپ کے اندر مزید نکھار پیدا ہوا۔

ان ایام میں ملک میں انگریزی حکومت تھی اور امن وامان کی حالت بہتر تھی۔آپ برملا سکولوں اور کالجوں میں دعوت الی اللہ کرتے۔ان کی مساعی سے متعدد طلباء جماعت کی طرف مائل ہوئے جن میں سے میاں شہاب الدین طالب علم مشن کالج پشاور قابل ذکر ہیں۔میاں صاحب جو کہ جماعت کی معروف شخصیت محترم میاں حسام الدین بارایٹ لاء کے والد ہیں بعد میں محترم قاضی صاحب کے ساتھ بطور نائب امیر بھی رہے۔

اسی طرح محترم قاضی صاحب شاہی باغ پشاور میں کھلے بندوں مذہبی مباحثات فرماتے۔اسی بناء پر متعدد روحوں کو جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔جن میں مرزا شربت علی اور مکرم محمد یعقوب خان صاحب آف پیر پیائی جو بعد میں اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور اور اخبار لائٹ کے ایڈیٹر رہے،قابل ذکر ہیں۔

محترم قاضی صاحب کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں کئی بار قادیان جانے کا موقع ملا۔حضور کی وفات کے موقع پر بھی اس وفد میں شامل تھے جو خان بہادر غلام حسن خان صاحب کی قیادت میں قادیان گیا۔اس طرح آپ خلافت اولیٰ کے انتخاب میں موجود تھے اور آپ نے دیگر تمام احباب کے ساتھ ۲۷رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مولانا نورالدین کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

مارچ ۱۹۱۴ء میں جب خلیفۃ المسیح الاول کی وفات ہوئی اور خلافت ثانیہ کا انتخاب عمل میں آیا تو اس وقت مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے بیعت خلافت سے اجتناب کیا اور بعد میں لاہور جا کر الگ انجمن کی بنیاد رکھی۔جماعت کی تاریخ میں یہ بہت بڑا واقعہ تھا اور اس نے جماعت کو ہلا کر رکھ دیا۔اس اختلاف کے اثرات بہت گہرے اور دوررَس تھے اور اس کا سب سے زیادہ نقصان صوبہ خیبر پختونخواہ کی جماعت کو پہنچا۔کیونکہ اس جماعت کے روح رواں خان بہادر غلام حسن خاں صاحب تھے اور انہوں نے اس موقع پر مولوی محمد علی صاحب کا ساتھ دیا۔

محترم قاضی صاحب خلافت ثانیہ کے انتخاب میں شامل نہ ہو سکے اور شروع میں آپ نے

غیر مبائعین کا کچھ عرصہ تک ساتھ دیا۔مگر جلد ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور انہوں نے دسمبر ۱۹۱۴ء میں جلسہ کے موقع پر قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر تجدید بیعت خلافت کر لی۔اس پر آپ کے خلاف جماعت پشاور نے شدید ردّعمل کا اظہار کیا اور آپ کا بائیکاٹ کر دیا۔اس نازک موقع پر آپ نے بڑی جرأت کے ساتھ ان سب کا مقابلہ کیا اور آپ نے مرزا عبدالرحیم احمدی کے بالاخانہ واقع جہانگیر پورہ شہر پشاور میں انجمن احمدیہ قادیان کی برانچ قائم کردی۔ان کٹھن حالات میں جبکہ عملاً تمام جماعت خلافت سے الگ ہوچکی تھی۔ خلافت کی برکت اور محترم قاضی صاحب کی غیر معمولی محنت سے آہستہ آہستہ یہ صورتحال بدلنی شروع ہوئی۔محض خدا تعالیٰ کے فضل سے مبائعین کی جماعت بڑھتی چلی گئی۔پشاور میں جماعت کی دو مساجد قائم ہوگئیں اور صوبہ کے تقریباً تمام اہم مقامات پر جماعتیں قائم ہوگئیں۔اس کے برعکس غیر مبائعین روبہ تنزل رہے اور ان کے سب سے بڑے ستون خان بہادر غلام حسن خاں صاحب نے ۱۹۴۰ء میں قادیان جا کر خلافت کی بیعت کر لی۔اس کے ساتھ ہی ان کے متعدد ساتھی جو سعید الفطرت تھے وہ بھی جماعت مبائعین میں شامل ہوگئے۔

بلاشبہ اس عظیم انقلاب کا سہرا مکرم قاضی صاحب کے سر پر ہے کہ جنہوں نے بارش کے پہلے قطرے کا کردار ادا کیا اور خدا تعالیٰ نے ان کی مساعی کو نوازا۔

اس علاقہ میں جماعت کی بڑھتی ہوئی ترقی کے پیش نظر مخالفت ایک لازمی امر تھا۔اندرونی مخالفت کے علاوہ مسلمانوں میں مجلس احرار کے نام سے ایک تنظیم مذہبی لبادہ اوڑھ کر جماعت کے خلاف سرگرم عمل تھی۔اسی تنظیم کے ایک فرد عبدالعزیز احراری نے ۹رجون ۱۹۳۵ء کو پشاور میں قصہ خوانی بازار میں پستول سے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر بچایا اور قاتل کو نو سال کی سزا ہوئی۔

مکرم قاضی صاحب کو مرکز کی طرف سے پشاور کے علاوہ تمام صوبہ کا صوبائی امیر مقرر کیا۔ آپ نے بفضلہٖ تعالیٰ تمام صوبہ میں جماعت کی ترقی کے منصوبے بنائے۔مختلف مقامات پر

مساجد کی تعمیر کا انتظام کیا۔ آپ اس علاقہ کے تمام افراد کے خاص طور پر غمی وخوشی کے مواقع پر خود حاضر ہوتے۔ ایسے کئی مواقع پر خاکسار بھی آپ کے ساتھ گیا اور میں نے یہ دیکھا کہ عمر کے اس آخری حصہ میں آپ پبلک بسوں پر تکلیف دہ سفر کر کے پہنچ جاتے اور افراد جماعت کی ڈھارس بنتے۔ آپ کے یہ ذاتی تعلقات افراد جماعت کو باہم مربوط رکھنے میں بہت مفید ثابت ہوئے۔

محترم قاضی صاحب کو خدا تعالیٰ نے دو بیویوں سے اولاد عطا فرمائی۔ جن میں سے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں زندہ رہیں۔

آپ کی دو بیٹیاں مکرم خواص خاں صاحب کے دو بیٹوں مکرم خلیل احمد صاحب انجینئر اور مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کے ساتھ بیاہی گئی تھیں۔ آپ کے ایک بیٹے میجر بشیر احمد صاحب جن کی شادی مکرم خواص خان صاحب کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ ۱۹۶۵ء میں کشمیر کے محاذ پر شہید ہوئے۔ آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے مکرم قاضی مسعود احمد صاحب آج کل امریکہ میں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیوی حسنات کے ساتھ دینی صفات سے بھی نوازا ہے اور آپ اپنے والد کے صحیح جانشین ہیں۔ آج کل وہ شکاگو کی امارت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

مکرم قاضی صاحب کو مساجد کی تعمیر سے خاص دلچسپی تھی۔ مردان میں بکٹ گنج میں مسجد کی تعمیر کے لئے آپ نے زمین دی تھی اور آپ کی وفات اسی مسجد میں ہوئی۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے ایک بجے کے قریب مسجد میں پہنچے۔ حسب معمول آپ نے نماز جمعہ کے لئے مسجد کے انتظامات فرمائے۔ نماز کے لئے آنے والے احباب کے لئے کنویں سے پانی نکال کر حوض میں ڈالا اور خود وضو کر کے سنتوں اور نوافل کی ادائیگی کے لئے مصروف تھے اور سجدہ میں تھے کہ آپ کو دل کا دورہ پڑا اور اسی حالت سجدہ میں آپ وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ کے گھر میں اور سجدہ کی حالت میں وفات نہایت ہی شاندار اور قابل رشک انجام ہے۔ ۴ / جنوری ۱۹۶۳ء کو وفات پائی اور ۵ / جنوری کو آپ کی نمازِ جنازہ کثیر تعداد میں احباب نے ادا کی اور آپ کے آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

❁

حضرت ماسٹر فقیر اللّٰہ صاحب

مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب ۲۴ ؍جون ۱۸۷۶ء میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد منشی امام بخش صاحب پشاور کے ایک مشہور اور قابل اپیل نویس تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم قرآن کریم کے پڑھنے سے شروع ہوئی جو آپ نے مختلف قاری حفاظ سے پڑھا۔ تقریباً آٹھ سال کی عمر میں مشن سکول میں داخل ہوئے اور ابھی ساتویں کلاس میں تھے کہ آپ کے والد صاحب کی وفات کی وجہ سے تعلیم متاثر ہوئی۔ تاہم ۱۸۹۵ء میں اسلامیہ سکول پشاور سے مڈل پاس کیا اور ضلع بھر میں دوم رہے اور آپ کو وظیفہ بھی ملا اور آپ گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل ہو گئے اور انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔

جن دنوں آپ مڈل سکول کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے آپ کا تعارف ایک شخص پادری عزیز الدین سے ہوا جو پٹھان تھا اور مسلمان سے عیسائی ہوا تھا۔ وہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بعض اعتراضات کرتا جس کے جواب کے لئے آپ اپنے علماء سے رجوع کرتے مگر وہ بجائے جواب دینے کے اُلٹا آپ پر ناراض ہوتے اور پادری صاحب سے بات کرنے سے منع کرتے۔ اس وجہ سے آپ کے دل میں اسلام کے متعلق شبہات پیدا ہونے لگے۔ اسی اثناء میں کسی نے آپ کو مولانا غلام حسن صاحب کے متعلق بتایا چنانچہ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعتراضات پیش کئے۔ مولانا صاحب نے ایسے جواب دیئے کہ تمام شبہات دور ہو گئے اور پادری صاحب جن کو وثوق تھا کہ آپ عیسائی ہو جائیں گے، اب آپ سے مایوس ہو گئے۔ اس عرصہ میں آپ نے مولانا صاحب سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ پھر ان سے ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''ازالہ اوہام'' لے کر پڑھی اور حضور کی صداقت کا یقین ہونے پر ۱۸۹۵ء میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس کے بعد اگلے سال انٹرنس کا امتحان دینے کے بعد آپ قادیان گئے اور وہاں حضور کے دست مبارک پر بیعت سے شرفیاب ہوئے۔

۱۸۹۸ء میں قادیان میں مدرسہ تعلیم الاسلام کھولا گیا جو پہلے صرف پانچویں جماعت تک تھا پھر آہستہ آہستہ ہائی سکول بن گیا۔اس مدرسہ میں مکرم ماسٹر صاحب کو بطور مدرس اور ہیڈ ماسٹر خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔اس بناء پر ''ماسٹر'' کا لاحقہ آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے استاد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔۱۹۰۶ء میں آپ نے دفتر ریویو آف ریلیجنز میں بطور ہیڈ کلرک کام کیا اور ایک عرصہ تک آپ صدر انجمن احمدیہ کی انتظامیہ کے مختلف شعبوں کے ممبر بھی رہے۔

خلافت اولیٰ کے دور میں بھی آپ جماعت کے مختلف شعبوں میں بطور کلرک اور سپرنٹنڈنٹ دفاتر کام کرتے رہے۔اپنے اصلی فرائض کے علاوہ آپ بطور مدرس ریاضی بھی کام کرتے رہے۔اس طرح آپ صدر انجمن احمدیہ کے بطور امین انتظامیہ کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔

خلافت ثانیہ کے انتخاب کے موقع پر آپ نے بیعت نہ کی۔حالانکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی آخری بیماری کے ایام میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الاول فوت ہو گئے ہیں اور حضرت میاں محمود احمد صاحب ان کی جگہ خلیفہ ہوئے ہیں۔اس خواب کے باوجود آپ اپنے استاد مولانا غلام حسن خان صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے زیر اثر جماعت لاہور سے منسلک ہو گئے۔لیکن طبعی شرافت کی بناء پر کبھی جماعت قادیان کے خلاف زبان درازی نہ کی۔عجیب بات یہ ہے کہ آپ کی اہلیہ نے بیعت کر لی اور وہ اپنا چندہ قادیان بھجواتی تھیں۔آپ نے کبھی ان کو منع نہیں کیا تھا۔آپ کا یہ احترام اور ذاتی شرافت بالآخر آپ کو قادیان لے آئی۔اور جماعت لاہور سے تیس سال وابستہ رہنے کے بعد آپ ۱۰/مارچ ۱۹۴۴ء کو جمعہ کے دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

بیعت کے بعد قادیان میں اور بعد میں ربوہ میں آپ جماعت کے مختلف شعبوں میں کام کرتے رہے۔ایک عرصہ تک آپ افسر امانت تحریک جدید کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔اسی خدمت کے عرصہ میں آپ نے اگست ۱۹۶۵ء میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں

مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۹ سال تھی۔

آپ کو خدا تعالیٰ نے کثیر اولاد سے نوازا۔ آپ کی اولاد میں لڑکوں میں سے مکرم کیپٹن نعمت اللہ صدیقی صاحب اور رضاء اللہ صاحب جماعت مبائعین میں شامل ہوئے۔ مکرم کیپٹن صدیقی صاحب جماعت فلاڈلفیا امریکہ سے منسلک ہیں۔ آپ کے دونوں بیٹے عزیزم مبارک احمد صدیقی صاحب اور منور احمد صدیقی صاحب جماعت فلاڈلفیا کے فعال ممبر ہیں۔ حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب کی ایک بیٹی محترم طاہرہ نسیم صاحبہ اہلیہ میاں عطاء اللہ نسیم بھیروی صاحب بھی مبائعین میں شامل تھیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

ملک مدار شاہ صاحب اور ملک عادل شاہ صاحب

ملک مدار شاہ اور ملک عادل شاہ دونوں بھائی تھے اور ان کے والد مکرم ملک معظم دین تھے جو نسلاً مخدوم زئی افغان تھے۔ ان کا تعلق موضع ترنگزئی سے تھا جو کہ چارسدہ سے صرف پانچ میل کے فاصلہ پر تھا۔

ملک عادل شاہ تک احمدیت کا پیغام صاحبزادہ فضل حق کے ذریعہ پہنچا۔ پھر انہوں نے اپنے بھائی ملک مدار شاہ کو تبلیغ کی اور وہ بھی احمدی ہو گئے۔ دونوں بھائیوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

دونوں بھائی قدآور، قوی ہیکل اور رعب دار تھے۔ ان کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ جب ۱۹۰۸ء میں جماعت کی طرف سے ایک وفد تشکیل دیا گیا تا کہ فنانشل کمشنر جو قادیان کے دورہ پر آرہا تھا کو خوش آمدید کہے۔ یہ وفد احمدی رؤساء اور معززین پر مشتمل تھا اور یہ دونوں بھائی اس وفد کے ممبر تھے۔

ملک مدار شاہ کی وفات تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں جولائی ۱۹۲۴ء کو ہوئی۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ الحاج محمد اکبر خاں عرف شاہ جی اور سعد اللہ خان۔ الحاج اکبر خان اپنے والد کی طرح

با اخلاق، صالح اور غیور تھے۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں حج بیت اللہ کیا۔ آپ کے بھی دو بیٹے بشیر احمد اور فضل اکبر تھے۔ ان کی وفات ۹ ستمبر ۱۹۵۶ء کو پشاور لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں ہوئی اور ترنگزئی میں مدفون ہوئے۔

ملک عادل شاہ نے بڑی لمبی عمر پائی۔ تقریباً ۱۰۰ سال کی عمر میں ۲۷ نومبر ۱۹۴۸ء کو فوت ہوئے۔ ان کے بھی دو بیٹے ملک محمد عمر خاں اور محمد اکبر خان ہیں۔

حضرت خانزادہ امیر اللہ خان آف اسماعیلہ

جماعت احمدیہ خیبر پختونخواہ میں ضلع صوابی کے موضع زیدہ، اسماعیلہ اور ٹوپی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ان مواضع سے بعض سعید فطرت روحوں نے باوجود وسائل کی کمی کے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کیا اور کٹھن سفر طے کر کے قادیان گئے۔ وہاں حضور کی زیارت کی اور ان کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

موضع اسماعیلہ سے ایسے خوش قسمت انسان حضرت خانزادہ امیر اللہ خان صاحب تھے جنہوں نے ۱۹۰۴ء میں پہلے حضور کی خدمت میں بیعت کے لئے خط تحریر کیا غالباً اگلے سال مولانا غلام حسن خان صاحب کے ساتھ جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کا قیام مسجد مبارک کے نیچے والے کمرہ میں تھا۔ اس موقع پر مکرم خواجہ کمال الدین نے پشاور اور مردان وغیرہ سے آنے والے افراد کے لئے خصوصی ملاقات کا انتظام کیا۔ اس طرح آپ کو دستی طور پر حضور کی بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔

خانزادہ صاحب کو دوسری مرتبہ قادیان جانے کا موقع اس طرح ملا کہ قادیان میں فنانشل کمشنر دورہ پر آ رہے تھے۔ ان کے استقبال کے لئے صوبہ کی نمائندگی کے لئے آپ کو دعوت دی گئی۔ اس موقع پر بھی آپ کو حضور سے شرف مصافحہ کا موقع ملا۔

مکرم خانزادہ امیر اللہ خان صاحب کے والد خانزادہ خداداد خاں تھے۔ان کی اولاد میں سے خانزادہ امیر اللہ خان صاحب اوران کے دو بھائیوں خانزادہ لیفٹیننٹ تاج محمد خاں صاحب اور خانزادہ شیر محمد صاحب کواحمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

خانزادہ امیر اللہ خان صاحب کواحمدیت کا پیغام کیسے ملا اس کے متعلق حضرت قاضی محمد یوسف صاحب نے یہ لکھا ہے کہ اسماعیلہ سے بابو محمد دلاور خان نے سب سے پہلے جولائی ۱۹۰۳ء میں احمدیت قبول کی لیکن ان کو قادیان جانے کا موقع نہ ملا البتہ سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی گورداسپور میں زیارت کا موقع ملا۔پھر بابوصاحب کے ذریعہ ہی خانزادہ امیر اللہ خان اوران کے بھائی تاج محمد خان مولوی عطاء اللہ صاحب، عالمگیر خان اور محمد عجب خان خلف خواجہ محمد صاحب کومکرم قاضی صاحب نے تبلیغ کی اور یہ سب حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔

حضرت امیر اللہ خان صاحب رؤیا وکشوف بزرگ تھے۔علاقہ کے لوگ ان سے دعاؤں اور تبرکات کے لئے کثرت سے آتے۔احمدیت نے ان کے اندر کی حالت یکسر بدل دی تھی۔یہی وجہ ہے کہ صوبہ میں ان کے خاندان کو یہ نمایاں حیثیت حاصل ہے کہ ان کے اکثر افراد خاندان کے اندر احمدیت رچی بسی ہے۔ان کے نواسے خانزادہ خورشید خان ساکن کنٹھی نے اپنے نانا کے پہلی دفعہ قادیان جانے اور سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے ملاقات کا واقعہ جوانہوں نے لوگوں سے بیان کیا اور خاندان میں مشہور ہے کچھ یوں بیان کیا ہے:

''میں جونہی مسجد مبارک میں داخل ہوا اور میری پہلی نظر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے چہرہ پر پڑی۔تو مجھ پر نہایت اضطراب اور جوش کی حالت طاری ہوئی۔ مجھے برسوں پہلے دیکھی ہوئی وہ خواب یاد آگئی جس میں بعینہٖ اسی حلیہ اوراس پگڑی اوراسی طرح نورانی چہرہ کا شخص دیکھا تھا۔چنانچہ میں بے ساختہ دوڑ کر حضور کے ہاتھ کو چومنے لگا اور دیوانوں کی طرح کہنے لگا: اے مسیح خدا السلام علیکم

نہ جانے یہ الفاظ میں نے کتنی بار کہے۔اس پر حضور نے نہایت شفقت سے میرے کندھے

پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

آپ بیٹھیں اور تسلی سے آرام کریں

اس طرح قادیان میں میرا قیام بہت اچھا گزرا۔''

حضرت امیر اللہ خان صاحب نے لمبی عمر پائی۔تقریباً پچاسی برس کی عمر میں ۹ رفروری ۱۹۶۴ء میں وفات پائی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت خانزادہ صاحب نے اپنے بیٹے خانزادہ عبدالرحمن خان کو اپنی بیٹی کی شادی برادرم مکرم بشیر احمد رفیق سابق امام مسجد لندن سے کرنے کے لئے تحریک فرمائی اور یہ بتایا کہ یہ شادی خاندان کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوگی۔الحمدللہ اس رشتہ سے احمدیت اس خاندان میں مزید راسخ ہوگئی۔

حضرت مولوی معین الدین صاحب

مکرم مولانا چراغ دین صاحب کے والد مولوی معین الدین صاحب مرحوم ۱۸۶۵ء میں موضع کوٹ جھونگڑہ تخت بائی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔آپ ابھی بچہ ہی تھے کہ آپ کے والد خاندانی دشمنی کی بناء پر کسی کو قتل کر کے کابل کی طرف بھاگ گئے۔اس وجہ سے حکومت نے آپ کی تمام جائیداد ضبط کر لی اور اس لئے آپ کی ابتدائی تعلیم بہت متاثر ہوئی۔دشمنوں نے آپ کو قتل کرنے کے کی نیت سے اغوا کرلیا مگر ہر موقع پر آپ معجزانہ طور پر بچتے رہے۔آپ نے ان مشکل حالات کے باوجود دینی تعلیم حاصل کی۔

مولوی معین الدین صاحب کی عمر جب 20 سال کی ہوئی تو آپ اپنے گاؤں تخت بائی سے ایک دوسرے نزدیکی گاؤں ''پاتے ٹکر'' میں چلے گئے۔یہاں میاں خاندان کے افراد تھے اور آپ ان کی مسجد میں بطور خطیب کام کرتے رہے۔مولوی صاحب کے بھائی عبدالمطلب کو بعض ذرائع سے احمدیت کا پیغام ملا اور وہ احمدی ہو گئے۔لیکن وہ جلد فوت ہو گئے۔وہ لاولد تھے۔اس

لئے ان کی جائیداد جن میں سلسلہ احمدیہ کی کتب بھی تھیں وہ ان کو مل گئیں۔ آپ نے ان کتابوں کو پڑھنا شروع کیا اور مردان آنا جانا شروع کیا اور وہاں پر بعض معروف احمدیوں سے احمدیت کے متعلق مزید معلومات حاصل کیں۔ ان بزرگوں میں مکرم میاں محمد یوسف صاحب، میاں محمد حسن صاحب اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ غالباً ان کے ہمراہ پہلی دفعہ ۱۹۰۲ء میں قادیان تشریف لے گئے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت سے مشرف ہوئے۔

قادیان سے واپس آنے کے بعد ایک ہفتہ تک اسی مسجد میں امامت کرتے رہے۔ لیکن اپنی بیعت کا ذکر نہ کیا۔ لیکن آپ نے مناسب سمجھا کہ مقتدیوں کو اس کے متعلق اطلاع دے دینی چاہئے۔ چنانچہ ایک دن مغرب کی نماز کے بعد آپ نے اس امر کا اعلان کر دیا کہ وہ احمدیت قبول کر چکے ہیں اور یہی اصل اسلام ہے اس لئے آپ سب کو بھی اسے قبول کر لینا چاہئے۔ لیکن جیسے توقع تھی لوگوں نے شدید مخالفت کی اور آپ اس گاؤں کو چھوڑ کر اپنے گاؤں موضع کوٹ جونگڑا میں آ گئے اور یہاں سکونت اختیار کر لی۔ لیکن یہاں بھی مخالفت شروع ہوگئی اور آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔ ایک موقع پر آپ نے بتایا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور معافی مانگنے لگا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اسے آپ کے قتل کے لئے بھیجا گیا مگر راستہ میں اس کا ٹانگہ دو دفعہ اُلٹ گیا۔ اس لئے وہ اس ارادہ سے رُک گیا اور معافی کا طلبگار ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ پر کلہاڑی سے وار کیا اور آپ شدید زخمی ہو گئے اور علاج سے جانبر ہو گئے۔

آپ ہر جمعہ کو مردان نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے جاتے۔ جب وہاں کے احمدیوں کو معلوم ہوا کہ آپ کی گاؤں میں شدید مخالفت ہے تو انہوں نے ان کی مردان میں رہائش کا انتظام کر دیا۔

مکرم مولوی معین الدین صاحب کے ہاں دو بیٹے مولوی چراغ دین ۱۹۰۴ء میں اور غلام محی الدین ۱۹۰۶ء میں آپ کی قبولِ احمدیت سے پہلے پیدا ہوئے۔ باقی بعد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے سب بیٹوں کو قادیان میں تعلیم کے لئے بھیج دیا جن میں سے مکرم مولوی چراغ دین

صاحب اور مکرم عبدالرحمن صاحب نے مولوی فاضل پاس کرلیا۔

مردان میں آپ امام الصلوٰۃ رہے۔ مسجد کی صفائی خود اپنے ہاتھوں سے کرتے۔ چندوں اور تحریک جدید میں باقاعدہ تھے۔ آپ کی تمام اولاد در اولاد خادم دین ہے۔ آپ یکم جون ۱۹۵۰ء میں فوت ہوئے۔ تدفین مردان میں عمل میں آئی۔ بوجہ موصی ہونے کے کتبہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں لگا ہوا ہے۔

حضرت مرزا غلام رسول صاحب

حضرت مرزا غلام رسول صاحب مرحوم ان خوش نصیب رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے ہیں۔ جن کو اپنے طالب علمی کے زمانہ اور اوائل جوانی میں بیعت کی توفیق ملی۔ اگرچہ آپ کا تعلق پنجاب سے تھا لیکن اپنی ملازمت کا طویل عرصہ پشاور اور ایبٹ آباد میں گزارا اور یہاں پر ہی مستقل سکونت اختیار کر لی اور اُن کو صوبہ خیبر پختونخواہ میں احمدیت کی تبلیغ اور خدمت کا نادر موقع ملا۔ ان کی احمدیت سے وابستگی اتنی شدید تھی کہ ان کا نام اور کام انمٹ نقوش چھوڑ گیا۔ نیز ان کے بعد ان کی تمام اولاد بھی صوبہ سرحد میں احمدیت کی خدمت میں کوشاں رہی اور اب بھی کئی افراد خدمت میں مصروف ہیں۔ چنانچہ مرزا مقصود احمد صاحب اور مرزا عبدالحفیظ صاحب پشاور اور نوشہرہ جماعتوں کے امراء کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ مرزا صاحب کے چھوٹے بھائی مرزا غلام حیدر صاحب ایڈووکیٹ ایک لمبے عرصہ تک نوشہرہ جماعت کے پریذیڈنٹ رہے اور اپنی سچائی اور دیانت کے لحاظ سے تمام علاقہ میں مثالی احمدی ہونے کے وجہ سے معروف تھے۔

مکرم مرزا غلام رسول صاحب کی پیدائش ۱۸۸۳ء میں ضلع گجرات کے ایک چھوٹے قصبہ پھالیہ میں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم بھی یہاں ہی ہوئی۔ آپ نہایت ذہین اور ہونہار طالب علم تھے اور مڈل کے امتحان میں صوبہ بھر میں آپ نے اولین پوزیشن حاصل کی۔ میٹرک پاس کرنے

کے بعد آپ نے اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جبکہ لاہور میں حضور کے دعویٰ میسحیت کا بڑا چرچا تھا۔ آپ فطرتاً نیک تھے۔ اپنے اسی طالب علمی کے زمانہ میں آپ قادیان تشریف لے گئے تا کہ خود دیکھ کر فیصلہ کر سکیں۔ حضور کی ملاقات اور اور صحبت کا بہت گہرا اثر ہوا اور آپ نے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔ نوجوانی میں بیعت کا جو عہد کیا اسے تمام زندگی نہایت وفاداری سے نبھایا۔

اسلامیہ کالج لاہور میں بی۔ اے تک تعلیم حاصل کرتے رہے لیکن مالی مشکلات کی بناء پر اسے مکمل نہ کر سکے۔ کچھ عرصہ کے لئے آپ قادیان چلے گئے اور وہاں ہائی سکول میں مدرس کے طور پر کام کیا۔ اس کے بعد تلاش معاش میں صوبہ سرحد میں چلے گئے اور پشاور میں گورنمنٹ ہائی سکول میں بطور انگلش ٹیچر ملازمت اختیار کر لی۔ اگرچہ آپ کی سروس زیادہ عرصہ کے لئے نہ تھی تاہم اس بناء پر ماسٹر کا لاحقہ مستقل طور پر آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔ آپ کے بہت سے شاگرد جو بعد میں اعلیٰ رتبوں تک پہنچے آپ کو اسی لاحقہ سے یاد کرتے تھے۔

اس زمانہ میں سرکاری ملازمت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے آپ نے سیشن جج کے ریڈر کی حیثیت سے کام شروع کر دیا اور اس طرح مستقل طور پر اپنی سکونت پشاور میں اختیار کر لی۔ آپ نے اس کام کو پوری دیانت داری اور محنت سے کیا جس کی وجہ سے تمام افسران آپ کے معتقد تھے اور سب آپ کے بلند اخلاق کے دلی طور پر معترف تھے۔ اس صوبہ میں بہت سی اہم شخصیات جن مین خاں عبدالقیوم خان وزیراعلیٰ سرحد، سردار عبدالرب نشتر اور سردار اورنگزیب (جو مشہور مسلم لیگی لیڈر تھے) نے اپنے کیریئر کا آغاز آپ کے زیر اثر کیا اور آپ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور پیار اور عزت سے ماسٹر صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔

دنیوی لحاظ سے اتنی عزت حاصل ہونے کے باوجود آپ منکسر المزاج اور سادہ تھے۔ دین کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہتے۔ جب ۱۹۲۲ء میں ہندوؤں نے ملکانہ کے علاقہ میں شدھی کی تحریک شروع کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے احباب جماعت کو اس کا مقابلہ کرنے کے

لئے وہاں جا کر تبلیغ کرنے کی تحریک فرمائی۔مکرم مرزا صاحب نے بھی باجود نامساعد حالات کے اس پر لبیک کہا اور اپنی سروس اور اہل وعیال کو چھوڑ کر اس میدان میں پہنچ گئے۔ وہاں پر خدا تعالیٰ کے فضل آپ نے کئی روحوں کو ہندو ہونے سے بچایا۔آپ کا وہاں قیام اس قدر لمبا ہو گیا کہ آپ کی سروس خطرہ میں پڑ گئی اور جوڈیشنل کمشنر نے آپ کی جگہ ایک اور شخص کو سررشتہ دار مقرر کر دیا۔اس صبر آزما دور میں آپ نے دعاؤں کا سہارا لیا اور بفضلہٖ تعالیٰ معجزانہ طور پر نہ صرف بحال ہوئے بلکہ اس تمام عرصہ کی تنخواہ بھی مل گئی۔

جوڈیشنل کمشنر کی عدالت چونکہ گرمیوں میں ایبٹ آباد میں منتقل ہو جاتی تھی۔اس لئے مکرم مرزا صاحب کو وہاں بھی جانا پڑتا اور یہ سلسلہ ان کی ریٹائرمنٹ تک رہا۔چونکہ ایبٹ آباد ایک خوشگوار مقام تھا اس لئے مرکز سے بہت احباب آتے۔آپ ان کی مہمانداری فرماتے اور سب سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتے۔اس لحاظ سے گویا آپ کا گھر ایبٹ آباد جماعت کا مرکز بنا رہتا۔بعد میں آپ نے حویلیاں روڈ پر اپنا ایک چھوٹا گھر بھی تعمیر کروایا۔

مکرم مرزا صاحب کی زندگی میں احمدیت نے ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔آپ دنیا اور اس کے کاموں میں مصروف ہوتے بھی ایک الگ دنیا میں رہتے تھے۔آپ کی نیکی اور تقویٰ کے اپنے اور پرائے سبھی معترف تھے۔درحقیقت آپ ''دست بکار دل بیار'' کی زندہ مثال تھے۔آپ کی سیرت کے متعلق مکرم مرزا مقصود احمد صاحب نے لکھا:

''والد صاحب ایک لحہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے نہ چوکتے۔اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، چلتے پھرتے بس حمد میں فنا رہتے۔اللہ تعالیٰ سے ان کا گہرا رابطہ تھا۔ ان کے مسجد میں گھنٹوں لمبے سجدے ہوتے۔کسی نے پوچھا آپ اتنے لمبے سجدے کیوں کرتے ہیں۔جواب میں فرمایا کہ جب تک دعا کا جواب نہ آجائے کیسے سر اُٹھاؤں۔والد صاحب مستجاب الدعوات تھے۔ان کی قبولیت دعا کے بہت سے واقعات ہیں۔

ایک دفعہ دعا کرتے ہوئے آپ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے سینہ میں نور دیکھا۔ یہ نظارہ انہوں نے ان کے خلیفہ بننے سے تقریباً تیس سال قبل دیکھا تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے مکرم مرزا صاحب کو چار بیٹوں سے نوازا۔ ان کے سب سے بڑے بیٹے مرزا عبدالحفیظ صاحب وکیل تھے اور نوشہرہ میں وکالت کرتے تھے اور نوشہرہ ضلع کی بار ایسوسی ایشن کے عرصہ دراز تک صدر رہے۔ جماعتی لحاظ سے وہ نوشہرہ جماعت کے اہم رکن تھے اور ایک عرصہ تک جماعت کے صدر بھی رہے۔ ان کے دوسرے بیٹے مرزا عبداللہ جان بھی وکیل تھے اور صوبہ بھر کے چوٹی کے وکلاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ وہ سیشن جج کے طور پر ریٹائرڈ ہوئے۔ ان کے تیسرے بیٹے مکرم مرزا مقصود احمد صاحب جماعت احمدیہ پشاور کے امیر اور صوبائی پشاور ضلع کے امیر رہے۔ آپ کے چوتھے بیٹے مرزا بشیر احمد صاحب ہیں جن کی شادی مولانا مکرم ملک سیف الرحمن صاحب مفتی سلسلہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آج کل نوشہرہ جماعت کے صدر ہیں۔

آپ کی ایک بیٹی مکرم مرزا عبدالرحمن صاحب سے اور دوسری پروفیسر صوفی بشارت الرحمن صاحب سے بیاہی گئی تھیں۔

مکرم مولوی صاحب کو درد گردہ کی تکلیف رہتی تھی۔ ایک دن اچانک بیمار ہوئے اور ۱۶ر اکتوبر ۱۹۴۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور احمدیہ قبرستان پشاور میں دفن ہوئے۔

حضرت مرزا محمد رمضان علی صاحب

حضرت مرزا محمد رمضان علی صاحب پشاوری شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب اور حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب سے شاگردی اور روحانی رہنمائی کے زیر اثر جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور ۱۸۹۷ء میں بیعت کی۔

آپ شروع جوانی سے ہی صوفیاء کی صحبت کی طرف راغب تھے۔ اوراپنی اصلاح نفس اورصفائی قلب کے لئے مجاہدات کا آغاز کیا۔ احمدیت میں داخل ہونے کے بعد عبادات اورتقویٰ شعاری میں خوب ترقی کی۔ آپ کے اخلاق حسنہ کی خاموش تبلیغ اور دعاؤں کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے کئی سعید روحوں کو حلقہ بگوش احمدیت ہونے کی توفیق ملی۔ آپ ہی کی وجہ سے آپ کے خالہ زاد بھائی مکرم نذر علی صاحب، مرزا یوسف علی صاحب اور مرزا رجب علی خان صاحب پسران مرزا انوروز علی خان صاحب ۱۹۰۲ء میں احمدی ہوئے۔[1]

مرزا نذر علی صاحب نے شیعہ مسلک کی تردید میں کئی رسائل شائع کئے اور آپ کی تبلیغ سے مرزا شیر علی صاحب خلف مرزا رجب علی صاحب شیعہ سے احمدی ہوئے۔ اسی طرح متعدد افراد آپ کی تبلیغ سے احمدی ہوئے جن میں مرزا محمد سلطان صاحب، مرزا محمد شریف خان صاحب اورصوفی محمد اسماعیل صاحب معروف ہیں۔

مرزا رمضان علی صاحب نسباً فاروقی تھے۔ فطرتاً حلیم الطبع، صوفی منش اور مرنجان مرنج انسان تھے۔ تہجد گزار تھے اور قرآن کریم کی تلاوت بڑے شوق سے کرتے۔

آپ کی اولاد میں سے مرزا نثار احمد فاروقی پشاور جماعت کے اہم فرد تھے۔ آپ کی تمام اولاد ماشاء اللہ جماعت سے منسلک اور فعال ممبر ہیں۔ آپ کے بیٹے مکرم انوار احمد فاروقی لاس اینجلس امریکہ جماعت کے فعال کارکن ہیں۔

حضرت مرزا محمد رمضان علی صاحب کی وفات ۱۸؍جون ۱۹۵۴ء میں ہوئی۔

[1] تاریخ احمدیہ سرحد صہ 71

مولوی عبدالحق صاحب

مولوی عبدالحق صاحب کے والد سید عمر اور دادا عمر خطاب کا تعلق علاقہ غیر سے تھا اور قبیلہ چاغرزئی سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت سید احمد بریلویؒ نے جب ظالموں کے خلاف جہاد کیا تو آپ کے دادا ان کے ساتھ شامل تھے۔ جہاد کے خاتمہ پر آپ اپنے علاقہ میں واپس جانا چاہتے تھے لیکن مانسہرہ کے لوگوں نے آپ کی نیکی اور تقویٰ کی بناء پر ان کو وہاں سے نہ جانے دیا۔ اس لئے آپ علاقہ سسّل ضلع مانسرہ میں رہ گئے۔

عمر خطاب صاحب ایک نیک انسان تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کو بتایا کہ امام مہدی پیدا ہو گئے ہیں اور ابھی چھوٹے ہیں جب دعویٰ کرے تو اسے مان لینا اور اس کو میرا اسلام کہنا۔ اسی بناء پر ان کے بیٹے سید عمر کو جب حضور کے دعویٰ کا علم ہوا تو انہوں نے تحریری طور پر بیعت کر لی۔

سید عمر کے بیٹے عبدالحق غالباً باپ کے کہنے پر قادیان گئے اور وہاں دو تین سال قیام کیا۔ وہ حضور کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ وہاں ہی دینی تعلیم حاصل کی اور کچھ عرصہ تدریس کا بھی کام کیا۔ اس طرح آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

مولوی صاحب کچھ عرصہ قادیان میں رہ کر واپس اپنے علاقہ میں آ گئے اور وہاں ایبٹ آباد کچہری میں عرضی نویسی کا کام شروع کر دیا۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا اور اس سلسلہ میں نڈر تھے۔ لوگوں کی سبّ وشتم کی پرواہ کئے بغیر تبلیغ میں مصروف رہتے۔

آپ بفضلہٖ تعالیٰ صاحب رؤیا وکشوف تھے۔ بہت سے امور کے متعلق خدا تعالیٰ سے خبر پا کر قبل از وقت بتا دیتے اور بفضلہٖ تعالیٰ ویسے ہی ظہور میں آ جاتا۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے ۲ بیٹے عبدالحئی خان (مرحوم) وعبداللہ خان (مرحوم) اور ۲ بیٹیاں ڈاکٹر سیدہ شکور زوجہ ڈاکٹر عبدالشکور غنی اور رشیدہ افضال زوجہ افضال

احمد (مرحوم) اور دوسری بیوی سے ۲ بیٹے اقبال خان وثار خان (مرحوم) اور ایک بیٹی امۃ العزیز زوجہ صادق احمد (مرحوم) ہیں۔

آپ کی وفات ۱۹۸۶ء میں ایبٹ آباد میں ہوئی اور مخالفت کے پیش نظر ان کے بیٹے عبداللہ خان ان کی نعش کو راتوں رات پشاور لے آئے اور ان کو احمدیہ قبرستان شہر میں دفن کیا۔ آپ نے تقریباً ۱۰۰ سال کی عمر پائی۔

حضرت شیخ اللہ بخش صاحب آف بنوں

حضرت شیخ اللہ بخش صاحب ولد شیخ مراد بخش صاحب تقریباً ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد کی دوسری اولاد تھے۔ جو پہلے بیٹے کے بعد کافی دعاؤں سے بارہ سال سے زائد عرصہ کے بعد پیدا ہوئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمہ اکسائز میں انسپکٹر متعین ہوئے۔ نوجوانی کی عمر میں عیسائیت کے مطالعہ سے دین حق کے بارے میں شبہات پیدا ہوئے۔ لیکن خدائے رحیم وکریم نے جلد ہی آپ کی ہدایت کے سامان پیدا فرمائے اور آپ کو ایک احمدی دوست ڈاکٹر علم الدین گجراتی صاحب کے ذریعہ سلسلہ کا لٹریچر پڑھنے کے لئے ملا۔ جب آپ پر حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات عیاں ہوگئی تو آپ نے بلاتوقف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کا خط تحریر کر دیا۔ اس وقت ملازمت کے سلسلہ میں وانا میں تھے۔ جب آپ کی تبدیلی غالباً ۱۹۰۶ء میں بنوں میں ہوئی تو آپ وہاں جانے سے قبل قادیان گئے اور حضور سے ملاقات کے بعد آپ کے دست مبارک پر بھی بیعت کی۔ آپ جب قادیان تشریف لے گئے اور مسجد مبارک میں حضور کو پہلی دفعہ دیکھا تو اس کے متعلق ان کا تاثر یہ تھا:

> ''حضور کا اس کھڑکی سے ورود بعینہٖ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدر کامل اندھیری رات میں نمودار ہو گیا جس سے سب تاریکی دور ہوگئی اور حاضرین کے چہروں

پر انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔‘‘

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہے۔ سلسلہ کے نظام کا بہت احترام تھا اور اس کے خلاف کوئی بات برداشت نہ کر سکتے تھے۔ تبلیغ کے لئے بہت جوش تھا۔ کئی سعید روحوں کو احمدیت میں لانے کا باعث بنے جن میں مشہور برج انسپکٹر مکرم نعمت اللہ خان صاحب بھی شامل ہیں۔

آپ کا گھر بنوں میں جماعت کا مرکز تھا جہاں باہر سے آنے والے سب احمدی احباب اور کارکنان رہائش رکھتے اور آپ کی میزبانی سے محظوظ ہوتے۔ خاص طور پر افغانستان اور خوست سے تمام احمدی آپ کے ہاں آتے جاتے رہتے اور آپ ان کا ہر طرح خیال رکھتے۔

❁

حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب

حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۹۰۰ء میں لاہور دہلی دروازہ کے باہر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کو پڑھ کر بذریعہ خط بیعت کی اور پھر تبلیغ میں دیوانہ وار مصروف ہو گئے۔ جب پنجاب میں طاعون پڑی تو آپ کی قیام گاہ پر تمام غیر احمدی طاعون کا شکار ہو گئے اور آپ بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ رہے۔ ۱۵؍مئی ۱۹۰۸ء میں جب حضور کی ملاقات کے لئے سیاسی لیڈر بیرسٹر سر فضل حسین آئے تو آپ اس موقع پر رئیس دہلی حافظ عبدالکریم صاحب کے ہمراہ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔

خلافت اولیٰ میں آپ ملازمت ترک کر کے پشاور آ گئے اور ایک لمبا عرصہ تک فوج میں گوشت سپلائی کے بزنس کے سلسلہ میں وہاں قیام پذیر رہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کی خبر پشاور پہنچی تو آپ پشاور کے پہلے احمدی تھے جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت بذریعہ تار کی۔ جون ۱۹۱۴ء میں جب حضرت حافظ روشن علی صاحب غیر مبائعین سے

مباحثہ کے لئے پشاور تشریف لے گئے تو آپ ہی کے ہاں مقیم ہوئے۔ آپ کی وفات ۲۳ راگست ۱۹۴۹ء میں ہوئی۔

آپ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب جو ایک لمبا عرصہ تک لاہور جماعت کے امیر رہے ان کے بڑے بھائی تھے۔

آپ نہایت مخلص مہمان نواز اور فیاض احمدی تھے۔

خان بہادر محمد علی خان صاحب آف بانڈہ احمد نگر ضلع کوہاٹ

آپ کوہاٹ کے ایک رئیس افغان خاندان بنگش سے تعلق رکھتے تھے۔ صوبہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر فائز رہے۔ بہت منکسر المزاج تھے۔ کسی بھی احمدی کو دیکھ کر ان کا دل باغ باغ ہو جاتا تھا۔ آپ کی خاص یادگار مسجد احمدیہ کوہاٹ ہے۔ جس کے لئے آپ نے اپنی زمین دی اور ایک متوفی بیٹی کا زیور فروخت کر کے اس مسجد کی تعمیر کے لئے روپیہ مہیا کیا اور ایک کثیر رقم نقد بھی دی۔ آپ کی وفات ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔

مکرم خان بہادر صاحب کے بیٹے مکرم ظہور احمد خان صاحب اپنے باپ کے نقش قدم پر بہت مخلص اور مہمان نواز بزرگ تھے۔ آپ ۶ ردسمبر ۲۰۰۴ء میں بیاسی سال کی عمر میں فوت ہوئے اور اپنے خاندانی قبرستان میں مدفون ہیں۔ آپ کے بیٹے مکرم ظفر احمد صاحب بنگش صدر جماعت کوہاٹ ہیں۔ ان کے بھائی مکرم اعجاز احمد بنگش بانڈہ میں مقیم ہیں۔

چوہدری سربلند خان صاحب

دنیا میں نقل مکانی اور ہجرت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔مختلف وجوہات کی بناء پر آبادی کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔اس اصل کے مطابق خاص طور پر صوبہ پنجاب سے کئی افراد اور خاندان صوبہ خیبر پختونخواہ میں آباد ہو گئے اور اسی طرح بہت سے افغان ملک کے دوسرے حصوں میں تلاش معاش کے لئے گئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ غالباً سکھوں کے عہد حکومت میں چند افغان خاندان پنجاب میں آئے اور ایک قصبہ کوٹلہ افغاناں میں آباد ہو گئے۔ پہلے یہ قصبہ ضلع گورداسپور کی تحصیل شکر گڑھ کا حصہ تھا۔تقسیم ملک کے بعد اب ضلع شکر گڑھ کا مشہور قصبہ ہے۔ان افغان خاندانوں کی بناء پر اس کا نام کوٹلہ افغاناں ہے۔

کوٹلہ افغاناں میں سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی توفیق صرف ایک فرد واحد کو نصیب ہوئی اور وہ مکرم چوہدری سربلند خان صاحب تھے۔مکرم چوہدری صاحب اپنے والد مکرم بوٹے خان صاحب کی واحد اولاد تھے۔آپ نے پرائمری اپنے گاؤں میں اور پھر مڈل قریبی قصبہ کنجروڑ میں روزانہ کئی میل کا سفر کر کے پاس کیا۔مزید تعلیم کے لئے چونکہ اس علاقہ میں کوئی سہولت نہ تھی اس لئے آپ ملتان میں اپنے چچا مکرم گوہر علی صاحب کے پاس چلے گئے۔ یہاں آپ نے محکمہ پٹوار میں تعلیم حاصل کی۔ یہاں پر خدا تعالیٰ نے آپ کی روحانی تعلیم کا بھی موقع پیدا کر دیا۔آپ کے چچا کے پاس قادیان سے البدر اور الحکم رسائل آتے تھے جنہیں آپ کو پڑھنے کا موقع ملتا اور ان سے آپ کو دین اسلام اور احمدیت سے واقفیت ہوئی۔ دن بدن آپ کی دلچسپی بڑھتی چلی گئی۔لیکن آپ کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی کہ جب باہر لوگوں سے ملتے تو وہ ان کو احمدیت سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے اور اپنے احمدی چچا کے اثر کو قبول نہ کرنے کا مشورہ دیتے۔حالانکہ آپ کے چچا کا اخلاقی اور مذہبی کردار بہت پاک تھا اور مکرم چوہدری صاحب کے لئے بہت کشش کا باعث تھا۔

خدا تعالیٰ جب کسی کی ہدایت کے سامان کرتا ہے تو خود اس کے لئے مواقع پیدا کر دیتا ہے۔ یہی مکرم چوہدری سربلند خان صاحب کے ساتھ ہوا۔ شعبہ پٹوار میں تعلیم کے بعد جب آپ کو ملازمت ملی تو آپ کا تقرر قادیان سے چند میل دور ایک قصبہ شیر پور میں ہوا۔ اس جگہ سے قریب ایک گاؤں سیکھواں تھا جہاں میاں نظام دین صاحب اور میاں امام دین صاحب دونوں بھائی احمدی تھے اور وہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے قادیان جاتے۔ مکرم چوہدری صاحب کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بھی ہر جمعہ سیکھواں جاتے اور وہاں سے ان بھائیوں کے ساتھ قادیان جاتے۔ احمدیت سے تعارف کے نتیجہ میں آپ کی دلی خواہش تھی کہ مسیح زمان کو بچشم خود دیکھیں۔ چنانچہ آپ نے جب پہلی دفعہ حضور کو قادیان میں دیکھا تو آپ کے دل نے یہ گواہی دی کہ:

''یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا''

آپ دل سے حضور کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ پھر میاں نظام دین صاحب کے توجہ دلانے پر کہ جماعت میں شمولیت کے لئے بیعت کرنا ضروری ہے۔ آپ نے ۱۹۰۴ء میں حضور کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ بیعت کے بعد آپ دوسروں تک پیغام حق پہنچانے کے لئے کوشاں رہتے۔ جب کبھی کوٹلہ افغاناں جانے کے موقع ملتا وہاں بھی تبلیغ کرتے لیکن یہ زمین کافی سنگلاخ ثابت ہوئی۔

مکرم چوہدری صاحب کو اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ملتان، ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، پنجند وغیرہ مقامات پر جانا پڑا۔ ان تمام مقامات پر آپ کو جماعت کی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ خاص طور پر چندہ جات کی وصولی آپ بڑی توجہ سے کرتے۔ خود اپنا طریق چندہ کے متعلق یہ تھا کہ تنخواہ ملنے پر سب سے پہلے چندہ کی ادائیگی کرتے بعد میں گھر کی ضرورت پوری کرتے۔

ملازمت کے دوران آپ کا ہمیشہ یہ طریق رہا کہ زیادہ سے زیادہ وقت مساجد میں یا جماعتی کاموں کے لئے گزارتے۔ اصل میں آپ کا اوڑھنا بچھونا جماعت تھی۔ آپ چونکہ خوش الحان بھی تھے اس لئے ہر جگہ امام الصلوٰۃ بھی رہے اور نماز کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

۱۹۳۸ء میں آپ ملازمت سے ریٹائر ہو کر قادیان آ گئے اور وہاں اپنا مکان تعمیر کیا۔ یہ بھی درحقیقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اس تحریک کی بناء پر تھا کہ لوگ قادیان میں رہائش اختیار کریں۔ یہاں آپ مسجد دارالفتوح میں ہجرت تک حلقہ کے پریذیڈنٹ اور امام الصلوٰۃ رہے۔ تقسیم ملک کے بعد لاہور میں حلقہ جودھامل بلڈنگ کی مسجد میں امام رہے۔ جب ربوہ میں تعمیر کا کام شروع ہوا تو وہاں اپنا مکان تعمیر کروایا اور وہیں ۹ ؍نومبر ۱۹۶۵ء میں آپ کی وفات ہوئی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

مکرم والد صاحب کو حضرت مصلح موعود سے دلی محبت اور عشق تھا۔ حضور کی ہر تحریک پر پورے شوق سے عمل پیرا ہوتے۔ ایک دفعہ خاص طور پر مجھ سے کہا کہ:

''دیکھنا خلیفے بہت ہوں گے لیکن اس شان و شوکت کا خلیفہ نہیں ہوگا۔''

دیکھا جائے تو تمام رفقاء کرام میں یہ امر مشترک طور پر نظر آتا ہے کہ وہ حضور سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ دراصل ان کو حضور کی ذات میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ''حسن واحسان'' کی جھلک نظر آتی تھی۔

مکرم والد صاحب کی وفات حضرت مصلح موعود کی وفات سے ایک ماہ بعد ہوئی۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خاکسار سے ان کی تعزیت کرتے ہوئے خاص طور پر اس امر کا ذکر کیا کہ بہت سے رفقاء کی وفات حضرت مصلح موعود کی وفات کے بعد جلد ہوئی ہے گویا وہ حضور کی وفات کے صدمہ کو برداشت نہیں کر سکے۔

مکرم والد صاحب کو خدا تعالیٰ نے کثیر اولاد سے نوازا۔ ہماری پہلی والدہ سے سب سے بڑے بھائی مکرم مولوی نور احمد صاحب (جن کی تمام زندگی صدر انجمن کی ملازمت اور خدمت میں گزری) اور دوسرے بھائی مکرم چوہدری محمد اسلم صاحب تھے جن کی شادی مکرم مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ ہماری حقیقی والدہ سے ہم تین بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ ہمارے بڑے بھائی مکرم چوہدری محمد افضل صاحب ریٹائرمنٹ کے فوری بعد

۱۹۸۹ء میں لاہور میں وفات پا گئے۔ خاکسار کو حضرت والد صاحب نے وقف کیا اور تقریباً تیس سال تک جماعت کی خدمت کی توفیق ملی جن میں سے دس سال تک نائیجیریا میں بطور امیر اور مشنری انچارج کام کیا۔ تیسرے بیٹے چوہدری محمد ارشد فاروق صاحب ہیں جو فضل عمر ہسپتال میں بطور ریڈیوگرافر کام کرنے کے بعد ریٹائر ہو چکے ہیں۔

حضرت میاں احمد جی صاحب

آپ ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے لئے قادیان حاضر ہوئے۔ بیعت کے بعد آپ ابھی قادیان میں ہی قیام پذیر تھے کہ موت کا بلاوا آ گیا اور آپ نے جنوری ۱۹۰۸ء کو بعمر قریباً ساٹھ سال وفات پائی۔ آپ موصی نہ تھے لیکن حضور نے ازراہِ شفقت بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

آپ کے پوتے صوبیدار عبدالرحیم صاحب کئی سال تک جماعت داتہ کے صدر رہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب جماعت کی مسجد کو آگ لگائی گئی تو آپ کے ملحقہ گھر کو بھی نقصان پہنچا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں آپ پر اور آپ کے خاندان پر مقدمہ کیا گیا اور آپ کا بیٹا کئی ماہ تک قیدی بھی رہا لیکن آپ نے استقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ آپ کی وفات ۲۰/اکتوبر ۲۰۰۴ء کو ہوئی۔

حضرت میاں محمد یوسف صاحب

حضرت میاں محمد یوسف صاحب کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں منشی محمد یوسف لکھا ہے۔ آپ ابتدائی صحابہ میں سے تھے اور آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ مدّ ضلع امرتسر میں جو مناظرہ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مابین ہوا تھا اس کے بانی تھے۔

حضرت میاں صاحب کی رہائش بگٹ گنج مردان میں تھی اور آپ ایک عرصہ تک امیر جماعت احمدیہ مردان رہے۔ آپ صاحب علم بزرگ تھے۔ آپ نے متعدد مباحثات و مناظرات کئے اور بفضلہٖ تعالیٰ ہمیشہ کامیاب رہے اور بہت لوگوں کی ہدایت کا باعث بنے۔ مکرم مولوی محمد الیاس صاحب اور مکرم مولوی آدم خان صاحب اور دیگر متعدد عمائدین جماعت آپ ہی کے ذریعہ جماعت میں داخل ہوئے۔

میاں بہادر دین صاحب ولد الہ دین صاحب

میاں بہادر دین صاحب کی پیدائش ۱۸۸۱ء میں موضع چمکنی میں ہوئی۔ آپ ۱۹۰۳ء میں اپنے کاروبار کے سلسلہ میں محلہ گلاب خانہ شہر پشاور میں آباد ہوئے۔ یہاں جفت سازی کی تجارت کرتے تھے۔ آپ کو احمدیت کا علم صاحبزادہ چراغ دین صاحب کے ذریعہ ہوا۔ مولانا غلام حسن صاحب کے درس میں شمولیت کرتے اور اس طرح احمدیت قبول کر لی۔

خلافت ثانیہ کے موقع پر جب اختلاف ہوا تو آپ لاہوری جماعت کے ساتھ رہے۔ لیکن ۱۹۲۵ء میں مکرم قاضی محمد یوسف صاحب کی کوشش سے تجدید بیعت کر لی۔ اس کے بعد باقاعدہ جماعت کے فعال ممبر بن گئے۔ اس کے بعد وہ باقاعدہ خود اور اپنے بچوں میاں عبدالرشید اور

میاں عبدالرفیق صاحب کے ساتھ نمازوں اور نمازِ جمعہ میں شامل ہوتے۔ان کے علاوہ آپ کو خدا تعالیٰ نے دوسری بیویوں سے بھی اولاد عطا کی تھی اور وہ سب سلسلہ کے خادم ہیں۔

ان کے ایک بیٹے میاں عبداللطیف تھے جو دفتر کنٹرولر آف اکاؤنٹس میں ملازم تھے۔وہ شاعر تھے اور شفق تخلص تھا۔آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے قائد بھی رہے۔ان کو ضیق النفس کی تکلیف ہوگئی جو جان لیوا ثابت ہوئی۔۱۹رفروری ۱۹۴۹ء کو فوت ہوئے۔

ان کے بیٹے میاں عبدالرفیق میونسپل کارپوریشن پشاور میں اوورسیئر رہے۔یہ وہ ادارہ ہے جہاں رشوت کا بازار گرم رہتا ہے۔آپ چونکہ مخلص احمدی تھے اس لئے آپ کا دامن اس لعنت سے پاک تھا۔اس بناء پر محکمہ میں مخالفت طبعی امر تھا۔آپ کو متعدد بار کئی مقدمات کا سامنا کرنا پڑا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اور دعاؤں سے سرخرو ہوئے اور ہمیشہ باعزت طور پر بحال ہوئے۔آپ کی وفات ۹رجولائی ۱۹۹۳ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔آپ کی اولاد میں سے میاں منور احمد جماعت کے فعال کارکن ہیں۔

ان کے بیٹے میاں عبدالرشید صاحب ایم ای ایس میں ملازم تھے۔آپ بھی بہت مخلص اور جماعت کی خدمت کرنے والے تھے۔

اسی طرح آپ کے ایک بیٹے میاں عبدالحمید اعوان تھے۔آپ کی پیدائش ۵رمئی ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔آپ بھی اپنے بھائیوں کی طرح جماعت کے مستعد کارکن ہیں۔ان کو دعوت الی اللہ کا شوق ہے۔ان کی ہی کوششوں سے مکرم سید سخاوت شاہ صاحب جو مولوی غلام غوث ہزاروی کے شاگرد تھے احمدی ہوئے۔مکرم شاہ صاحب بعد میں بہت مستعد احمدی ثابت ہوئے اور ایک لمبا عرصہ تک جماعت کراچی میں سیکرٹری اصلاح وارشاد رہے۔میاں عبدالحمید صاحب کے ایک بیٹے کاشف حمید ڈاکٹر ہیں اور دوسرے بیٹے گریجوایٹ ہیں۔

بابو عبدالحق صاحب

مکرم بابو عبدالحق صاحب کے والد منشی فضل الٰہی صاحب تحصیل مردان میں پٹواری تھے۔ انہوں نے ۱۹۰۵ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی اور خود بابو صاحب نے ۱۹۰۷ء میں بیعت کی تھی اور اس طرح باپ بیٹے ہر دو کو اصحاب حضرت احمد علیہ السلام ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

مکرم بابو عبدالحق صاحب کی پہلی بیوی سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ بڑے لڑکے ڈاکٹر نور الحق صاحب ہیں جن کی پیدائش ۱۴/ اپریل ۱۹۲۳ء میں ہوئی اور اس طرح آپ پیدائشی احمدی ہیں۔ ان کے دوسرے بھائی مکرم محمود احمد صاحب ہیں۔جن کی شادی مکرم مرزا آفتاب احمد صاحب کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ دونوں بیٹے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

بعض خوش قسمت اصحاب کا تذکرہ مع مختصر کوائف

حضرت حافظ میاں محمد صاحب

آنکھوں سے نابینا اور حافظ قرآن تھے۔ احمدیت کی تبلیغ کا جنون تھا۔ حضور کی اردو اور فارسی نظمیں خوب یاد تھیں اور ان کو خوش الحانی سے لوگوں کو سناتے۔ بیعت ۱۸۹۲ء۔ وفات ۱۹۰۳ء

حضرت میاں احمد جان صاحب

آپ حافظ میاں محمد صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کا ذکر حضور نے تبلیغ رسالت تحریر کردہ ۲۴؍جولائی ۱۸۹۸ء میں فرمایا۔ (وفات ۱۹۰۹ء)

حضرت حافظ احمد اللہ صاحب

۱۹۱۲ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور حضرت میر ناصر نواب صاحب بغرض حج گئے تو حضرت اماں جان نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے حج بدل کے لئے مکرم حافظ صاحب کو بھیجا۔ اس طرح آپ کو یہ خصوصی اعزاز حاصل ہے۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ (بیعت ۱۸۹۷ء۔ وفات غالباً ۱۹۲۰ء)

حضرت میاں محمد اسماعیل صوفی صاحب

آپ شہر پشاور کوچہ کاچ پران کے رہنے والے تھے۔ مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب اور مرزا رمضان علی صاحب کی صحبت سے احمدیت کی طرف مائل ہوئے۔ (بیعت ۱۷؍جون ۱۹۰۱ء۔ تجدید بیعت ۱۹۲۷ء۔ وفات ۱۹۲۹ء)

مولوی عطاء اللہ صاحب ساکن اسماعیلہ

آپ نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کی تھی۔

مرزا اشربت علی خان صاحب

مرزا اشربت علی خان صاحب ولد محمد عمر خان ساکن کوچہ بھوانی داس جہانگیر پورہ پشاور۔ ہیڈ کلرک۔ترناب فارم۔(بیعت ۱۹۰۴ء۔تجدید بیعت ۱۹۲۸ء)

امیر خسرو صاحب

مکرم امیر خسرو صاحب پسر محمد عمر خان صاحب۔(بیعت ۱۹۰۴ء)

الف دین صاحب

متبنّٰی ٹھیکیدار عبدالکریم صاحب۔طالب علم اسلامیہ ہائی سکول پشاور(بیعت ۱۹۰۴ء)

خانزادہ محمد یوسف خان صاحب

خانزادہ محمد یوسف خان صاحب ولد خادی خان ساکن زیدہ۔طالب علم اسلامیہ ہائی سکول پشاور۔(بیعت ۱۹۰۴ء)

خان محمد ارشاد علی خان صاحب

خان محمد ارشاد علی خان ولد محمد ابراہیم خان۔ساکن زیدہ ضلع مردان،مقیم ہری پور۔(بیعت ۱۹۰۶ء)

مولوی مظفر احمد کلانوری صاحب

پشاور میں انگریزوں کو اردو زبان پڑھاتے تھے۔احمدیہ قبرستان پشاور میں سب سے پہلے دفن ہوئے۔(بیعت ۱۹۰۴ء۔تجدید بیعت ۱۹۲۲ء۔وفات ۱۹۶۵ء)

حضرت میاں محمد مکّی صاحب

آپ ایک عالم،اچھے شاعر تھے۔''خالص''تخلص تھا۔خوش طبع اورخوش مذاق بزرگ تھے۔۷۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے اوراحمدیہ قبرستان میں دفن ہوئے۔(بیعت ۱۰رستمبر ۱۸۹۹ء۔وفات ۴ردسمبر ۱۹۴۰ء)

حضرت مرزا انذر علی صاحب

آپ احمدیت سے قبل شیعہ تھے۔آپ کو حضرت مرزا رمضان علی صاحب اور منشی خادم حسین بھیروی کی صحبت نے احمدیت کی طرف مائل کیا۔آپ نے تردید شیعیت پر کئی رسائل تحریر کئے۔ (بیعت ۱۹۰۲ء۔وفات ۱۹۲۳ء)

مرزا یوسف علی صاحب

آپ مرزا فرزند علی صاحب کی دوسری والدہ سے بھائی تھے۔آپ نے مرزا یوسف علی صاحب کو بغرض تعلیم قادیان بھجوایا۔وہاں آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔(بیعت ۱۹۰۱ء۔وفات ۱۹۳۶ء)

مرزا شیر علی صاحب

مرزا رجب علی صاحب۔آپ شیعہ سے احمدی ہوئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی حیات کے آخری زمانہ میں فوت ہوئے۔

مرزا حیدر علی صاحب

مرزا حیدر علی صاحب ولد مرزا محمد عمر خان صاحب۔(پیدائش ۱۸۸۰ء۔بیعت ۱۹۰۴ء)

خان بہادر شیخ رحمت اللہ صاحب

آپ کا آبائی وطن سونی پت تھا۔آپ بطور سب اوورسیئر صوبہ کے متعدد مقامات پر رہے اور خان بہادر کا خطاب پایا۔جماعت کی مالی لحاظ سے ہر طرح خدمت کرتے رہے۔آپ نے قادیان میں بھی ایک بڑا مکان نزد نور ہسپتال تعمیر کروایا۔(بیعت ۱۹۰۰ء۔وفات ۴/دسمبر ۱۹۵۵ء)

مرزا محمد شریف خان صاحب

مرزا محمد شریف خان صاحب ولد محمد اکبر خان۔صوبہ کی مقامی پولیس میں تھانیدار رہے۔آپ

کے دو بیٹے مرزا نصیر احمد اور مرزا آفتاب احمد جماعت پشاور کے فعال ممبر تھے۔
(بیعت ۱۹۰۲ء۔ وفات ۱۹۲۶ء)

قاضی عبدالخالق صاحب

پشاور کے مشہور خاندان قاضی خیل سے تھے۔ مولانا غلام حسن کے شاگرد ہونے کی وجہ سے احمدی ہوئے۔ کوئٹہ میں تھانیدار رہے۔ کم گو صالح نوجوان تھے۔ (بیعت ۱۹۰۳ء)

میاں فیض احمد صاحب

محلہ خویشگی بازار کلاں پشاور کے رہنے والے تھے۔ غریب مگر نڈر احمدی تھے۔ (بیعت ۱۹۰۷ء۔ وفات ۱۹۱۴ء)

منشی خادم حسین صاحب

آپ کا اصل وطن بھیرہ تھا۔ لیکن ملازمت کے سلسلہ میں پشاور میں رہے۔ ۱۹۰۲ء میں اسلامیہ ہائی سکول میں استاد تھے۔ اس سکول میں قاضی محمد یوسف صاحب چھٹی جماعت کے طالب علم تھے۔ آپ نے اس بزرگ استاد کی تحریک پر حضور کی تحریری بیعت کی۔ آپ علم دوست بزرگ تھے اور احباب پشاور نے آپ سے بہت علمی استفادہ حاصل کیا۔

میاں محمد صاحب اور میاں ولی محمد صاحب

یہ دونوں پشاور، کوئٹہ میں سکونت پذیر رہے۔ وہاں سے ہی انہوں نے قادیان جا کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی۔ (بیعت ۱۹۰۰ء)

ملک الطاف خان صاحب

موضع ترناب تحصیل چارسدہ ضلع پشاور۔ آپ جلیل القدر صحابی اور صاحب کشف والہام بزرگ تھے۔ احمدیت کے لئے بہت تکالیف برداشت کیں۔ آپ کی وفات پر حضرت شیخ عرفانی الکبیر نے اخبار الحکم کے شمارہ ۲۱ / جنوری ۱۹۳۵ء میں لکھا:

''ہمارے سلسلہ کا ایک ولی چل بسا۔''

(بیعت ۱۹۰۸ء۔ وفات ۱۶ /جنوری ۱۹۳۵ء)

کیپٹن ڈاکٹر محمد دین صاحب

آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں اٹھارہ سال کی عمر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی اور حضور کی دعا سے آپ نے میڈیکل امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔ آپ نے اپنی ملازمت کا تمام عرصہ اسی صوبہ میں گزارا اور ہر جگہ جماعت کی خدمت کے لئے کوشاں رہے۔ آپ کی وفات مردان میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

حضرت عبداللہ صاحب

حضرت عبداللہ صاحب ساکن داتہ ضلع ہزارہ۔ (وفات ۳۱ /مارچ ۱۹۴۱ء)

شیخ نور احمد صاحب

مکرم شیخ صاحب کا تعلق دھرم کوٹ ضلع گورداسپور سے تھا۔ وہ وہاں سے نقل مکانی کر کے ایبٹ آباد آ گئے اور ۱۹۰۱ء میں ایبٹ آباد میں جماعت کی بنیاد رکھی جبکہ محترم رحمت اللہ صاحب ٹیلر ماسٹر بھی احمدی ہو گئے۔ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کا تعلق اسی جگہ سے تھا اور وہ احمدی ہونے سے قبل ایبٹ آباد کی جامع مسجد کے امام رہے۔ یہاں پر جماعت کی بیت الذکر کو ۱۹۷۴ء میں سیل کر دیا گیا۔

مولوی محمد امیر صاحب

مکرم مولوی صاحب علاقہ خلیل میں موضع تہکال بالا کے باشندے تھے۔ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ڈبروگڑھ ملک آسام میں چلے گئے۔ انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ آپ کی ملاقات مکرم قاضی محمد یوسف صاحب سے قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں ہوئی۔ آپ بہت بزرگ اور سفید ریش خوبصورت انسان تھے۔ ان کے بیٹے عطاء الرحمن صاحب ڈھاکہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔

امام الزمان کی مبشر اولاد کا صوبہ سے صہری رشتہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی شادی

اس صوبہ کو یہ بھی خاص اعزاز حاصل ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے جو اولادِ طیبہ عطا فرمائی اور جس کے متعلق الٰہی وعدہ تھا کہ

تَرٰی نَسۡلًا بَعِیۡداً

یعنی تو دیکھے گا کہ تیری نسل دور تک پھیل جائے گی۔

اس مبشر اولاد میں سے دوسرے بیٹے حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب کی شادی پشاور میں حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کی صاحبزادی حضرت سرور سلطانہ صاحبہ سے طے فرمائی۔ اس سلسلہ میں حضور نے جو خط مکرم مولانا صاحب کو تحریر فرمایا وہ تمام جماعت کے لئے مشعل راہ ہے:

''میرے دل میں تھا کہ بشیر احمد اپنے درمیانی لڑکے کے لئے تحریک کروں جس کی عمر دس برس کی ہے اور صحت اور متانت، مزاج اور ہر اک بات میں اس کے آثار اچھے معلوم ہوتے ہیں اور آپ کی تحریر کے موافق عمریں بھی باہم ملتی ہیں۔ اس لئے یہ خط آپ کو لکھتا ہوں اور میں قریب ایام میں اس بارہ میں استخارہ بھی کروں گا اور بصورت رضامندی یہ ضروری ہوگا کہ ہمارے خاندان کے طریق کے موافق آپ کی لڑکی کو ضروریات علم دین سے مطلع فرمادیں اور اس قدر علم ہو کہ قرآن شریف باترجمہ پڑھ لے۔ نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج کے مسائل سے باخبر ہو اور نیز بآسانی خط لکھ سکے اور پڑھ سکے اور لڑکی کے نام سے مطلع فرماویں اور اس خط کے جواب سے اطلاع بخشیں۔ زیادہ خیریت ہے۔''[1]

[1] (مکتوب ۲۴/اپریل ۱۹۰۲ء)

اس بابرکت نکاح کی تقریب قادیان میں حضور کے کمرہ کے سامنے والے صحن میں ہوئی۔نکاح کا اعلان حضرت مولانا نورالدین نے مبلغ ایک ہزار روپیہ حق مہر پر فرمایا۔اس خوشی کے موقع پر حاضرین میں کھجوریں تقسیم کی گئیں اوران کی چائے سے تواضع کی گئی۔

رخصتانہ کی تقریب کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب ماہ مئی ۱۹۰۶ء میں خاندان کے چندافراد کے ساتھ جن میں آپ کے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب اورآپ کے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب شامل تھے، پشاور گئے۔یہ سب افراد قادیان سے ۱۰رمئی کو پشاور گئے اور ۱۶رمئی کو واپس قادیان پہنچے۔

حضرت میاں بشیراحمد صاحب کی اس شادی سے اس صوبہ کی ایک عظیم شخصیت کے ساتھ صھری تعلق ہرلحاظ سے بابرکت ثابت ہوا۔اس سے خاندان مبارکہ کو وسعت نصیب ہوئی۔آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت میاں مرزا امظفراحمد (ایم ایم احمد) صاحب پاکستان کے وزیراوردینی لحاظ سے جماعت امریکہ کے امیر رہے۔

حضرت مرزا بشیراحمد صاحب کی شادی کے موقع کی ایک نایاب تصویر (جولائی 1910ء)

(دائیں سے بائیں) حضرت قاضی محمد یوسف صاحب، عبدالرحیم جان صاحب ابن مولانا غلام حسن صاحب، حضرت مرزا بشیراحمد صاحب، عبداللہ جان صاحب ابن مولانا غلام حسن صاحب، گل محمد خان صاحب وکیل

خلافت اولیٰ کا بابرکت دور

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ صوبہ خیبر پختونخواہ خلافت اولیٰ کے دور میں بھی روبہ ترقی رہی۔ اس چھ سالہ دور میں اس صوبہ سے متعدد سعید روحیں قادیان کی طرف کھچی چلی گئیں اور بعض دشمنان احمدیت کا یہ اندازہ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت ختم ہو جائے گی قطعی طور غلط ثابت ہوا۔ اس دور کے چند اہم افراد جنہوں نے احمدیت کو قبول کیا اور اس کے لئے قربانیاں دیں ان کا اختصار سے ذکر کیا جارہا ہے۔ یہ لسٹ ہرگز حتمی نہیں ہے۔ تاہم اس سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ لوگوں کا بدستور رجوع قادیان کی طرف رہا۔

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب آف ٹوپی

مکرم صاحبزدہ عبداللطیف صاحب موضع ٹوپی ضلع صوابی میں ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پیدائشی نام عبدالمطلب تھا لیکن آپ نے احمدیت قبول کرنے کے بعد صاحبزادہ عبداللطیف شہید سے والہانہ عقیدت کی بناء پر اپنا اصل نام چھوڑ کر یہ نام رکھ لیا۔ اس سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو احمدیت کے لئے شہید ہونے والوں سے کس قدر محبت تھی اور یہ آرزو تھی کہ آپ ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔

صاحبزادہ صاحب نے قرآن مجید اور دینی تعلیم اپنے قریبی گاؤں سے حاصل کی۔ مڈل پاس کرنے کے بعد محکمہ انہار میں ملازمت کی۔ آپ کے خاندان میں ایک سیاسی شخصیت صاحبزادہ عبدالقیوم خان صاحب تھے جو اسلامیہ کالج پشاور کے بانی تھے۔ صاحبزادہ صاحب پشاور میں ان کے ہاں مقیم تھے۔ وہاں پر آپ کا تعارف جماعت احمدیہ سے ہوا کیونکہ صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب مولانا غلام حسن نیازی کے شاگرد تھے اور ان کے ذریعہ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لٹریچر دستیاب تھا۔ نیز صاحبزادہ صاحب کے ننھیال سے پیر صاحب کوٹھہ شریف تھے۔ جن کی یہ پیشگوئی مشہور تھی کہ امام مہدی پیدا ہوگیا ہے اور اس کی زبان پنجابی ہے۔ آپ

کومزید معلومات مکرم قاضی محمد یوسف صاحب کے ذریعہ حاصل ہوئیں اور اس بناء پر آپ ۱۹۱۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عہد میں بیعت کر کے باقاعدہ جماعت میں شامل ہو گئے۔

صاحبزادہ صاحب طبعاً نیک فطرت تھے۔ احمدیت نے آپ کو مزید جلا بخشی۔ آپ محکمہ انہار میں ملازم تھے لیکن چونکہ ان محکموں میں رشوت عام تھی اس لئے آپ نے ۱۹۲۴ء میں سروس سے استعفیٰ دے دیا اور گاؤں میں باقاعدہ تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا کام شروع کر دیا۔ آپ اپنے علاقہ کے علاوہ دیگر قریبی مقامات پر بھی اس غرض کے لئے جاتے۔ آپ کے تبلیغی جوش اور کام کو دیکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو اس علاقہ کا اعزازی مبلغ مقرر کر دیا تھا۔ تبلیغ کی نیت سے آپ نے علاج معالجہ میں کافی دسترس حاصل کر لی تھی۔ آپ کی شدید مخالفت ہوئی لیکن آپ نہایت محنت اور جوش سے اس کام میں مصروف رہے۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنے تینوں بیٹوں کو تعلیم کے لئے قادیان بھجوایا۔ ان میں سے صاحبزادہ عبدالحمید زیادہ معروف ہیں (ان کو حضور نے اپنے بیٹے مرزا مبارک احمد کا بھائی بنایا تھا)۔

مکرم صاحبزادہ صاحب کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ جب آل انڈیا کشمیر کمیٹی تشکیل دی گئی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی صدارت میں معرض وجود میں آئی اور اس کا اجلاس ۲۵ / جولائی ۱۹۳۱ء میں شملہ میں ہوا تو صاحبزادہ عبداللطیف صاحب بھی اس کمیٹی کے ممبر کے طور پر شامل ہوئے۔

مکرم صاحبزادہ صاحب کی وفات ۱۹/ اپریل ۱۹۵۷ء میں ہوئی اور ان کے بیٹے مکرم صاحبزادہ عبدالحمید کی وفات ۱۱/ جنوری ۲۰۰۷ء میں ۹۳ سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ کے دو چھوٹے بھائی صاحبزادہ عبدالسلام صاحب اور صاحبزادہ عبدالرشید صاحب جماعت کے فعال ممبر تھے۔ آپ دونوں اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

مولوی محمد الیاس خان صاحب

مکرم مولوی محمد الیاس صاحب کا شمار صوبہ سرحد کی ان اہم شخصیات میں سے ہوتا ہے کہ جنہوں نے اپنی نیکی اور تقویٰ کے بہت گہرے نقوش صوبہ کے لوگوں پر چھوڑے اور بہت سے لوگوں کی ہدایت کا باعث بنے۔ نیز ان کے بعد ان کے خاندان کے تمام افراد نے خلافت

اور جماعت سے وابستگی کے اعلیٰ نمونے قائم کئے۔

مکرم مولوی صاحب کی پیدائش ۱۸۷۴ء میں چارسدہ میں ہوئی۔آپ کے والد حاجی عبداللہ صاحب کا تعلق افغان یوسف زئی قوم سے تھا۔آپ کی ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی۔ابتدائی عمر میں ہی قرآن پاک باترجمہ پڑھا اور علم دین کی طرف توجہ رکھی۔ورنیکلر مڈل اور مدرس کے کورس کے بعد چارسدہ میں ہی مدرس مقرر ہوئے۔۱۸۹۶ء میں موضع اسماعیلہ تحصیل صوابی میں تبدیل ہوئے۔

اسماعیلہ میں خانزادہ امیر اللہ خان ۱۹۰۳ء میں احمدی ہو گئے تھے۔ان کے نام سلسلہ احمدیہ کے اخبارات آتے تھے۔بوجہ مدرس ہونے کے مکرم مولوی صاحب ڈاکخانہ کے کام پر بھی مامور تھے۔اس طرح ان کو ان رسائل کو دیکھنے اور پڑھنے کا موقع ملتا۔اسی طرح ایک دفعہ علاقہ کے چند معززین کی خواہش پر احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان مناظرہ ہوا جس میں جماعت کی طرف سے محترم میاں محمد یوسف آف مردان اور علماء کی طرف سے قطب شاہ صاحب تھے۔اس مباحثہ میں مکرم مولوی محمد الیاس صاحب ثالث مقرر ہوئے انہوں نے فریقین کے دلائل سن کر جماعت احمدیہ کے حق میں فیصلہ دیا اس بناء پر احمدیت سے بہت قریب ہو گئے اور خلافت اولیٰ کے دور میں ۱۹۰۹ء میں قادیان جا کر بیعت کر لی۔آپ کی قبولیت احمدیت سے علاقہ میں شور پڑ گیا۔ان تمام حالات میں آپ ثابت قدم رہے۔خداتعالیٰ نے آپ کے تمام معاندین کو اسی دنیا میں سزا دی اوران کو ذلت ورسوائی دیکھنا پڑی اور آپ کو خداتعالیٰ نے لازوال عزت سے نوازا۔تمام حکام،رؤساء اور لوگ دل سے آپ کے قدردان تھے اور ہمیشہ عزت واحترام سے پیش آتے۔

احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ نے احمدیت کو بلاخوف وخطر بڑے لوگوں تک پہنچایا۔کئی مباحثات ومناظرات کئے اور تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔اسی بناء پر سیدنا حضرت مصلح موعود نے آپ کو ''آنریری مبلغ'' کے خطاب سے نوازا تھا۔

قبول احمدیت کے نتیجہ میں آپ کو جو روحانی فیوض حاصل ہوئے ان کا اندازہ اس ایک واقعہ

سے ہوسکتا ہے جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے:

ایک دفعہ ریاست قلات کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) اخوندزادہ عبدالعلی خاں نے ایک مجمع میں آپ سے کہا کہ آپ خود اتنے بڑے عالم ہیں اور اچھے خاندان کے معزز فرد ہیں کیا آپ کو پورے صوبہ (خیبر پختونخواہ) میں کوئی روحانی پیر نہ ملا جو آپ نے ایک پنجابی پیر مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی؟ اس سوال سے لازمی طور پر اخوندزادہ صاحب کا مقصد آپ کی نسلی حمیت کو چھیڑنا اور دوسرے لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکانا تھا۔ مگر مولوی صاحب نے اس سوال کا ایسا عمدہ جواب دیا کہ ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ وہ زندہ خدا کی تلاش میں ہر مذہب وملّت کے لوگوں کے پاس گئے۔ تمام نے مسلمان علماء سمیت یہ جواب دیا کہ خدا اب کلام نہیں کرتا۔ واضح ہے کہ خدا ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آسکتا اور اس کی زندگی کا علم صرف اس کے بندوں سے ہمکلام ہونے سے ہوسکتا ہے۔ اس نازک موقع پر ان کو صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی آواز سنائی دی کہ ہاں خدا اب بھی اپنے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس بناء پر انہوں نے ان کی بیعت کی اور یہ روحانی نعمت ان کو ملی ہے۔ اس موقع پر آپ نے پر جوش الفاظ میں اخوندزادہ صاحب اور تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

> ''میں خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا خدا مجھ سے بھی کلام کرتا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کوئی ہے جو دعویٰ سے کہے کہ خدا اس سے بولتا ہے۔''

جب اس چیلنج کا کوئی جواب نہ ملا تو آپ نے بتایا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے پیارے آقا سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح ومہدی ہیں اور اس زمانہ میں اسلام جو ثریا ستارے تک پہنچ چکا تھا پھر واپس لائے ہیں۔

مکرم مولوی صاحب کی اولاد میں سے ان کے دو بیٹے مکرم عبدالسلام صاحب اور مکرم عبدالقدوس خان صاحب کو اپنے باپ کی طرح خدمت کی توفیق ملی اور ان کی اولاد ماشاء اللہ

جماعت کے فعال کارکن ہیں۔ مکرم مولوی صاحب کی چھ بیٹیاں تھیں جو جماعت کے عمائدین اور مخلصین افراد سے بیاہی گئیں۔ بڑی لڑکی مکرم خان دانشمند خان سے دوسری مکرم قاضی محمد یوسف صاحب سے تیسری خانزادہ عبدالرحمن خان اور چوتھی مکرم محمد رستم خان سے بیاہی گئیں۔ آپ کی دو بیٹیاں خانزادہ محمود خان اور مکرم محمد ہاشم درانی سے بیاہی گئیں۔ مگر جلد وفات پا گئیں۔

مکرم مولوی صاحب موصی تھے اور چندوں کی ادائیگی میں بہت باقاعدہ تھے۔ آپ آخری عمر میں مکرم عبدالسلام صاحب کے ہاں سول کوارٹرز میں مقیم تھے۔ وہیں مختصر علالت کے بعد ۹ راگست ۱۹۴۸ء میں فوت ہوئے۔ مکرم مولانا غلام رسول راجیکی صاحب نے نماز ہ جنازہ پڑھائی۔ اور جنازہ کے بعد کہا کہ مکرم مولوی صاحب ولی اللہ تھے کیونکہ انہوں نے نمازِ جنازہ میں یہ نظارہ دیکھا کہ اولیاء اللہ قطب اور غوث آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

صاحبزادہ سیف الرحمٰن آف بازید خیل

صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب ۱۸۷۳ء میں صاحبزادہ محمدی گل کے ہاں عیدگاہ موضع بازید خیل میں پیدا ہوئے۔ موضع بازید خیل پشاور سے ۶-۵ میل دور ہے اور اس کا ایک حصہ عیدگاہ کہلاتا ہے جہاں صاحبزادگان کا خاندان رہتا ہے۔ چونکہ یہ جگہ ایک علمی درسگاہ تھی اس لئے لوگ دور دور سے یہاں تحصیل علم کے لئے آتے۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید آف خوست ایام طالب علمی میں عیدگاہ میں رہ چکے تھے۔

مکرم صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ مزید دینی علوم کے لئے آپ دہلی اور لکھنؤ گئے اور وہاں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۲ء میں آپ قادیان اپنے دوست ملک صندل خاں آف سفید ڈھیری کے ساتھ گئے۔ وہاں بڑا مقصد حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول سے ملک صندل خان کا علاج کروانا تھا۔ کیونکہ وہ بہت بیمار تھے۔ اپنے قیام کے عرصہ میں دونوں وہاں کے ماحول سے اس قدر متاثر ہوئے کہ دونوں نے احمدیت قبول کر لی۔

صاحبزادہ صاحب کی واپسی پر آپ کے دونوں بھائیوں صاحبزادہ حبیب الرحمن اور صاحبزادہ خلیل الرحمن نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ حبیب الرحمن صاحب تو جلد ۱۹۱۴ء میں فوت ہوئے اور مکرم خلیل الرحمن صاحب ۲۲ رفروری ۱۹۴۴ء کو فوت ہوئے۔

خلافت ثانیہ کے انتخاب کے موقع پر چونکہ مولانا غلام حسن صاحب نے بھی بیعت نہ کی تھی اس لئے یہاں کے اکثر احمدی بھی غیر مبائعین رہے۔ لیکن جب ۱۹۴۰ء میں مولانا غلام حسن صاحب نے قادیان جا کر بیعت کر لی تو بہت سے غیر مبائعین نے تجدید بیعت کر لی۔ ان میں صاحبزادہ صاحب بھی شامل تھے۔ اس بناء پر بازید خیل میں باقاعدہ جماعت قائم ہے۔

صاحبزادگان کا خاندان اس علاقہ میں عوام وخواص کا مرجع تھا اور لوگ ان کو اپنا پیر مانتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب جب تحصیل علم کے بعد واپس آئے تو لوگوں کا یہ خیال تھا کہ وہ اس گدی کو سنبھالیں گے لیکن صاحبزادہ صاحب نے ہر دنیوی لالچ اور شان وشوکت پر لات مار کر احمدیت کو ترجیح دی۔ آپ کے خلاف لوگوں کو اُکسایا گیا۔ آپ کے خلاف قتل کے فتوے دیئے گئے لیکن صاحبزادہ صاحب ثابت قدم رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو ہر لحاظ سے نوازا اور کثیر اولاد در اولاد عطا فرمائی اور وہ بفضلہ تعالیٰ سب احمدی ہیں۔

صاحبزادہ صاحب کے بڑے بیٹے محترم صاحبزادہ حبیب الرحمن صاحب جن کا قلمی نام قلندر مومند تھا وہ حال ہی میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ اس صوبہ کی مشہور علمی شخصیت تھے۔ پشتو زبان اور ادب کے لئے ان کی خدمات غیر معمولی ہیں۔ آپ احمدیت کے حق میں بھی اپنا قلم استعمال کرتے رہے۔ ان کے دوسرے بیٹے مکرم صاحبزادہ غلام احمد صاحب بھی فعال احمدی ہیں۔

سید عبدالرحیم شاہ صاحب

اس صوبہ میں ضلع ہزارہ میں مانسہرہ کے قریب پھگلہ ایک انتہائی خوبصورت اور دلآویز وادی ہے۔ جب حضرت مصلح موعود نے اس مقام کا دورہ فرمایا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اسے دیکھ کر کوہ ہمالیہ کی کلّو وادی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

یہ خوبصورت وادی جہاں ظاہری خوبصورتی کی حامل ہے وہاں اس میں روحانی عطر سے لبریز

بعض پھول پیدا ہوئے کہ جن کی مہک سب کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ان میں سے ایک بزرگ سید عبدالرحیم شاہ صاحب مرحوم اوران کا خاندان ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ان کی تمام اولاد آپ کی تربیت سے بہت فدائی اوراحمدیت کی خادم ہے۔ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے

این ہمہ خانہ آفتاب است

سید عبدالرحیم شاہ صاحب پھگلہ میں ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔آپ اڑھائی سال کے تھے کہ آپ کے والد فوت ہوگئے اور پانچ سال کی عمر میں آپ کی نہایت پارسا والدہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوگئیں۔ پھرآپ کے دادا سید عمران شاہ صاحب نے آپ کی کفالت کی۔ابھی بارہ سال کے تھے کہ دادا بھی فوت ہوگئے اورآپ کے چچا سید عبدالحمید شاہ صاحب نے آپ کی پرورش کی۔لیکن ان حالات کا آپ پر کوئی منفی اثر نہ ہوا بلکہ نیکی اور تقویٰ کی طرف رخ رہا۔مکرم شاہ صاحب کوئی زیادہ تعلیم حاصل نہ کرسکے لیکن ابتدائی تعلیم کے بعد طبیہ کالج لاہور سے حکمت کی تعلیم حاصل کی۔حکمت کے پیشہ کوآپ نے خلق خدا کی خدمت کے لئے خوب استعمال کیا۔ویسے بھی خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں بہت شفا رکھی تھی۔

آپ چونکہ سعید فطرت رکھتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو احمدیت کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔اس کا موقع یوں پیدا ہوا کہ آپ کے گاؤں میں ایک احمدی نوجوان عبدالرؤف صاحب آئے تو آپ ان کے مناظرات اور مجالس میں شامل ہونے لگے۔آپ جلد احمدیت کی صداقت کے قائل ہوگئے۔آپ کے ایک استاد مولانا عبدالصمد صاحب جن سے آپ نے قرآن وحدیث کا علم حاصل کیا تھا ان سے آپ نے احمدیہ نقطہ نظر کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی اس کے صحیح ہونے کی تصدیق کی۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ احمدیہ مؤقف ٹھیک ہے لیکن ہم پبلک کے سامنے اسے تسلیم نہیں کرسکتے۔ کیونکہ

خالق نالو خلقت وڈی

یعنی خدا تعالیٰ سے اس کی مخلوق زیادہ زورآور ہے

آپ نے اس واقعہ کا ذکر اپنے چچا سے کیا تو انہوں نے بجائے آپ کا ساتھ دینے کے آپ کو ڈانٹا۔ چونکہ صداقت آپ کے دل میں گھر کر چکی تھی اس لئے آپ اگلے دن باوجود برفباری ہونے کے آپ مانسہرہ تک پیدل گئے۔ آپ نے برف کی پرواہ نہ کی کیونکہ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان کو یاد تھا کہ

''اگر تمہیں برف پر سے گھسٹ کر بھی جانا پڑے تو امام مہدی کو جا کر میرا اسلام کہنا''

آپ نے عملی طور پر اس حکم کی تعمیل کی۔ اس طرح آپ نے وہاں جا کر بیعت کر لی اور تمام گاؤں میں اس کا چرچا ہوا۔ اس طرح آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ خالق حقیقی کے سامنے مخلوق کی کچھ حیثیت نہیں اور یہ جرأت خدا تعالیٰ پر صحیح ایمان کے بغیر ممکن نہیں۔ آپ چونکہ نافع الناس وجود تھے اس لئے لوگوں نے آپ کو احمدی قبول کر لیا۔

جب سیدنا حضرت مصلح موعود نے ضلع ہزارہ کا دورہ فرمایا تو آپ حضرت سید احمد بریلوی کے مزار کی زیارت کرنے کے بعد راستہ میں سید عبدالرحیم شاہ کی دعوت پر پھگلہ بھی تشریف لے گئے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اپنے پرنسپل کالج کے زمانہ میں اور خلیفۃ المسیح الرابع اپنے صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے دور میں یہاں تشریف لے گئے تھے۔

مکرم شاہ صاحب کی وفات جولائی ۱۹۷۴ء میں ہوئی۔

خان بہادر سعد اللہ خان

مکرم خان بہادر سعد اللہ خان صاحب کا تعلق موضع امیرو سے تھا جو اٹک پل سے بیس میل کے فاصلہ پر خٹک کی خشک پہاڑیوں میں واقع ہے۔ آپ مالاکنڈ میں ۱۹۰۲ء میں صوبیدار میجر مقرر ہوئے۔ ان کی جوانی کا زمانہ دنیوی مشاغل میں گزرا۔ ان کا گھر گانے بجانے کی تفریح گاہ تھا۔ ان میں پاک تبدیلی حافظ مظفر احمد صاحب کی نیک صحبت سے ہوئی۔ ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے دست مبارک پر احمدیت میں داخل ہوئے۔ احمدی ہونے کے بعد آپ کے اندر

جو خارق عادت تبدیلی پیدا ہوئی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے۔

ایک دفعہ مالاکنڈ کے قدیمی دوست قاضی محمد احمد جان صاحب جو احمدیت کے مخالف تھے مع چند افسران ایک جرگہ کی صورت میں آئے اور کہا

''خان صاحب ہم کو یہ سن کر کہ آپ احمدی ہوئے ہیں سخت صدمہ اور افسوس ہوا ہے۔کیا اچھا ہوگا کہ آپ پھر توبہ کرلیں۔''

خان بہادر صاحب نے جواب دیا کہ:۔

''جب میں آپ کی طرح تھا تو آپ کو معلوم ہے کہ آپ صاحبان کی مہربانی سے نہ نماز پڑھتا نہ تہجد نہ قرآن کریم سے کوئی واقفیت یا تعلق تھا۔سارا دن تاش اور شطرنج میں گزرتا اور لڑکے آکر ناچتے۔خدا بھلا کرے ہمارے مولوی مظفر احمد صاحب کا جن کی نیک نصائح اور پاک صحبت نے اس گندی زندگی سے بیزار کرا کر پابند نماز و تہجد کیا اور درس قرآن کا شوق دلایا۔اگر دین یہ نہیں جو احمدیت کے ذریعہ حاصل ہوا اور وہ تھا جو میں آپ لوگوں کی رفاقت میں اختیار کر چکا تھا تو مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہے۔''

اس پر وہ لوگ شرمندہ ہوئے اور اُٹھ کر چلے گئے۔[1]

مولوی محمد یعقوب خان سابق ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ

مکرم محمد یعقوب خان صاحب کا تعلق موضع پیر پیائی کے مشہور خاندان بابڑ افغان سے تھا۔ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور میں طالبعلمی کے زمانہ میں ۱۹۱۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ہاتھ پر بیعت کی۔اصل میں ان کی ملاقات مکرم قاضی محمد یوسف صاحب سے پشاور شاہی باغ میں ہوئی اور جماعت سے تعارف حاصل ہوا تھا۔انہوں نے اپنے قبول احمدیت کا واقعہ یوں بیان فرمایا ہے:

[1] تاریخ احمدیت۔جلد ۱۲

''میں ۲۵ ردسمبر ۱۹۱۲ء کالج کے بورڈنگ میں سویا ہوا تھا کہ اچانک علی الصبح ایک فرشتہ آیا اور مجھے خواب سے جگا کر قادیان لے گیا۔ قادیان میں مسجد اقصیٰ میں سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔ اور ۲۷ ر تاریخ کو بعد از جلسہ عام بیعت ہو رہی تھی۔ میں نے بھی حضرت نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔''

آپ تعلیم مکمل کرنے کے بعد تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں جماعت میں اختلاف واقع ہونے کے بعد بی ٹی کا امتحان دینے کے لئے لاہور آئے اور وہاں مولوی محمد علی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب نے ان کو اپنے پاس ٹھہرالیا اور ڈاکٹر بشارت احمد کی لڑکی سے نکاح کرادیا۔ اس طرح وہ مولوی صاحب کے ہمزلف ہوگئے۔

خواجہ کمال الدین صاحب ان کو لندن لے گئے اور ووکنگ مسجد میں نائب امام رہے۔ دو سال کے بعد واپس آئے۔ مسلم ہائی سکول لاہور کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور انگریزی میں ''لائٹ'' اخبار جاری کیا جو کئی سال تک کامیابی سے چلتا رہا۔

مکرم مولوی صاحب ایک عرصہ تک لاہور کے مشہور انگریزی اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' کے ایڈیٹر رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ سال ووکنگ مسجد میں امام رہے۔

مکرم مولوی صاحب طبعاً شریف النفس انسان تھے۔ آپ مکرم مولانا محمد علی صاحب کے ہم زلف تھے اور ان کے امام الصلوٰۃ تھے۔ باوجود لاہوری گروپ سے منسلک ہونے کے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دل سے عزت کی اور کبھی کوئی گستاخی کا کلمہ آپ کی زبان پر نہ آیا۔ یہی شرافت آپ کو بالآخر خلافت سلسلہ میں لانے کا باعث بنی۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کے بیٹے مکرم کیپٹن عبدالسلام صاحب نے بھی آپ کے ساتھ بیعت کر لی تھی۔

خان بہادر دلاور خان صاحب

خان بہادر دلاور خان صاحب جو بعد میں ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ۱۰/مارچ ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ موضع جنڈا بو کا ضلع صوابی کے رہنے والے تھے۔
۱۹۱۲ء میں جب وہ مشن کالج پشاور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اس طالبعلمی کے زمانہ میں مکرم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔
۱۹۲۶ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ڈلہوزی میں قیام فرما تھے۔ اس وقت ایک وفد جس میں جماعت لاہور اور جماعت قادیان کے اہم افراد شامل تھے حضور سے باہمی مصالحت کے لئے تبادلہ خیال کیا۔ اس وفد میں خان بہادر دلاور خان صاحب کے علاوہ مکرم مولانا غلام حسن خان صاحب اور مکرم قاضی محمد شفیق صاحب شامل تھے۔ اس مصالحتی کوشش کو عملی جامہ پہنانے کیلئے حضور نے مکرم مولوی محمد علی صاحب، مکرم مولانا غلام حسن خان صاحب اور خان بہادر دلاور خان صاحب کو اپنی کوٹھی پر دعوت دی۔ اس میٹنگ میں یہ طے پایا کہ اخبارات اور رسائل میں ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی اور ذاتی حملوں کا سلسلہ بند کر دیا جائے ہاں اختلافی مسائل پر متانت و شائستگی سے مضامین کا سلسلہ جاری رہے۔ اس معاہدہ پر جماعت قادیان نے پوری پابندی کی لیکن افسوس ہے کہ پیغام صلح، اپنے گزشتہ طریق کے مطابق پھر ذاتی حملوں پر اُتر آیا۔

مکرم خان بہادر صاحب کی شادی نواب آف ٹوپی کی بھانجی سے ہوئی۔ اس شادی سے آپ کے ہاں دو بیٹے عبدالرحیم خان اور عبدالحمید خان اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔
دونوں بیٹے انجینئر بنے۔ مکرم عبدالرحیم خان واپڈا میں انجینئر تھے۔ آپ کی بیٹیوں کی شادی فوج میں ہائی کمان آفیسرز سے ہوئی۔ جنرل بہادر شیر خان، بریگیڈیر شیر خان اور جنرل شیر یں آپ کے داماد تھے۔

مکرم خان بہادر خان صاحب نے اپنا ایک فارم آباد کیا تھا جس کا نام چار باغ رکھا تھا۔

مولوی مسیح الدین خاں صاحب

مکرم مولوی مسیح الدین صاحب کے والد حافظ نور محمد صاحب ساکن کوٹھہ شریف ضلع مردان تھے۔ حافظ صاحب وہ معروف شخصیت ہیں کہ جنہوں نے اپنے پیر حضرت سید امیر صاحب کی ظہور امام مہدی کے متعلق بشارت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچائی اور اس کے مطابق ان پر ایمان لائے۔ حضور نے اس کا ذکر اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں فرمایا تھا۔

مولوی مسیح الدین صاحب اگرچہ پیدائشی احمدی تھے تاہم انہوں نے ازخود بیعت خلافت اولیٰ میں کی۔ ۱۹۱۰ء میں آپ فیروز پور میں تھے اور وہاں مکرم خان صاحب فرزند علی خان قلعہ میگزین میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ آپ ان کے ذریعہ باقاعدہ بیعت کر کے جماعت میں داخل ہوئے اور اپنے چھوٹے بھائی مکرم خان شمس الدین خان کو بھی تحریک کی اور انہوں نے خلافت ثانیہ کے زمانہ میں بیعت کی۔

مولوی صاحب نے پشاور میں مکرم محمد شریف احمدی کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس سے تین فرزند تھے۔ بڑا لڑکا مکرم مصلح الدین فوج میں تھا اور وطن کے دفاع میں شہید ہوئے دوسرے بیٹے مکرم صلاح الدین صاحب آجکل امریکہ میں ہیں۔ مولوی صاحب نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ تدریس میں گزارا اور زیادہ تر خیبر اور کرّم ایجنسی میں قیام پذیر رہے۔

عمر کے آخری ایام میں جب پنشن پا چکے تھے آپ کو گلوکوما کی تکلیف ہوئی اور دونوں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔

مولوی عبدالکریم صاحب

مولوی عبدالکریم صاحب کا تعلق جلال پور جٹاں ضلع گجرات سے تھا لیکن آپ بچپن میں ہی اپنے والد کے ہمراہ بنوں آ گئے اور پھر یہاں ہی شادی کی اور ساری عمر اسی صوبہ میں گزار دی۔ آپ پشاور میں محکمہ رفاہِ عامہ میں ملازم تھے اور اپنی سادہ اور نافع الناس طبیعت کی وجہ سے بہت مقبول تھے۔

مولوی صاحب ۱۹۱۳ء میں احمدی ہوئے۔ اس کا سبب مکرم مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کا مشہور مباحثہ جلال پور جٹاں ہوا۔ بعدہٗ اپنے ذاتی مطالعہ اور علمی محفلوں میں شرکت سے آپ خود

عالم بن گئے۔ خاص طور پر پشاور میں اہل پیغام کے ساتھ گفتگو میں ان کو لاجواب کرتے اور کئی لوگوں کی ہدایت کا باعث ہوئے۔ اسی طرح عیسائیوں، بہائیوں اور غیر احمدیوں سے بڑی مدلّل گفتگو کرتے۔ باہمی بحث کا کوئی موقع ہوتا آپ اس میں موجود ہوتے۔

آپ کی شادی سرائے نورنگ ضلع بنوں میں خوست کے مہاجر ملّا محمد صاحب کی بیٹی سے ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے کثیر اولاد دی۔

مکرم مولوی صاحب کو تبلیغ کا خوب شوق تھا۔ قیام بنوں میں خوب تبلیغ کرتے اور جب پشاور آ گئے تو یہاں بھی کھلے عام تبلیغ کرتے۔

مکرم مولوی صاحب موصوف کی یوں تو ساری اولاد میں بہت اخلاص پایا جاتا ہے۔ آپ کے ایک فرزند مکرم میر محمد رشید صاحب نے جماعتی اور ذیلی تنظیموں میں نمایاں حصہ لیا۔ اب وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔

سید ظہور الحسن صاحب

آپ کی پیدائش ۱۸۸۷ء میں ہوئی۔ آپ نے ۱۹۱۰ء میں مکرم صاحبزادہ عبداللطیف صاحب آف ٹوپی کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے دور میں بیعت کی۔

آپ ایک لمبا عرصہ تک بنوں میں بسلسلہ ملازمت مقیم رہے۔ اور وہیں ۱۸ / جنوری ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

آپ کی اولاد میں پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ آپ کے ایک بیٹے بریگیڈیر ڈاکٹر سید ضیاء الحسن صاحب تھے جو ناظم ضلع انصار اللہ اور سیکرٹری اصلاح وارشاد راولپنڈی رہے۔ آپ نے احمدیہ بیت الذکر پشاور کی تعمیر میں اپنے والد محترم کی طرف سے نمایاں حصہ لیا۔

آپ محکمہ PWD میں ملازم تھے اور صوبہ کے مختلف مقامات پشاور، بنوں، کوہاٹ، ڈیرہ اسماعیل خان اور مالاکنڈ متعین رہے۔

آپ کے ایک بیٹے میجر سید سعید احمد صاحب تھے جو ۱۹۱۹ء میں مالاکنڈ میں پیدا ہوئے۔

آپ نے میٹرک قادیان سے پاس کیا۔ جنگ عظیم کے دوران ملٹری میں چلے گئے۔

آپ کی شادی خاندان سیدنا حضرت مسیح موعودؑ میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی بیٹی محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم سے ہوئی۔ جنہوں نے اپنے پشاور کے قیام کے دوران وہاں لجنہ اماء اللہ کو منظم کیا اور اسے ایک فعال تنظیم بنادیا۔ آپ کے بیٹے سید حسین احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں اور آج کل لاہور جماعت میں متعین ہیں۔

آپ کے ایک بیٹے سید محمد حسن صاحب سکوارڈن لیڈر (ر) آجکل امریکہ میں ہیں۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہایت مخلص احمدی ہیں۔ اپنے پشاور کے قیام کے عرصہ میں وہاں کی جماعت کے فعال رکن تھے۔ تربیتی اور تبلیغی کاموں میں نہایت دلچسپی سے حصہ لیتے رہے۔

مکرم میجر صاحب ۱۶ر جولائی ۲۰۰۵ء کو وفات پا گئے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

میر سلام خان صاحب

مکرم میر سلام خان صاحب علاقہ کالہ جلال آباد کے باشندہ تھے۔ وہاں سے آکر پشاور موضع بالا مانی میں سکونت اختیار کرلی۔ ولی خان ٹھیکیدار کے ہاں ملازم تھے۔ بعض مقدمات کے سلسلہ میں ان کی واقفیت مولانا غلام حسن خان صاحب اور دیگر احمدیوں سے ہوئی۔ اس میل جول کے نتیجہ میں آپ نے ۱۹۱۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی بیعت کی۔ کچھ عرصہ بعد آپ پشاور چھوڑ کر قادیان چلے گئے۔

اس زمانہ میں قادیان میں کوئی مذبح خانہ نہیں تھا۔ اس کی بڑی وجہ غیر مسلم تھے جو اس کے خلاف تھے۔ میر سلام صاحب نے لوگوں کی اس ضرورت کے پیش نظر انتظام کیا۔ قادیان کے تمام رہائشی میر سلام کو بخوبی جانتے ہیں کیونکہ سب اپنی ضرورت کی وجہ سے اس کے گاہک تھے۔ اس طرح میر سلام صاحب گوشت کے ٹھیکیدار بن گئے۔ ان کے دو بیٹے عبدالغفور اور سید اسلام بھی اس کام میں ان کے معاون تھے۔ سید اسلام نے یہ کام ربوہ میں بھی تقسیم ملک کے بعد جاری رکھا۔

مکرم میر صاحب کے بڑے بیٹے عبدالغفور صاحب تقسیم ملک کے بعد پشاور آ گئے اور یہاں ان کی وفات ہوئی اور احمدیہ قبرستان پشاور میں تدفین ہوئی۔

میاں آغا محمد صاحب۔ میاں فضل محمود صاحب

یہ دونوں بھائی شہر پشاور کے رہنے والے تھے۔ مذہباً اہلحدیث تھے۔ حضرت مولانا غلام حسن صاحب کی وجہ سے احمدی ہوئے اور خلافت اولیٰ میں بیعت کی۔

میاں آغا محمد صاحب چوک ناصر خاں میں کاروبار کرتے تھے۔ ۱۹۳۵ء کی خطرناک آگ میں ان کی دکان اور سامان جل گیا۔ آپ پشاور چھوڑ کر لاہور چلے گئے۔ بعد میں پھر پشاور واپس آ گئے اور یہاں وفات پائی۔ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔

میاں فضل محمود صاحب اپنے بڑے بھائی کے ذریعہ احمدی ہوئے۔ عدالت ضلع میں نقل نویس تھے۔ کچھ عرصہ چارسدہ میں رہے۔ آپ خاموش طبع اور سعید الفطرت تھے۔ جب موقع ملتا پشاور شہر کی مسجد میں نماز اور درس میں شریک ہوتے۔

ملک محمد ایوب خان صاحب آف شیخ محمدی

پشاور سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر موضع شیخ محمدی ہے جہاں بفضلہ تعالیٰ خلافت اولیٰ کے زمانہ سے جماعت قائم ہے اور بڑی فعال جماعت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اپنی خلافت سے قبل جب پشاور میں انصار اللہ کے اجتماع پر تشریف لائے تو اس موضع میں بھی تشریف لے گئے اور ایک بڑے مجمع سے خطاب فرمایا تھا۔

اس موضع میں احمدیت کے سرخیل مکرم ملک محمد ایوب خان صاحب اور ان کے دوست استاد صاحب گل تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۲ء میں بیعت کی۔ دونوں بہت علم دوست تھے اور انگریزوں کو اردو اور پشتو پڑھاتے تھے۔ ملک صاحب کو عربی، فارسی اور انگریزی پر کافی عبور تھا۔ انہوں نے مشن کالج پشاور سے تعلیم حاصل کی تھی اور زمانہ طالب علمی میں مکرم قاضی صاحب کے ذریعہ احمدیت سے متعارف ہو چکے تھے۔

مکرم ملک صاحب کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام ملک عبدالرؤف تھا۔ کچھ عرصہ وہ قادیان میں زیر تعلیم رہا اور اس نے جنوری ۱۹۱۲ء میں بیعت کی تھی۔

ملک صاحب کی دوسری بیوی سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے۔

۱۔ ملک عبدالقیوم

۲۔ پروفیسر عبداللطیف خان

۳۔ عبدالاکبر خان

۴۔ عبدالصمد خان

۵۔ ملک عبدالقدوس خاں

ان میں سے پروفیسر عبداللطیف خان کو دشمنوں نے ۱۸؍جون ۱۹۲۶ء کو شہید کر دیا جبکہ عبدالقدوس کو بچپن میں ہی جبکہ وہ پانچ سال کے تھے کسی نے اغوا کر لیا جس کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ ان دو صدمات سے ملک صاحب کو گاؤں چھوڑنا پڑا اور کچھ عرصہ پریشانیوں میں گزرا تاہم بعد میں بفضلہٖ تعالیٰ حالات بہتر ہو گئے۔ بڑے بیٹے ملک عبدالقیوم نے خاندان کو کافی سنبھالا اور بھائیوں کو تعلیم دلائی اور وہ برسر روزگار ہوئے۔

خلافت ثانیہ کے انتخاب کے بعد چونکہ مولوی محمد علی صاحب اور جماعت کے بعض سرکردہ افراد جن میں پشاور کے مکرم مولوی غلام حسن صاحب بھی تھے اس لئے صوبہ سرحد کا بہت بڑا طبقہ ان کے زیر اثر غیر مبائعین رہا۔ اگرچہ بعد میں مکرم قاضی محمد یوسف صاحب کی خصوصی کوشش سے مکرم مولوی غلام حسن صاحب اور دیگر بہت سے احباب مبائعین ہو گئے۔

ملک محمد ایوب صاحب بھی غیر مبائعین میں تھے مگر قاضی صاحب کے ساتھ اچھے تعلقات تھے اور بیعت کے لئے آمادہ تھے لیکن اچانک دشمنوں نے ان کو شہید کر دیا اور ۲۳؍مارچ ۱۹۲۲ء کو گاؤں کے قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

ڈاکٹر فتح دین صاحب

مکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب کا تعلق لدھیانہ پنجاب سے تھا۔لیکن آپ کی تمام سروس اور پریکٹس کا زمانہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں گزرا۔اس لئے آپ کی اولاد بھی یہاں پر قیام پذیر رہی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب ۱۹۰۵ء میں لدھیانہ تشریف لائے تو مکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب سکول کے طالب علم تھے۔اپنے اساتذہ کے منع کرنے کے باوجود آپ حضور علیہ السلام کا لیکچر سننے چلے گئے اور آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر ہی اندازہ لگایا کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔بعد ازاں تعلیم سے فارغ ہونے پر آپ نے قادیان جاکر حضرت مولانا الحاج نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کے دست مبارک پر بیعت کی اور قادیان میں ایک مکان دارالانوار محلہ میں تعمیر کروایا۔آپ بہت مخلص اور جماعت کے لئے اپنے وقت اور مال کی قربانی کرنے والے بزرگ تھے۔تبلیغ کا بہت شوق تھا۔آپ کے متعلق قاضی محمد یوسف صاحب نے تحریر فرمایا:۔

> ''ہر وقت تبلیغ جاری رکھتے تھے۔تبلیغی جلسوں میں موجود رہتے تھے۔جس طرح وہ خدا کے نام پر دل کھول کر دیتے تھے اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ ان کو دیتا تھا۔ آپ کی بیوی نیک کاموں میں حصہ لینے میں آپ سے کم نہ تھیں۔''[1]

آپ جماعت کے لئے مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔اس کے بارہ میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ الثالث نے ایک بار فرمایا تھا کہ پشاور جماعت کے چندہ جات میں اچانک بہت کمی آ گئی تو مرکزی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ مکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب وفات پا گئے ہیں۔

مکرم ڈاکٹر صاحب کی اولاد میں اُن کے سب سے بڑے بیٹے عزیز احمد صاحب تھے جو کہ قادیان میں جب ہائی سکول کے طالب علم تھے اُس وقت حضرت مصلح موعود نے انہیں حضرت

[1] تاریخ صوبہ سرحد۔صفحہ ۲۰۰

مرزا ناصر احمدؒ کا بھائی بنایا تھا اور اس بھائی چارہ کو تمام عمر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ایک فرد کی حیثیت اور عزت حاصل رہی۔

خدا تعالیٰ نے اُن کی اولاد میں سے مکرم مبشر احمد خان صاحب کو بچپن سے ہی ذیلی تنظیموں میں فعال کردار ادا کرنے کی توفیق دی۔ اس کے بعد جب امریکہ میں آ گئے تو جماعت کی خدمت میں ہمیشہ مصروف رہے اور ایک عرصہ تک جماعت امریکہ کے جنرل سیکرٹری رہے۔ بعد میں خدا تعالیٰ نے اُن کو وقف زندگی کی توفیق دی اور آج کل امریکہ میں کامیاب مشنری اور مربی کے فرائض ادا کر رہے ہی۔ آپ گویا ڈاکٹر فتح دین مرحوم کی عملی یادگار ہیں۔

ڈاکٹر فتح الدین صاحب مرحوم کے نواسوں میں مکرم ڈاکٹر میر داؤد احمد صاحب، میر محمود احمد صاحب اور پروفیسر میر حبیب احمد صاحب جماعت کی خدمات میں مصروف رہتے ہیں۔ جو کہ لاہور کے معروف بزرگ ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب مرحوم کے بیٹے ہیں۔

خلافت اولیٰ کے بعض اور مبائعین
مع مختصر تعارف

حافظ محمد علی صاحب

ساکن محلہ ڈھلاں شہر پشاور۔ آپ حافظ قرآن تھے۔ میاں محمد مکی صاحب کی تبلیغ سے احمدی ہوئے اور خلیفۃ المسیح الاول کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کا لڑکا نثار احمد بھی احمدی تھا۔ (وفات ۱۹۳۵ء)

مرزا عبدالرحیم صاحب

آپ محلہ قاضی خیلاں بازار کلاں پشاور کے باشندہ تھے۔ محکمہ انہار میں اہلمند تھے۔ ان کا ایک عظیم کارنامہ یہ تھا کہ جماعت کو اپنا ایک بالا خانہ مفت بطور مرکز استعمال کے لئے دیا۔ یکم جنوری ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۹ء تک جماعت کی مساعی کا یہ مرکز رہا۔ اس کے بعد جب شہر کی مسجد تعمیر ہوگئی تو اسے خالی کر دیا گیا۔ (بیعت ۱۴؍فروری ۱۹۱۳ء)

میاں غلام محی الدین صدیقی صاحب

میاں غلام محی الدین صدیقی ولد خان جہاں محلہ ساربانان شہر پشاور کے باشندہ تھے۔ غالباً صاحبزادہ چراغ دین کی تحریک سے احمدی ہوئے۔ آپ موصی تھے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ آپ کے بیٹے عبدالوکیل سے دو بیٹے عبدالجلیل اور انیس احمد ہیں جو فعال احمدی ہیں۔ (وفات ۲۵؍جنوری ۱۹۱۶ء)

مولوی ارجمند خان صاحب

آپ خلافت اولیٰ کے دور میں جماعت میں داخل ہوئے۔ قادیان میں آپ جامعہ احمدیہ میں پروفیسر تھے اور اسی طرح ہوسٹل کے انچارج تھے۔ طلباء سے نہایت محبت اور شفقت کا تعلق رہا۔ (پیدائش ۱۸۹۴ء)

قاضی محمد شفیق صاحب

آپ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔آپ نے خلافت اولیٰ کے دور میں بیعت کی۔

کرنل صاحبزادہ احمد خان صاحب

کرنل صاحبزادہ احمد خان صاحب ساکن مٹھا ضلع مردان

صاحبزادہ ہاشم جان صاحب

صاحبزادہ ہاشم جان ساکن تیراہی ضلع پشاور

میاں شہاب الدین صاحب

آپ جماعت احمدیہ مردان کے ایک عرصہ تک پریذیڈنٹ رہے۔ان کے بیٹے میاں حسام الدین صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ ہیں۔

حضرت مصلح موعود کا زریں دور

تاریخ احمدیہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں ۱۹۱۴ء کے سال کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ ۱۳؍مارچ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے بعد جب اگلے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا انتخاب عمل میں آیا تو جماعت کے بعض سرکردہ افراد نے اس میں حصہ نہ لیا اور بعد میں مکرم مولوی محمد علی صاحب کی سرکردگی میں لاہور میں جا کر علیحدہ جماعت کی بنیاد ڈالی۔ چونکہ مولانا غلام حسن خان صاحب اس صوبہ میں جماعت کے رکن رکین تھے اور یہاں جماعت کے نفوذ میں ان کی بنیادی خدمات تھیں۔ اس لئے جب انہوں نے غیر مبائعین کا ساتھ دیا تو عملاً تمام جماعت نے ان کے زیر اثر جماعت لاہور کا ساتھ دیا اور ایک لحاظ سے صوبہ کی تمام جماعت مرکز احمدیت قادیان سے الگ ہوگئی۔

اس نازک موقع پر حضرت قاضی محمد یوسف صاحب وہ پہلے مرد مجاہد تھے کہ جنہوں نے خلافت ثانیہ کی بیعت نہ کرنے کی غلطی کا احساس کیا اور جلد قادیان جا کر حضور کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ ان کی انتھک کوششوں کے نتیجہ میں تیزی سے مبائعین کی تعداد بڑھنے لگی۔ اور نئی جماعتیں قائم ہونے لگیں اور نئی مساجد کی تعمیر عمل میں آنے لگی۔ بالآخر جیسا کہ قبل ازیں تفصیل سے تحریر کیا جا چکا ہے کہ محترم قاضی صاحب کی دعاؤں اور سعی پیہم سے مکرم مولانا غلام حسن خان صاحب نے اور ان کے بعض دیگر رفقاء نے بھی بیعت خلافت کر لی اور اس طرح صوبہ میں عملاً جماعت لاہور دم توڑ گئی اور اس کے برعکس حضرت مصلح موعود کی قیادت میں جماعت ترقی پذیر رہی۔

حضرت مصلح موعود نے تقسیم ملک کے بعد خود اس صوبہ کا دو مرتبہ دورہ فرمایا اور یہاں جماعت کی تبلیغی اور تربیتی مساعی کا مؤثر نظام قائم فرمایا۔ اس لئے بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مصلح موعود کے دور میں جماعت ایک طرح اس صوبہ میں نیست سے ہست میں آئی

اوراسے نشاۃ ثانیہ سے وافر حصہ ملا۔ آپ کے وصال کے بعد خلافت ثالثہ میں ۷۴ء میں اورخلافت رابعہ میں ۸۴ء کے دور میں جب جماعت کو قیامت خیز حالات میں سے گزرنا پڑا تو بفضلہٖ تعالیٰ جماعت ثابت قدم رہی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت کوان نازک ایام میں جانی اور مالی شدید نقصان اُٹھانا پڑا۔بعض جگہ جماعت کی مساجد کو بھی مقفل کر دیا گیا۔مگر یہ نقصانات جماعت کے عزم کو ہرگز متزلزل نہ کر سکے اور ہمیں یقین ہے کہ یہ ابتلاء خدا تعالیٰ کی طرف سے آئندہ عظیم کامیابیوں کا پیش خیمہ ہیں۔

علاقہ تیراہ میں سنی اور شیعہ فساد

حضرت مصلح موعود کی دردمندانہ اپیل

جماعت احمدیہ ہمیشہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے لئے کوشاں رہی ہے۔اس کی ایک مثال ۱۹۲۷ء میں صوبہ کے تیراہ کے علاقہ میں سنی اور شیعہ فسادات تھے جس کے نتیجہ میں کئی جانوں کا نقصان ہوا۔اس موقع پر سیدنا حضرت مصلح موعود نے جو دردمندانہ اپیل کی اور اس کے لئے جو تجاویز پیش کیں وہ مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں۔نیز جن لوگوں کے لواحقین ان فسادات میں متاثر ہوئے ان کے لئے حضور نے مالی اور اخلاقی امداد کا وعدہ فرمایا اور زخمیوں کے علاج کے لئے ایک احمدی ڈاکٹر کو بھجوانے کا اعلان فرمایا۔حضور کی اپیل کا متعلقہ حصہ درج ذیل ہے:

> ''سرحدی آزاد علاقہ کے شیعہ سنی فساد کی اطلاعیں ان لوگوں کے لئے جن کے دل میں اسلام کا درد ہے سخت صدمہ کا موجب ہوئی ہیں۔میں تمام سنیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان معاملات پر پلیٹ فارم یا اخبارات میں جوش سے بحث نہ کریں بلکہ باہمی اختلاف کا پرائیویٹ طور پر تصفیہ کرنے کی کوشش کریں۔نیز یہ بھی اپیل کرتا ہوں کہ سنی صرف اس واسطے اس جھگڑے میں سنیوں کو حق پر نہ سمجھ لیں کہ وہ سنی ہیں اور اسی طرح میں شیعوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ یہ خیال نہ کرلیں کہ شیعہ قبائل

مظلوم ہیں صرف اس وجہ سے کہ وہ شیعہ ہیں لیکن یہ بات صاف ہے کہ ہمیں بہت سی عزیز جانوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ جو کسی وقت مفاد اسلامی کے لئے زیادہ منفعت بخش ثابت ہوسکتی تھیں۔ ہمارا فوری فرض یہ ہونا چاہئے کہ اس برائی کو اور نہ پھیلنے دیں اور ان لوگوں کی مدد کریں جن کو اس فساد میں نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ میرے ناقص خیال میں چونکہ ہم سرکاری علاقہ میں رہنے کی وجہ سے آزاد علاقے پر بہت تھوڑا اثر رکھتے ہیں اور چونکہ وہ اقوام اپنی آزادی کے لئے بہت غیرت رکھتی ہیں۔ اس لئے ہم صرف سرحدی رؤساء کے ذریعہ ہی لڑنے والے قبائل پر اثر ڈال سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم کو فوراً پشاور اور کوہاٹ میں تمام اسلامی فرقوں کے ذی اثر اصحاب کی ایک کمیٹی بنانا چاہئے جس میں وہ مُلّا اور سردار خصوصیت سے شامل کئے جائیں۔ جن کو ان اقوام میں سے کسی نہ کسی میں کم وبیش رسوخ حاصل ہوتا کہ ہم آزاد سرحدی علاقہ کے شیعوں اور سنیوں میں صلح وآشتی پیدا کرنے کے ذرائع معلوم کرسکیں۔

میں یہ بھی تجویز کرتا ہوں کہ اس کمیٹی کو چاہئے کہ ان لوگوں میں حقیقی صلح کرائے۔ اورصرف دفع الوقتی سے کام لے کر کوئی ایسا صلح نامہ نہ مرتب کرے۔ جوانجام کار ایک سخت نقصان دہ دھوکا ثابت ہو۔ نیز ایک فنڈ بھی فوراً کھولنا چاہئے تا کہ جن لوگوں کو اس افسوس ناک لڑائی میں مالی یا جانی نقصان پہنچا ہے ان کی مدد کی جاسکے۔ میں ایک لائق ڈاکٹر کی خدمات پیش کرتا ہوں جو بشرط ضرورت ان زخمیوں کا علاج کرے گا جن کے متعلق میں نے سنا ہے کہ کثیر تعداد میں سرکاری علاقے میں آگئے ہیں۔ نیز میں ان لوگوں کے لئے جن کو اس لڑائی میں تکلیف پہنچی ہے ہر ایک قسم کی مالی واخلاقی مدد دینے کا جو میری طاقت میں ہے وعدہ کرتا ہوں۔''

قادیان میں یوم صوبہ سرحد

جماعت احمدیہ نہ صرف لوگوں کے باہمی مذہبی اختلافات کی بناء پر تشدد اور جبر کے خلاف ہے بلکہ سیاسی اختلاف کے لحاظ سے قتل وغارت سے بچنے اور پرامن رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ دنیا میں صحیح امن مذہبی رواداری اور سیاسی اختلافات کی برداشت کے نتیجہ میں ہی قائم ہوسکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اگر کوئی اور بھی کوشش کرتا ہے اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرتا ہے تو جماعت نے ہمیشہ اس کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ اس کی ایک مثال اس صوبہ میں ہونے والے ایک ظلم کے خلاف آواز اُٹھانے کے لحاظ سے جماعت کا طرز عمل ہے۔

۱۹۳۲ء میں اس صوبہ کی ایک سیاسی تنظیم اور تحریک سرخ پوش کو برطانوی گورنمنٹ نے دبانے اور مٹانے کے لئے جو ظلم و بربریت کا طریق اختیار کیا اسے مسلمانوں نے خاص طور پر بڑی شدت سے محسوس کیا چنانچہ آل انڈیا مسلم کانفرنس دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ ۵ رفروری کو اس کے خلاف تمام ملک میں صدائے احتجاج بلند کی جائے۔ چنانچہ اس کے مطابق قادیان میں بھی اس تاریخ کو ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں نہ صرف حکومت کو اس ظلم کے خلاف ایک متفقہ قرارداد پاس کر کے بھجوائی گئی بلکہ مصیبت زدگان سے اظہار ہمدردی بھی کیا گیا۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اس سے قبل اپنے خطبہ جمعہ میں اس صوبہ میں ہونے والے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

> ''صوبہ سرحد میں معلوم ہوا ہے کہ بعض افسران نے بہت زیادتیاں کی ہیں۔ ہمارے خیال کے مطابق سرخ پوش تحریک جائز نہیں مگر پھر بھی وہاں کے مظلوموں کے ساتھ ہمیں ہمدردی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان حالات کا علم ہونے کے بعد حکومت ان کے ازالہ کی کوشش کرے گی اور ہر وہ مسلمان جو ان کی کسی نہ کسی طرح مدد کرسکتا ہو اس سے دریغ نہ کرے گا۔''[1]

[1] (تاریخ احمدیت۔ جلد ۶ صفحہ ۱۹-۲۰)

صوبہ کے احمدیوں کا سپاسنامہ

بر موقع خلافت جوبلی

سیدنا حضرت مصلح موعود کی خلافت کے پچیس سال مکمل ہونے پر قادیان میں جلسہ خلافت جوبلی منایا گیا۔ اس موقع پر مختلف جماعتوں کی طرف سے حضور کی خدمت میں سپاسنامے پیش کئے گئے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کے احمدیوں کی طرف سے جو سپاسنامہ پیش کیا گیا وہ ذیل میں درج ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم والسلام

علیٰ احمد المسیح الموعود

سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

ہم احمدیان صوبہ سرحد (جو ہندوستان کے شمال مغرب میں رہتے ہیں) آج اِس جگہ حاضر ہو کر حضور کی خلافت جوبلی یا خلافت ثانیہ پر پچیس سال کا زمانہ دراز گزرنے پر جو کامیابی اور کامرانی سے گزرا، خدا کا شکر بجالاتے ہیں اور حضور کو تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ بے شک وہ قابل ستائش ہے جس نے حضور کو اِس دوران میں نہ صرف سلسلہ کے اندرونی فتنوں اور سازشوں کی سرکوبی کا موقعہ بخشا۔ بلکہ سلسلہ کے باہر دنیا میں بھی اس کی عزت اور وقار کو قائم کیا۔ اور حضرت احمدؑ کے نام اور پیغام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے میں بامراد کیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

جماعت احمدیہ خیبر پختونخواہ کی سیاسی خدمات

جماعت احمدیہ خالصتاً ایک مذہبی جماعت ہے اور اس کی تمام تر کوشش حفاظتِ اسلام اور اشاعتِ اسلام تک محدود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا میں یہی جماعت کی شناخت ہے اور اس کا کسی ملک کی مقامی سیاست سے کوئی سروکار نہیں اور ہر ملک کی حکومت کی وہ وفادار اور اس ملک کے قانون کی پورے طور پر پابند اور اس کا احترام کرتی ہے۔

لیکن ملکی سیاست میں بعض ایسے مواقع آتے ہیں کہ جہاں قومی اور خاص طور پر مسلمانوں کے مجموعی مفاد کے پیشِ نظر اسے اس ملک کی رعایا ہونے کے لحاظ سے اپنا رول ادا کرنا پڑتا ہے۔ ایسا ہی ایک موقع تحریکِ پاکستان کا تھا جس کی علمبردار قائداعظم کی مسلم لیگ تھی۔ ہندوستان کی آزادی کی تاریخ میں یہ ایک ایسا اہم موقع تھا کہ جماعت احمدیہ نے بجائے کانگرس کا ساتھ دینے کے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اس نازک موقع پر مسلمانوں کے اکثر مذہبی گروپوں نے بجائے مسلم لیگ کے کانگرس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔

اس زمانہ میں صوبہ خیبر پختونخواہ میں جو اس وقت صوبہ سرحد کہلاتا تھا مسلمانوں کی مذہبی تنظیموں کے علاوہ عبدالغفار خان کی سرخپوش تحریک کانگرس کی ہمنوا تھی اور یہاں مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے بہت مشکلات تھیں۔

ان حالات میں سیدنا حضرت مصلح موعود نے تمام ملک میں مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ حضور کا ارشاد جناب قائداعظم محمد علی جناح کے ۱۸ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کے اس بیان کے جواب میں تھا جس میں انہوں نے آئندہ ملک میں ہونے والے الیکشنوں میں مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے اپیل کی تھی۔ چنانچہ حضور نے ۲۲ر اکتوبر کو ''آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعت احمدیہ کی پالیسی'' کے عنوان سے مضمون تحریر فرمایا اس میں تمام احمدیوں کو ارشاد فرمایا کہ وہ انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کریں تا کہ وہ ڈٹ کر یہ کہہ سکے کہ وہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت ہے۔

اس زمانہ میں اس صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت تھی اور خاص طور پر سرخ پوش تحریک مسلم لیگ کے خلاف تھی اور اس امر کا خطرہ تھا کہ آئندہ الیکشن میں یہاں شائد مسلم لیگ کامیاب نہ ہو سکے۔ اس لئے حضور نے خاص طور پر اس صوبہ کے احمدیوں کو مسلم لیگ کی حمائت کرنے اور ووٹ دینے کی ہدائت فرمائی۔ اس ضمن میں ضلع صوابی کے ایک بااثر احمدی جناب صاحبزادہ عبدالحمید صاحب کو علاقہ میں مسلم لیگ کی تنظیم کو مضبوط کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جس کی تعمیل میں انہوں نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ نیز ۱۷ر جولائی ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند کی سکیم کے تحت صوبہ میں استصواب رائے ہوا تو جماعت احمدیہ نے مسلم لیگ کی امداد کے لئے ایک خصوصی وفد بھجوایا جس کی خدمات کا اعتراف مسلم لیگ ریفرینڈم کمیٹی کے صدر نے واضح الفاظ میں کیا۔

۱۹۴۸ء میں قیام پاکستان کے بعد جب حضور نے اس صوبہ کا دورہ فرمایا تو آپ نے اپنے تمام خطابات میں اہالیانِ صوبہ کو اس نئے ملک کو ہر لحاظ سے اسلامی رفاہی مملکت بنانے کی طرف توجہ دلائی۔ نیز آپ نے خان عبدالغفار خان سے ملاقات کر کے ان کو اس طرف توجہ دلائی کہ وہ اب اپنے پرانے موقف کو چھوڑ کر حکومت کو مضبوط بنانیکے لئے کوشش کریں۔ یہ امر افسوس ناک ہے کہ انہوں نے حضور کی اس مخلصانہ اپیل کا مثبت جواب نہ دیا۔

جماعت احمدیہ خیبر پختونخواہ کی

رفاہی اور سماجی خدمات

جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کی سیاسی، رفاہی اور سماجی لحاظ سے ہر موقع پر خدمت کی ہے۔ (سیاسی خدمات کا الگ تذکرہ ہو چکا ہے)

مذہبی لحاظ سے اتحاد بین المسلمین کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ ۱۹۲۷ء میں جب تیراہ کے آزاد علاقہ میں سنی اور شیعہ مسلمانوں کے فسادات ہوئے تو حضرت مصلح موعود نے باہمی صلح کے لئے دردمندانہ اپیل کی۔ (تفصیل دوسری جگہ درج ہے)

ملک عزیز پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا تو جماعت ہمیشہ جانی قربانی پیش کرنے میں صف اول میں رہی ہے۔ جانی قربانی پیش کرنے والے بعض احباب کا ذکر شہداء احمدیت کے آخر میں کیا گیا ہے۔

۱۹۳۲ء انگریزی دور میں حکومت وقت کی طرف سے سرخ پوش تحریک کے خلاف ظالمانہ کارروائی کی گئی تو دیگر تنظیموں کی طرح قادیان میں یوم سرحد منایا گیا اور ان مظلوموں کے حق میں آواز بلند کی گئی۔ (تفصیل دوسری جگہ درج ہے)

۲۰۰۹ء میں جب حکومت کی انسداد دہشت گردی کے خلاف آپریشن کی بناء پر لوکل آبادی ہجرت پر مجبور ہوئی تو ان کی بحالی کے لئے حکومت کی طرف سے جو فنڈ قائم کیا گیا اس میں جماعت نے پچاس لاکھ روپے کا عطیہ پیش کیا۔ انفرادی طور پر احباب نے جو قربانی کی وہ اس کے سوا ہے۔

۲۰۱۰ء میں شدید بارشوں کی وجہ سے خیبر پختونخواہ کے اضلاع نوشہرہ اور اکوڑہ بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ مرکز سے ان کی امداد کا جائزہ لینے کے لئے وفد پہنچا۔ نیز ایسی خدمات کے لئے جماعت کی تنظیم Humanity First دنیا میں ہر ایسے نازک موقع پر خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

حضرت مصلح موعود کا تاریخی سفر پشاور و ہزارہ

صوبہ خیبر پختونخواہ کو یہ تاریخی اعزاز حاصل ہے کہ حضرت مصلح موعود نے اپنے عہد خلافت میں ۱۹۴۸ء میں پشاور اور ۱۹۵۶ء میں ہزارہ کے بعض مقامات کا دورہ فرمایا اور دونوں مقامات پر ایک ایک ہفتہ تک قیام فرمایا۔ حضور کے یہ دونوں سفر اس علاقہ میں احمدیت کی ترقی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمۃ اللہ خلیفۃ المسیح ثالث نے سال ۱۹۷۰ء میں ایبٹ آباد میں تین ماہ قیام فرمایا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع اپنے انتخاب خلافت سے قبل بھی بحیثیت صدر مجلس انصاراللہ وصدر مجلس خدام الاحمدیہ پشاور تشریف لاتے رہے۔

غالباً سفر پشاور کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ ملکی تقسیم کے بعد جب جماعت کو قادیان سے ہجرت کرنا پڑی تو حضور پاکستان میں نئے مرکز کے لئے مناسب جگہ کی تلاش میں تھے۔ اس سلسلہ میں حضور نے پاکستان کے مختلف مقامات خاص طور پر سندھ اور سرحد کا بھی دورہ کیا تا کہ حتمی فیصلہ سے قبل مناسب جگہ کا انتخاب مختلف علاقوں کا جائزہ لینے کے بعد کیا جائے۔

حضرت مصلح موعود صوبہ خیبر پختونخواہ کے دورہ کی غرض سے ۱۴؍اپریل ۱۹۴۸ء کو پشاور پہنچے۔ جہاں مکرم قاضی محمد یوسف صاحب نے جماعت کے عمائدین کے ساتھ حضور کا استقبال کیا اور حضور کا قیام امیر جماعت احمدیہ پشاور مکرم شیخ مظفر الدین صاحب کے مکان پر ہوا۔

چونکہ حضور کا یہ دورہ قیام پاکستان کے چند ماہ بعد ہوا تھا اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں ایک تحریک قیام پاکستان کی مخالف تھی۔ اس لئے حضور نے اپنے اس دورہ میں لوگوں کو قیام پاکستان کی اہمیت اور اس نئی مملکت کے معرض وجود میں آنے کی وجہ سے ان کے فرائض کی طرف اپنے پبلک لیکچرز اور نجی ملاقاتوں میں توجہ دلائی۔

پشاور میں حضور کے دو لیکچر ہوئے۔ پہلا لیکچر ۵/ اپریل کو گورنمنٹ ہال بیرون کچہری دروازہ پشاور ''پاکستانیوں سے کھلی کھلی باتیں'' کے عنوان پر ہوا۔ حضور کا دوسرا لیکچر ۸/ اپریل کو مشن کالج پشاور میں ہوا۔ اس کی صدارت پولیٹکل ایجنٹ کے والد مکرم غلام صمدانی صاحب نے کی۔ حضور نے پاکستانی طلباء اور عوام کو قیام پاکستان کے سلسلہ میں اپنی زرین ہدایات سے نوازا۔

۶/ اپریل حضور مع افرادِ قافلہ تورخم باب خیبر دیکھنے گئے۔ یہ وہ اہم اور تاریخی دروازہ ہے جہاں سے افغان حملہ آور قومیں ہندوستان میں آتی رہیں اور اسی راستہ سے کئی گروہ ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ اس بناء پر حضور نے اس موقع پر فرمایا:۔

''چار سو سال قبل ہمارے باپ دادا اسی راستہ سے برصغیر میں آئے تھے۔''

پشاور میں قیام کے دوران حضور نے چار استقبالیہ دعوتوں میں شرکت فرمائی۔ ایک دعوت کا انتظام ۶/ اپریل کو مکرم خان بہادر دلاور خاں کی طرف سے تھا اور دوسری دعوت اگلے روز جنرل نذیر احمد صاحب کی طرف سے تھی۔ ان دعوتوں میں اس علاقہ کی اہم سیاسی فوجی اور ممتاز سول حکام نے شرکت کی۔ جن میں سرحد کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان بھی تھے۔ اس موقع پر سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ جاری رہا۔ اسی طرح ایک دعوت تورخم سے واپسی پر لنڈی کوتل میں حضور کے اعزاز میں دی گئی۔ اس میں مقامی اہم شخصیات مدعو تھیں جن میں پاسپورٹ آفیسر، خیبر رائفلز کے لیفٹیننٹ کرنل اور سوات کے ایک شہزادہ بھی شامل تھے۔

حضور کے اعزاز میں ایک دعوت خاں عبدالحمید خاں آف زیدہ کی طرف سے پروین ہوٹل میں دی گئی۔ اس میں جماعتی عمائدین کے علاوہ متعدد مقامی اہم شخصیات نے شرکت کی۔

۱۰/ اپریل کو حضور مکرم محمد اکرم خاں درّانی کی درخواست پر چارسدہ تشریف لے گئے۔ اور خان صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔ راستہ میں حضور کو وہ آشرم بھی دکھایا گیا جو خان عبدالغفار خان نے دریائے ناگماں کے کنارے پر بنوایا تھا۔ ظہر کی نماز حضور نے اس مسجد میں ادا کی جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہاں پر حضرت سید امیر صاحب رحمہ اللہ علیہ ساکن کوٹھہ نے

بھی نماز پڑھائی تھی۔

چارسدہ میں قیام کے دوران حضور مکرم محمد اکرم خاں درانی اور مکرم قاضی محمد یوسف صاحب کے ہمراہ خاں برادران کی ملاقات کے لئے اتمان زئی تشریف لے گئے۔ یہ ملاقات ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ یہ ملاقات اس لحاظ سے بہت اہم تھی کیونکہ قیام پاکستان میں خان عبدالغفار خاں (جو سرحدی گاندھی کے نام سے مشہور تھے) کا رویہ معاندانہ رہا۔اس ملاقات میں حضور ان پر پاکستان کے قیام کی افادیت اور ضرورت واضح کرنا چاہتے تھے کہ اب قیام پاکستان کے بعد وہ اپنا مثبت کردار ادا کریں۔اس ملاقات کے متعلق ایک دفعہ حضور نے ذکر کرتے ہوئے خاں برادران کو بتایا:

''ہم تو سمجھتے ہیں کہ پاکستان حاصل کر کے مسلمانوں نے اپنا ایک جائز حق لیا ہے۔کوئی جرم نہیں کیا۔''[1]

لیکن افسوس انہوں نے اس نصیحت سے فائدہ نہ اُٹھایا۔

چارسدہ کے بعد حضور مردان بھی تشریف لے گئے۔ وہاں بھی حضور نے ایک میٹنگ سے خطاب فرمایا۔حاضرین میں علاقہ کے معززین اور وکلاء تقریباً تین چارصد کی تعداد میں موجود تھے۔حضور نے ''پاکستان اور اس کا دفاع'' کے موضوع پر اظہارِ خیال فرمایا۔اس میٹنگ کی صدارت مکرم نصر اللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء نے کی اور اپنے صدارتی تقریر میں کہا:۔

ہمارا خیال تھا کہ مرزا صاحب ایک مذہبی آدمی ہیں لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ آنمکرم ایک جرنیل بھی ہیں۔

صوبہ خیبر پختونخواہ کا دوسرا اہم علاقہ سرزمین ہزارہ ہے۔حضور نے ۱۹۵۶ء میں اس علاقہ کی بعض جماعتوں کا دورہ فرمایا۔جن میں ایبٹ آباد، مانسہرہ، بالاکوٹ اور پھگلہ شامل ہیں۔اس دورہ کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ حضور مری میں بغرض تبدیلی آب وہوا اور صحت مقیم تھے۔مکرم

---

[1] الفضل ۲۶ راکتوبر ۱۹۵۴ء

ڈاکٹر غلام اللہ صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ایبٹ آباد نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضور کو اس علاقہ کی دعوت دی کیونکہ یہ علاقہ بھی اچھا صحت افزاء مقام ہے۔

حضور نے اس دعوت کو قبول فرمایا اور ۱۶ رستمبر ۱۹۵۶ء کو مع بیگمات وخدام ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔ حضور کا قیام مکرم چوہدری عبدالجلیل خان صاحب ایگزیکٹو انجینئر کی وسیع وعریض کوٹھی میں ہوا۔ یہاں پر ایک ہفتہ کے قیام میں حضور نے افرادِ جماعت اور غیر از جماعت معززین کی ملاقاتوں کے علاوہ قریبی اہم جماعتوں کا بھی دورہ فرمایا۔

۱۹ رستمبر حضور سیر کے لئے مانسہرہ تشریف لے گئے جہاں مکرم پیر زمان شاہ صاحب نے حضور کے اعزاز میں دعوت کا انتظام کیا تھا جس میں گردونواح کی جماعتوں کے افراد اور غیر از جماعت افراد بھی مدعو تھے۔ ۲۰ رستمبر کو حضور بالاکوٹ کے اہم تاریخی مقام دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد صاحب بریلوی شہید کا مزار مقدس ہے۔ وہ اس جگہ پر شر پسندوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ حضور نے ان کے مزار پر کھڑے ہو کر لمبی دعا کی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ مزار ایک وقت میں انتہائی خستہ حالت میں تھا اور ان کے مزار پر کوئی کتبہ نہیں لگایا گیا تھا کہ ان کی قبر کی شناخت ہو سکتی خدا تعالیٰ نے مکرم قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ علاقہ خیبر پختونخواہ کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے ان کی قبر پر کتبہ تیار کر کے نصب فرمایا۔ چونکہ یہ قبر بعض دوسری قبور کے ساتھ درختوں کے جھنڈ میں واقعہ ہے۔ اس کتبہ کے بغیر اس کا تعین ناممکن تھا۔ اس طرح تیرھویں صدی کے اس بزرگ مجدد کی قبر آئندہ آنے والے زائرین کے لئے محفوظ ہو گئی ہے۔ حضور نے دعا کے بعد اس کتبہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور حضور کا فوٹو لیا گیا۔

دعا سے فراغت کے بعد حضور بالاکوٹ کے احمدی دوست مکرم محمد زمان شاہ صاحب آف پوڑی کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں چائے نوش فرمائی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مکرم

محمد زمان شاہ صاحب کو جماعت کے خلاف فسادات میں شہادت کی سعادت نصیب ہوئی۔

واپسی پر حضور پھگلہ تشریف لے گئے۔ یہاں پر اس علاقہ کے معروف احمدی سید عبدالرحیم شاہ صاحب اور ان کے خاندان نے حضور کے استقبال کے لئے شایان شان وسیع انتظامات کئے تھے۔ انہوں نے حضور کے لئے ایک وسیع پیمانہ پر دعوت کا انتظام کیا تھا جس میں علاقہ کے معززین بھی مدعو تھے۔ اس گاؤں کا محل وقوع قدرتی مناظر سے گھرا ہوا ہے۔ حضور اس سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ یہ وادی کشمیر کی کلّو وادی کی یاد تازہ کرتی ہے۔

۲۱ ستمبر کو حضور نے ایبٹ آباد میں نمازِ جمعہ پڑھائی جس میں مضافات سے کثیر احباب شامل ہوئے۔ اسی شام کو جماعت کی طرف سے ایک ٹی پارٹی کا انتظام کیا گیا تھا۔ اگلے روز حضور اجتماعی دعا کے بعد جابہ تشریف لے گئے۔ حضور کا یہ دورہ اس علاقہ میں احمدیت کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی اہمیت کا حامل ہے۔

سال ۱۹۵۳ء میں احمدیوں کے خلاف فسادات

سال ۱۹۵۳ء میں پنجاب میں جماعت احمدیہ کے خلاف فسادات ہوئے۔ وہ وہاں کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز دولتانہ کی خودغرضی اور قیام پاکستان کی مخالف جماعتوں کی ہمنوائی کے نتیجے میں تھے کیونکہ قائداعظم نے نئی مملکت کے لئے جو زریں اصول بیان کئے تھے اس سے انحراف بلکہ کھلم کھلا بغاوت کا لازمی نتیجہ یہی ہوسکتا تھا۔لیکن اس کے برعکس صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خاں تھے جنہوں نے اپنی حب الوطنی،فرض شناسی اور حسن تدبیر وانتظام کی بہت اعلیٰ اور قابل تعریف مثال قائم کی۔ انہوں نے امن وامان کے قیام کے لئے نہ صرف سرحد اسمبلی میں بلکہ مانسہرہ، ایبٹ آباد، بالاکوٹ وغیرہ مقامات پر نہایت زوردار اور مؤثر تقریریں کیں چنانچہ سید عبدالرحیم شاہ صاحب نے پھگلہ ضلع مانسہرہ سے ۲۱ /مارچ ۱۹۵۳ء کو حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لکھا کہ

''۱۴ /مارچ ۱۹۵۳ء کو وزیر اعلیٰ سرحد نے مانسہرہ ایبٹ آباد میں تقریریں کیں۔کل ۱۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو بالاکوٹ میں تقریر کی۔ پنجاب کے واقعات کی انہوں نے پُرزور مذمت کی،لوگوں کو پُرامن رہنے کی تلقین کی۔موجودہ فتنہ کا بانی، پاکستان کے دشمن عناصر کو قرار دیا۔اکثر شریف لوگوں نے اس فتنہ کو سخت ناپسند کیا ہے۔''

اسی طرح پیر محمد زمان شاہ صاحب نے مانسہرہ سے ۱۵ /مارچ ۱۹۵۳ء کے مکتوب میں حضور کو اطلاع دی کہ

''۱۴ /مارچ وزیر اعلیٰ کی تقریر مانسہرہ میں ہوئی۔ یہ تقریر بڑے جوش سے اور رُعب و دبدبہ سے کی گئی۔نہایت معقول تقریر تھی۔دلائل سے بھی لوگوں کو سمجھایا کہ یہ تحریک سیاسی تحریک ہے اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔سب مسلمان رسولِ خدا کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔ پنجاب کا بتایا کہ یہ شرارت پنجاب سے شروع ہوئی ہے اور اب پنجاب میں گولی چل رہی ہے۔مسلمان مسلمان کو مار رہا ہے ایسا نہ ہو کہ یہاں

بھی گورنمنٹ کو سخت کارروائی کرنی پڑے۔ دو دن پہلے بھی تم پر گولی چلنی تھی مگر حکام نے تم سے مہربانی کی اس تقریر کا اثر لوگوں پر اچھا معلوم ہوتا تھا۔“

وزیر اعلیٰ سرحد خان عبدالقیوم خاں صاحب نے تقریریں ہی نہیں کیں بلکہ اپنی کامیاب حکمت عملی اور مضبوط اقدامات کے ساتھ صوبہ بھر میں بدامنی اور شورش اور فساد کو کچل کے رکھ دیا اور خدا کے فضل وکرم سے صوبہ سرحد کے اضلاع پشاور، مردان، ہزارہ، کوہاٹ، بنون اور ڈیرہ اسماعیل خاں کی احمدی جماعتیں اس شورشر میں جانی ومالی نقصانات سے بالکل محفوظ رہیں اور پشاور، اچینی پایاں، بازید خیل، شیخ محمدی، چارسدہ، مردان، ایبٹ آباد، مانسہرہ، پھگلہ، ٹل، کوہاٹ اور بنوں کی جماعتوں کے احوال وکوائف خاص طور پر مرکز پہنچے۔

ذیل میں صوبہ سرحد (موجودہ صوبہ خیبر پختونخواہ) کے ان مخلصین کی فہرست دی جاتی ہے جنہوں نے ۱۹۵۳ء کے پُر آشوب زمانہ میں مرکز احمدیت کو مقامی احمدیوں کے حالات وکوائف سے باخبر رکھا اور جن کی رپورٹیں سیدنا حضرت مصلح موعود یا سلسلہ احمدیہ کے مرکزی اداروں کو موصول ہوئیں۔

۱۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ہوتی مردان، امیر جماعت احمدیہ سرحد

۲۔ شہاب الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ مردان

۳۔ غلام سرور خاں صاحب بالاکوٹ ہزارہ

۴۔ مولوی عبدالکریم صاحب پشاور

۵۔ سید عبدالرحیم شاہ صاحب پھگلہ تحصیل مانسہرہ

۶۔ محمد احمد خان صاحب ولد خان میر صاحب افغان ٹل ضلع کوہاٹ

۷۔ پیر محمد زمان شاہ صاحب مانسہرہ

۸۔ ریٹائرڈ صوبیدار سلیم اللہ صاحب (سلیم برادرز) نوشہرہ

۹۔ عبداللطیف صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ داتہ (ہزارہ)

۱۰۔ محمد علی صاحب درّانی وکیل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چارسدہ

صوبہ میں ۱۹۵۳ءاور ۱۹۷۴ء کے بعد

حالات کا اجتماعی جائزہ

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے ۱۹۵۳ء میں پنجاب میں جو جماعت احمدیہ کے خلاف فسادات ہوئے وہ وہاں کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز دولتانہ صاحب کی خودغرضی اور قیام پاکستان کی مخالف جماعتوں کی ہمنوائی کے نتیجہ میں تھے۔ کیونکہ قائدِ اعظم نے نئی مملکت کے لئے جو زرّیں اصول بیان کئے تھے اس سے انحراف بلکہ کھلم کھلا بغاوت کا لازمی نتیجہ یہی ہو سکتا تھا۔لیکن اس کے برعکس وزیرِ اعلیٰ صوبہ سرحد خان عبدالقیوم خان نے اپنی فرض شناسی اور بانی پاکستان کے اصولوں کا خیال رکھتے ہوئے صوبہ میں مثالی امن وامان قائم رکھا۔انہوں نے صوبہ بھر میں دورہ کر کے لوگوں کو کھل کر بتایا کہ مذہبی جماعتوں کی طرف سے تحریک ختمِ نبوت ایک سیاسی چال اور حربہ ہے اور اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک یہاں پنپ نہ سکی اور صوبہ میں ہر طرح امن قائم رہا اور اس کا زیادہ تر سہرا مسلم لیگی وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان کے سر پر ہے۔

اس کے برعکس ۱۹۷۴ء میں جب پیپلز پارٹی کی حکومت اس صوبہ اور مرکز میں تھی۔ اور حکمران طبقہ نے اپنے ذاتی مفاد اور اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے انہی دشمن وطن عناصر کی پشت پناہی کرنا شروع کی تو جماعت کو سب سے زیادہ نقصان اسی صوبہ میں ہوا۔اس صوبہ میں ہر جگہ لیکن خاص طور پر اضلاع مردان،صوابی اور ہزارہ میں کئی لوگوں کو جام شہادت نوش کرنا پڑا اور اپنے گھروں سے ہجرت کرنا پڑی۔

۱۹۷۴ء میں اس صوبہ میں بدامنی اور فسادات کی بڑی وجہ یہی تھی کہ ملّاازم اور مفاد پرست مذہبی عناصر کا جنّ جسے مکرم خان عبدالقیوم خان نے اپنی حکمتِ عملی اور قائداعظم کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے بوتل سے باہر نہ نکلنے دیا اسے جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے نہ صرف اسے

کھلی چھٹی دے دی بلکہ اس کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے کہ اس مفاد پرستی کا نتیجہ صرف احمدیوں کے نقصان تک محدود نہ رہا بلکہ خود انہی حکام کے لئے مصیبت کا باعث بن گیا اور جناب بھٹو صاحب کی اپنی دردناک ہلاکت اور ملک میں مارشل لاء کی حکومت کا اصل باعث یہی عناصر ہیں۔ اس کے نتیجہ میں ملک میں جو دہشت گردی کا کلچر ترقی پذیر ہوا اس کی وجہ سے تمام ملک ایک عذاب میں گرفتار ہے۔

خدا تعالیٰ ہمارے حکام کو اس اصلی خطرہ کے اِدراک کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو حضرت قائداعظم کے اصولوں پر چلنے کی سمجھ اور ہمت دے تا کہ ملک میں امن و آشتی کا دور دورہ ہو۔

سال ۱۹۷۴ء سے جماعت کے خلاف فسادات کی مختصر تاریخ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے عہد خلافت میں پاکستان کے ایک سابق وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے احمدیوں کو ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو ''نان مسلم'' قرار دینے سے قبل ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ''حکومتی انجینئرڈ'' حادثہ کی آڑ لے کر احمدیوں کے خلاف پاکستان بھر میں فسادات کروائے۔ ان میں سے صوبہ خیبر پختونخواہ میں ہونے والے واقعات کی تفصیل آئندہ صفحات میں مختصراً درج ہے۔ (اس دوران جو احمدی شہید ہوئے ان کا ذکر الگ درج ہے۔)

بھٹو صاحب ۴ راپریل ۱۹۷۹ء کو ایک قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا پا گئے۔ مگر مظالم کا یہ سلسلہ اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کے وقت بھی مزید تیزی سے بڑھا۔ جنہوں نے ۲۶ راپریل ۱۹۸۴ء کو ایک حکم نامہ جاری کیا۔ جس پر عمل کرنے کی صورت میں احمدی کسی طرح بھی اپنے عقائد کا اظہار نہیں کر سکتے۔ جماعت کے خلیفہ کا کام تو احمدیت کی ترقی، پھیلاؤ اور تربیت ہے۔ اس حکم نامہ سے یہ کام کرنا ناممکن تھا۔ لہٰذا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے

وطن سے ہجرت اختیار کی۔ چنانچہ آپ ۳۰/اپریل ۱۹۸۴ء کو اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت کے ساتھ لندن پہنچ گئے اور آپ کے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی لندن میں رہ کر جماعت کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی کے ساتھ کام کرنے والی لمبی زندگی دے۔ آمین۔

پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق بہاولپور کے قریب ۱۷/اگست ۱۹۸۸ء کو فضائی حادثہ میں ہلاک ہوئے تاہم احمدیوں پر مظالم کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر یہ محض اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ہر طرح کے ظلم وستم کے باوجود جماعت اپنے خلفاء وقت کی رہنمائی میں سلامتی کے ساتھ ترقیات حاصل کرتی جاری ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

۳۰/مئی ۱۹۷۴ء۔ کوہاٹ:۔ ایک احمدی (رفیق احمد صاحب) کا گھیراؤ کر کے انہیں شدید طور پر زخمی کر دیا گیا۔

ڈیرہ اسماعیل خان:۔ ایک احمدی (صوفی غلام محمد صاحب) کے مکان پر حملہ کر کے تمام سامان توڑ پھوڑ دیا۔ کھڑکیاں اور دروازے توڑ ڈالے۔ پولیس نے صوفی صاحب اوران کے بیٹے کو گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔

۳۱/مئی ۱۹۷۴ء۔ پشاور:۔ مسجد احمدیہ سول کوارٹرز پر حملہ کیا گیا۔ لائبریری کا دروازہ توڑ کو دروازے اور فرنیچر کو آگ لگادی، الماری توڑ دی گئیں اور کتب جلادی گئیں۔ لائبریری کے ساتھ ایک احمدی کے راشن ڈپو کا دروازہ توڑ کر سارا سامان باہر نکال کر جلا دیا گیا۔ مسجد احمدیہ کا ایک حصہ بھی جلا دیا گیا۔ شام کے وقت ایک حملہ میں احمدیوں کو قتل اوران کے سامان کی لوٹ کو کارِثواب قرار دے کر بھڑکایا گیا۔

یکم جون ۱۹۷۴ء۔ پشاور:۔ ایک جلوس نکلا۔ جس نے احمدیوں کی املاک کو لوٹنے اور جلانے کا بازار گرم کر دیا۔ آٹھ احمدیوں کے گھروں کا تمام قابل ذکر اثاثہ لوٹنے کے بعد باقی سامان کو جلا دیا گیا۔ خیبر میڈیکل کالج پشاور و یونیورسٹی، ایگریکلچر کالج اور انجینئرنگ کالج کے سات احمدی

طلباء کا سارا سامان اور کتب جلا دی گئیں۔

۲؍جون ۱۹۷۴ء۔حویلیاں:۔ احمدیوں کے خلاف ایک اشتعال انگیز جلوس نکالا گیا۔ایک احمدی غلام حسین کے مکان پر بارودی گولے پھینکے گئے۔

مردان:۔ ایک احمدی پر رات کی تاریکی میں سول ہسپتال کے گیٹ کے قریب مخالفین نے حملہ کیا اور رائفلوں کے بٹ مار مار کر اُسے شدید زخمی کر دیا۔

۳؍جون ۱۹۷۴ء۔ڈیرہ اسماعیل خان:۔ مشتعل ہجوم نے صوفی غلام محمد صاحب امیر جماعت کے مکان پر حملہ کیا۔مکان کو بری طرح توڑا پھوڑا۔فرنیچر کو تباہ و برباد کیا اور جب صوفی صاحب نے بچاؤ کے لئے ہجوم کو منتشر کرنے کی غرض سے ہوائی فائر کئے تو پولیس نے انہیں اوران کے بیٹے کو گرفتار کرلیا۔

پشاور:۔ مشتعل ہجوم نے بشیر احمد صاحب کے مکان کی قیمتی اشیاء کو لوٹ کر باقی سامان کو آگ لگا دی۔ایک احمدی فارسٹ مینیجر کے مکان کو لوٹنے کے بعد جلا دیا۔ڈاکٹر رشید احمد کی دوکان لوٹ لی اور باقی سامان نذرِ آتش کر دیا۔

ہری پور:۔ حالات شدید ناسازگار ہونے کے باعث بچوں اور مستورات کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنا پڑا۔

کریم آباد (ہنزہ):۔ ہجوم نے حملہ کر کے احمدیہ لائبریری کو شدید نقصان پہنچایا اور قرآن کریم کے متعدد نسخہ جات کو پھاڑا۔ پاؤں تلے روندا اور ضائع کر دیا اور پتھراؤ کر کے مسجد احمدیہ کے شیشے توڑ دیئے۔

۴؍جون ۱۹۷۴ء۔مردان:۔ ہجوم نے مسجد احمدیہ پر حملہ کر کے دارالمطالعہ کو آگ لگا دی۔

موضع ہتھیال (مردان):۔ ماسٹر عبدالرحمن صاحب احمدی کی دکان پر پتھراؤ کیا گیا اور سامان کو توڑا پھوڑا گیا۔

چارسدہ:۔ مشتعل ہجوم نے ایک احمدی ٹیچر نورالحق کے مکان پر حملہ کر کے سارا سامان لوٹ

لیا۔ ماسٹر صاحب کو زخمی کیا اور مکان کو جلا کر راکھ کر ڈھیر بنا دیا۔

پبی:۔ مسجد احمدیہ اور لائبریری پر حملہ کر کے قرآن مجید کے نسخے، مذہبی کتب اور دیگر لٹریچر نذر آتش کر دیا گیا۔

ترتاب:۔ ہجوم نے فردوس خان، بشیر احمد اور محمد سعید صاحبان کے مکانوں پر حملہ کر کے تمام سامان لوٹ لیا اور عمارات کو مسمار کر دیا اور محمد صادق کا مکان بھی لوٹ کر مسمار کر دیا گیا۔

شب قدر:۔ ایک بڑے جلوس نے ڈاکٹر داؤد احمد کے مکان اور دوکان پر حملہ کر کے قیمتی سامان لوٹ لیا۔ بقیہ کو آگ لگا دی۔ عمارت کو شدید نقصان پہنچایا۔

سوات:۔ اورنگ زیب کالج کے طلباء نے سوات ہوٹل کو نقصان پہنچایا۔ بعد ازاں دفتر روزگار کے احمدی مینیجر پر حملہ کرنے اس کے دفتر گئے لیکن انہیں نہ پا سکے۔

۵/جون ۱۹۷۴ء۔ مردان:۔ آٹھ افراد نے ایک احمدی کو چاقوؤں سے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔

پشاور:۔ ایک مشتعل ہجوم نے چیف انجینئر شوگر ملز جنید احمد صاحب کے مکان پر حملہ کر کے تمام قیمتی سامان لوٹ لیا۔ باقی کو آگ لگا دی۔ اس ہجوم کے ہمراہ ۱۲۰ کے قریب پولیس والے تھے۔ اے۔ سی اور ڈی ایس پی بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے جنید صاحب کے دو بھائیوں کو گرفتار کر لیا۔ نیز جلوس نے ایک احمدی ہدایت اللہ صاحب کے مکان کو لوٹ کر ہجوم نے باقی سامان کو آگ لگا دی۔

ترنگ زئی:۔ جلوس نے ایک احمدی کے مکان کو لوٹا اور جو سامان لوٹا نہ جا سکا اسے آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔

تربیلہ:۔ ایک احمدی خاتون کے گھر کو آگ لگا دی گئی مگر آگ پر جلد قابو پا لیا گیا۔

پبی:۔ ایک مشتعل ہجوم نے احمدیوں کی دوکانوں اور مکانوں پر پتھراؤ کیا اور سامان نذرِ آتش کر دیا۔ ڈاکٹر عزیز الدین صاحب کی دوکان سے ادویات اور دیگر اشیاء لوٹ لیں اور تباہ

کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب کے مکان میں بھی توڑ پھوڑ کی۔ دواخانہ دارالفضل پر حملہ کر کے سامان کو لوٹا اور فرنیچر کو آگ لگا دی۔ بعد ازاں ڈاکٹر منیر صاحب کی دوکان کو لوٹ کو نقصان پہنچایا۔

۶؍جون ۱۹۷۴ء۔ کوہاٹ:۔ شر پسندوں نے ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب کی دوکان کے دروازے توڑ دیئے۔

پشاور:۔ جلوس نے انوار احمد صاحب فاروقی کے گھر پر حملہ کیا۔

۷؍جون ۱۹۷۴ء۔ مردان:۔ ایک بہت بڑے جلوس نے ایک احمدی کے مکان پر حملہ کر کے اسے شدید نقصان پہنچایا۔

کوہاٹ:۔ غیر احمدی حضرات نے پولیس کی موجودگی میں مسجد احمدیہ میں (جو پولیس کی تحویل میں تھی) نمازِ جمعہ ادا کی اور احمدیوں کے خلاف نہایت غلیظ اور اشتعال انگیز نعرے بازی کی۔

ہری پور ہزارہ:۔ ایک احمدی ٹیچر کے مکان کا تالا توڑ کر قیمتی سامان لوٹ لیا گیا۔ باقی کو توڑ پھوڑ کر کے باہر پھینک دیا۔ ایک اور احمدی کا تالا توڑ کر اُس کا سارا سامان باہر نکال کر جلا دیا۔ جلوس نے ایک احمدی ڈویژنل انجینئر (ٹی اینڈ ٹی) کا تالا توڑ کر سارا سامان نذرِ آتش کر دیا۔ اس سامان میں قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتب بھی شامل تھیں۔ پولیس نے احمدیوں کو کسی قسم کا تحفظ دینے سے انکار کر دیا۔ بلکہ مجبور کیا کہ وہ یہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہو جائیں۔

۸؍جون ۱۹۷۴ء۔ پشاور:۔ ایک احمدی نوجوان کو جو سرحد ٹیچرز ایسوسی ایشن کے صدر بھی تھے شر پسندوں نے گولی مار کر شہید کر دیا۔

مانسہرہ:۔ شہر میں ایک جلوس نے احمدیوں کی پانچ دوکانیں لوٹ لیں۔ جو سامان اُٹھا کر نہ لے جایا جا سکا اسے جلا کر راکھ بنا دیا۔

۹؍جون ۱۹۷۴ء۔ بنوں:۔ پولیس نے احمدیوں کو مسجد احمدیہ میں نماز پڑھنے سے روک کر مسجد کو تالا لگا دیا۔

ٹوپی وخوشحال آباد:۔ صبح دس بجے کے قریب ٹوپی میں مار دھاڑ، قتل وغارت اور آتش زنی

کا سلسلہ شروع ہوا جو ٹوپی کے بعد خوشحال آباد شکرے میں بھی رات کے گیارہ بجے تک جاری رہا۔ دونوں جگہوں پر اے مکان، دو کانیں اور ایک حجرہ جلا کر برباد کر دیا گیا۔ شرپسند کنوؤں کے بجلی کے پمپ تک اُکھاڑ کر لے گئے۔ مرحوم صاحبزادہ عبداللطیف کے مقبرے اور دیگر بزرگوں کی قبروں کو مسمار و تباہ کر دیا۔ سر صاحبزادہ عبدالقیوم کے دادا کتب عالم صاحب کا مقبرہ جو سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا ریزہ ریزہ کر دیا۔ جو دو کانیں نیپ، جمیعت العلماء اسلام اور جماعت اسلامی کے مالکان کی تھیں ان کا صرف سامان لوٹا گیا باقی سامان سمیت جلا دی گئیں۔ آٹھ احمدی اور ان کے عزیز شہید ہوئے۔ ٹوپی میں صوبیدار غلام سرور خان صاحب کو شہید کرنے کے بعد ان کی نعش کو پتھر مار مار کچلا اور بگاڑا گیا۔ پھر ان کے بھتیجے اسرار محمد خان کو گولی مار کر شہید کیا گیا۔ پھر خنجروں سے ان کا پیٹ چاک کر کے ان کا جسم گولیوں کی باڑھ سے چھلنی کر دیا گیا۔ بالآخر دو گروہوں نے شہید کی دونوں ٹانگیں مخالف سمتوں میں کھینچ کر نعش کو درمیان سے چیر دیا۔

۱۰ / جون ۱۹۷۴ء۔ مردان:۔ مشتعل ہجوم نے مختلف بازاروں میں احمدیوں کی سات دو کانیں لوٹ لیں۔ تمام قیمتی سامان لے گئے۔ جو باقی بچا اسے نذرِ آتش کر دیا۔

۱۱ / جون ۱۹۷۴ء۔ ایبٹ آباد:۔ ہزاروں کی تعداد میں شرپسند احمدیوں کے مکانوں، دو کانوں، احمدیہ مسجد، مشن ہاؤس، لائبریری اور احمدی افراد پر حملہ آور ہوئے۔ ایک احمدی نوجوان فخر الدین صاحب بھٹی کو شہید کر دیا۔ شہید ہو جانے کے بعد بھی ہجوم اُن کی نعش پر گولیاں برساتا رہا۔ نعش کے ناک، کان کاٹ کر مثلہ بنایا گیا۔ اُسے خنجروں سے بگاڑا گیا۔ پھر اُن کے مکان کا تمام سامان نکال کر اسے آگ لگا دی اور بھٹی صاحب شہید کی نعش کو اُس جلتے الاؤ میں پھینک دیا۔ شرپسند جلتی ہوئی آگ میں بھی نعش پر سنگ باری کرتے رہے۔ احمدیہ مشن ہاؤس اور لائبریری کی عمارتوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ تمام سامان توڑ پھوڑ کر تمام کتب سمیت جلا دیا گیا۔ احمدیوں کے چھ مکان اور ایک دو کان مکمل طور پر لُوٹ لی۔

بالاکوٹ:۔ دو احمدی باپ بیٹوں کو گولی کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔ اُن کی نعشوں کی بے حرمتی کی

گئی۔اُن کے گھر بار جلا دیئے گئے۔ایک نعش کو پٹرول چھڑک کر جلا دیا گیا۔ایک احمدی کی تین دکانیں جلا دی گئیں۔تیل اور چاول کی مشینیں بھی نذر آتش کر دی گئیں۔

ڈاڈر:۔ تین احمدیوں پر عقائد سے منحرف ہونے کے لئے شدید دباؤ ڈالا گیا۔

مانسہرہ:۔ چار احمدیوں پر عقائد سے منحرف کرنے کے لئے تشدد کیا گیا۔

حویلیاں:۔ چوہدری مبشر احمد صاحب کے گھر کا تمام سامان لوٹ لیا۔وہ ایمونیشن ڈپو میں منتقل ہو گئے تو کمانڈر نے انہیں وہاں سے بھی کوارٹر چھوڑنے کا حکم دیا۔انہیں مجبوراً ربوہ میں پناہ لینا پڑی۔

۱۲رجون ۱۹۷۴ء۔ڈیرہ اسماعیل خان:۔ ڈپٹی کمشنر کی موجودگی میں تمام احمدیوں کو ان کے گھروں سے نکال کر ایک جگہ ''زنداں'' نامی کیمپ میں پہنچایا گیا۔احمدیوں کے مواشی وغیرہ لوٹ لئے گئے۔یہ کیمپ صحیح معنوں میں ''زنداں'' ہی تھا۔

داتہ:۔ احمدیوں کو ان کے عقائد سے منحرف کرنے کے لئے شدید تشدد کیا گیا۔

مانسہرہ:۔ ایک احمدی کی دوکان کو تمام سامان لوٹنے کے بعد آگ لگا دی۔ایک اور احمدی کا مکان لوٹ لیا گیا۔

بھیڑ کنڈ (مانسہرہ):۔ شرپسندوں نے ایک احمدی پیر محمد شاہ کے مکان کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔

پھگلہ:۔ احمدیوں پر اپنے عقائد سے تائب ہو جانے کے لئے مار پیٹ کا بازار گرم رہا۔

۱۳رجون ۱۹۷۴ء۔ایبٹ آباد:۔ ایک احمدی پر عقائد سے پھرانے کے لئے تشدد کیا گیا۔

۱۸رجون ۱۹۷۴ء۔پشاور:۔ بلائنڈ انسٹیٹیوٹ میں گزشتہ بارہ سال سے ملازم ریلجس انسٹرکٹر حافظ محمد اعظم احمدی کو بلا وجہ فارغ کر دیا گیا۔

۲۲رجون ۱۹۷۴ء۔کوہاٹ:۔ ملوں میں کام کرنے والے احمدیوں کو ہر طرح تنگ کیا گیا۔احتجاج کے طور پر مل کے ایک حصہ کو آگ لگا دی گئی۔پولیس احمدیوں کو مل کے ریسٹ ہاؤس میں لے آئی۔اور ان کا بازار میں سودا سلف کے لئے جانا بند کر دیا گیا۔

پھگلہ:۔ ایک احمدی کی تدفین میں حصہ لینے کی وجہ سے قریبی گاؤں کے دوغیر احمدی دوستوں کا بھی بائیکاٹ کیا گیا۔

۲۵/جون ۱۹۷۴ء۔ پشاور:۔ احمدیوں کو قتل وغارت کی دھمکیوں سے بھرپور گمنام خطوط ملے۔ اردگرد کے قبائلی علاقوں میں بھی اشتعال پیدا ہو گیا۔

۱۷/جولائی ۱۹۷۴ء۔ مردان:۔ ڈپٹی کمشنر نے ایک احمدی کو بیس دن کے لئے ضلع بدر کر دیا۔ ایک احمدی محمد شعیب نامی ایس ڈی او کے مکان پر جا کر اس سے زبردستی ایک تحریر اس کے عقائد کے خلاف لکھوائی گئی۔

بازید خیل:۔ ایک احمدی کو بری طرح مارا پیٹا گیا۔

۱۸/جولائی ۱۹۷۴ء بازید خیل:۔ آج ایک احمدی نوکر سے بازار میں تمام سودا چھین لیا گیا۔ اور اسے مارا دھمکایا گیا۔ ایک جلوس نکالا گیا جس کی قیادت کرنے والا شخص ایک بڑا سا چاقو لہرا رہا تھا۔ احمدی گھروں کی ناکہ بندی مسلح کر دی گئی اور سوشل بائیکاٹ اور زیادہ سخت کر دیا گیا۔

۱۹/جولائی ۱۹۷۴ء۔ بازید خیل:۔ ایک مشتعل جلوس ڈاکٹر منظور احمد صاحب کی دوکان میں گھس گیا اور ان پر اپنے عقائد سے انحراف کے لئے دباؤ ڈالا گیا۔ احمدیوں کے ہاتھ سودا فروخت کرنے والے ایک غیر احمدی دوکاندار کو مارا گیا۔

۲۱/جولائی ۱۹۷۴ء۔ بازید خیل:۔ ایک احمدی اور ان کے لڑکے کو سرِ راہ پکڑ کر ان کی تلاشی لی اور ڈرایا دھمکایا گیا اور جواب طلب کیا گیا کہ تم نے (ہمارے) تائب ہوجانے کے ''الٹی میٹم'' کا ابھی تک جواب کیوں نہیں دیا۔

۲۸/جولائی ۱۹۷۴ء۔ بازید خیل:۔ آج احمدیوں پر اپنے عقائد سے انحراف کے لئے دباؤ ڈالا گیا۔ ایک احمدی کو راہ چلتے پندرہ بیس افراد نے گھیر کر زدوکوب کیا۔

۳/اگست ۱۹۷۴ء۔ پشاور:۔ ایک سینئر احمدی ٹیچر کو ڈرا دھمکا کر ان سے ملازمت کا استعفیٰ لیا گیا۔

۸/اگست ۱۹۷۴ء۔ بازید خیل:۔ تین احمدی ڈاکٹروں کی دو دکانوں کو لوٹ کر جلا دیا گیا۔

۱۳/اگست ۱۹۷۴ء داتہ (ہزارہ):۔ شرپسندوں نے مسجد احمدیہ مسمار کر دی۔ اُس کے دروازے اور کھڑکیاں جلا دیں۔ ملحقہ لائبریری کو شدید نقصان پہنچایا۔

۸/ستمبر ۱۹۷۴ء ڈیرہ اسماعیل خان:۔ صبح ایک ملا مسجد میں گھس آیا اور قابض ہو گیا۔ تھانہ میں رپورٹ دے کر اسے نکالا گیا۔ ڈی سی (DC) اور ایس ایس پی (SSP) نے کہا کہ مسجد احمدیہ پر مسجد کی بجائے عبادت گاہ کا بورڈ لگائیں۔

یکم نومبر ۱۹۷۴ء۔ پشاور:۔ اسلامی جمعیت طلباء کا بائیسواں سالانہ اجتماع منعقد ہوا جس میں جماعت اسلامی کے پانچ مولویوں نے احمدیوں کے خلاف اشتعال پھیلانے کے علاوہ نوجوانوں کو اُکسایا کہ وہ بڑھ کر حکومت پر قبضہ کر لیں۔

مردان:۔ تحریک استقلال کے کنونشن میں حکومت پر تنقید و تنقیص کے پہلو بہ پہلو جماعت احمدیہ کے خلاف بڑی دریدہ دہنی سے کام لیا گیا اور عوام کو احمدیوں پر ظلم و تشدد پر اُکسایا گیا۔

۱۹۸۴ء سے جماعت کی مخالفت کا ایک نیا دور

(دورانِ خلافت رابعہ) تاریخ وار جائزہ

۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے ایک حکم نامہ جاری کیا جس پر عمل کرنے کی صورت میں احمدی کسی طرح بھی اپنے عقائد کا اظہار نہیں کر سکتے۔ خلیفہ وقت کا کام تو احمدیت کی ترقی، پھیلاؤ اور تربیت ہے۔ اس حکم نامہ سے یہ کام کرنا ناممکن تھا۔ لہٰذا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے وطن سے ہجرت اختیار کی۔ آپ ۳۰/اپریل ۱۹۸۴ء کو اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت کے ساتھ لندن پہنچ گئے۔

۱۲/جون ۱۹۸۴ء:۔ اینٹی احمدیہ آرڈیننس کے خلاف دو احمدیوں کی درخواستیں لاہور ہائی کورٹ نے نمٹا دیں کہ ان کی سماعت کا اختیار ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار میں نہیں۔

۱۵/جولائی ۱۹۸۴ء:۔ اینٹی احمدیہ آرڈیننس کے خلاف وفاقی شرعی عدالت میں بعض احمدیوں کی پیش کردہ درخواست کی سماعت شروع ہوئی۔ ۱۲/اگست کو اسے ردّ کر دیا گیا۔

۲۴/جنوری ۱۹۸۵ء:۔ داتہ (ہزارہ) کے ایک احمدی کو اعتکاف کرنے کے جرم میں ایک سال قید اور ۵۰۰ روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔

۱۹/مارچ ۱۹۸۵ء:۔ مانسہرہ کے ایک احمدی کو السلام علیکم کہنے کے جرم میں ۶ ماہ قید اور ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔

۹/جون ۱۹۸۶ء:۔ عیدالفطر کے دن ایک احمدی خاتون رخسانہ صاحبہ کو شہید کر دیا گیا۔

۲۷/جولائی ۱۹۸۶ء:۔ مردان میں ۷ احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

۱۷/اگست ۱۹۸۶ء:۔ عیدالاضحیٰ کے دن نماز عید کے بعد مردان میں ۱۹۰ احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بیت الذکر کو مسمار کر دیا گیا اور تمام قیمتی اشیاء لوٹ لی گئیں۔ ۱۸/اگست کو ۱۴ افراد کے علاوہ باقی احمدیوں کو رہا کر دیا گیا۔

۲۵؍مئی ۱۹۸۸ء:۔ڈگری کالج ہری پور کے ایک احمدی طالب علم کو گرفتار کرلیا گیا۔

۲۹؍اکتوبر ۱۹۸۸ء:۔مردان کے ایک احمدی کو گرفتار کرلیا گیا۔

۱۲؍مارچ ۱۹۸۹ء:۔پھگلہ (مانسرہ) کے ایک احمدی طالب علم کو ایک سال قید اور ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔

۲۳؍جون ۱۹۸۹ء:۔مردان میں ۱۴ احمدیوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ان میں امیر جماعت اور مربی سلسلہ شامل تھے۔

۱۳؍جنوری ۱۹۹۰ء:۔ایبٹ آباد کے ۱۴ احمدیوں کو گرفتار کرلیا گیا۔

۱۷؍جولائی ۱۹۹۳ء:۔ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک احمدی کو آیات قرآنی کے بینر رکھنے کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔

۲۷؍جولائی ۱۹۹۳ء:۔پھگلہ ایبٹ آباد کے ایک احمدی پر کتاب دینے کے الزام میں مقدمہ درج کرلیا گیا۔

۲۶؍جنوری ۱۹۹۵ء:۔تنولی مانسہرہ میں ایک احمدی کے گھر پر حملہ کیا گیا۔

۹؍اپریل ۱۹۹۵ء:۔ پشاور کے قریب شبقدر میں چوہدری ریاض احمد صاحب کو شہید کردیا گیا۔ڈاکٹر رشید احمد صاحب سخت زخمی ہوئے۔

۴؍اگست ۱۹۹۵ء:۔فیصل آباد کے ایک احمدی پر ایبٹ آباد میں مقدمہ درج کرکے گرفتار کرلیا گیا۔

۳۱؍اگست ۱۹۹۵ء:۔داتہ (مانسہرہ) کے دو احمدیوں کو نماز ادا کرنے کے جرم میں ایک ایک سال قید اور پانچ پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ان کے خلاف ۹؍مارچ ۱۹۹۲ء کو مقدمہ درج کیا گیا تھا۔

۱۲؍جنوری ۱۹۹۶ء:۔ ایبٹ آباد میں احمدیوں کو زدوکوب کیا گیا۔۱۵؍جنوری سے بیت الفضل کو سیل کردیا گیا۔۱۷؍جنوری کو ایک احمدی کو گرفتار کرلیا گیا۔

احمدی طلباء کے لئے میرٹ پر داخلہ کے متعلق تاریخی فیصلہ
صوبہ کی کورٹ کا عدل وانصاف پر مبنی جرأت مندانہ اقدام

مکرم مبشر لطیف احمد صاحب

ذیل میں ہم جماعت احمدیہ کے معروف وکیل مکرم مبشر لطیف احمد صاحب جو سپریم کورٹ آف پاکستان کے سینئر ایڈووکیٹ اور پنجاب یونیورسٹی لاء کالج کے وزیٹنگ پروفیسر ہیں کا ایک شذرہ شائع کر رہے ہیں جس سے خاص طور پر ۱۹۷۴ء کے رسوائے زمانہ آئینی ترمیم کے نتیجہ میں احمدی طلباء کے لئے جو مشکلات پیدا ہوئیں اس کا کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے۔حکومت نے احمدی طلباء کے لئے غیر مسلم اقلیتی کوٹہ مقرر کر دیا جس کے لئے کوئی احمدی ہرگز اپلائی نہ کرسکتا تھا اور میرٹ پر داخلہ بند تھا۔اس صورتحال کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے احمدی وکلاء کو ارشاد فرمایا کہ اس کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کریں چنانچہ حضور کی دعا اور ہمارے ان وکلاء کی کوشش سے کورٹ نے احمدی طلباء کے حق میں فیصلہ کر دیا۔اس بارہ میں اس صوبہ کے جج صاحبان کا فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی تھا اور ملکی حالات کے لحاظ سے بڑا جرأت مندانہ تھا۔ چنانچہ اسی فیصلہ کی بنیاد پر نہ صرف اس صوبہ کے طلباء کو فائدہ حاصل ہوا بلکہ دوسرے صوبوں کے طلباء کے لئے بھی میرٹ پر داخلہ کے بند راستے کھل گئے۔اس سارے تاریخی فیصلہ کی تفصیل مکرم مبشر لطیف احمد صاحب کے الفاظ میں یوں ہے:

> ''۱۹۷۴ء کو جماعت احمدیہ کی عمودی ترقی کی تاریخ میں ایک نہایت منفرد اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔اِس سال جماعت احمدیہ کی ترقی کی رفتار میں ایک غیر معمولی تیزی لانے کے لئے ایک ایسی غیر معمولی، مضبوط اور ٹھوس بنیاد رکھ دی گئی جو اَن مِٹ ہی نہیں بلکہ اپنی ذات میں بھی رُو بتَرقی تھی۔ایک خاص کر تیار کردہ منصوبے کے تحت نشتر میڈیکل کالج کے طلباء جو پشاور برائے سیر وتفریح براہِ راست

بذریعہ خیبر میل جانا چاہتے تھے، کا روٹ تبدیل کروا کر بذریعہ چناب ایکسپریس براستہ ربوہ کروادیا گیا اور واپسی ربوہ ریلوے سٹیشن پہنچنے پر ۲۹؍مئی کو اُن سے وہاں ہنگامہ کروادیا گیا جو اگرچہ نوعیت کے لحاظ سے کسی بھی اہمیت کا حامل نہ تھا لیکن حکومت نے اُسی تیارکردہ منصوبہ کے تحت متعلقہ ٹرین لائلپور (حال فیصل آباد) پہنچتے ہی پورے ملک میں جماعت احمدیہ اور احمدیوں کے خلاف ہنگاموں اور فسادات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کروادیا۔''

ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعہ کے بارہ میں فوری ہائی کورٹ کے جج جسٹس کے.ایم.اے صمدانی کی سربراہی میں ایک اِنکوائری ٹربیونل مقرر کردیا گیا جس کے سپرد یہ کام ہوا کہ وہ معلوم کرے کہ ربوہ ریلوے سٹیشن پر کیا واقعہ ہوا اور وہ کس نے کروایا؟

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خاکسار کو جماعت کا وکیل مقرر فرمایا اور محترم مرزا نصیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا اِس ہدایت کے ساتھ کہ ہم دونوں اِنکوائری ٹربیونل کے روبرو پیش ہوکر جماعت اور احمدی طلباء کی نمائندگی کریں۔

ٹربیونل کی کارروائی ۵؍جون ۱۹۷۴ء کو شروع ہوکر ۸؍اگست کو اختتام پذیر ہوئی۔ گو صمدانی ٹربیونل نے اپنی رپورٹ وزیر اعظم کو پیش کردی لیکن تاحال اِسے پبلک نہیں کیا گیا۔

متذکرہ انکوائری کے دوران ہی پاکستان نیشنل اسمبلی کو نیشنل کمیٹی میں تبدیل کرکے اُس کے روبرو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو بیان ریکارڈ کروانے کے لئے مدعو کیا گیا، یہ بیان ریکارڈنگ کی کارروائی کافی دن جاری رہی جو آغاز ستمبر میں اختتام پذیر ہوئی۔ اِس کارروائی کے ختم ہوتے ہی نیشنل کمیٹی کو دوبارہ نیشنل اسمبلی میں تبدیل کرکے اِس کے روبرو آئین پاکستان میں ایکٹ نمبر ۴۹ آف ۱۹۷۴ء کے ذریعہ آئینی ترمیم نمبر ۱۱ پیش کی گئی جو فوری طور پر پاس کرلی گئی۔

اِس آئینی ترمیم کی رو سے آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۶۰ میں ایک نئی کلاز نمبر ۳ شامل کردی گئی جو حسب ذیل ہے:

" A person who does not believe in the absolute and unqualified finality of the prophethood of Muhammad (Peace be upon him) the last of the prophets or claims to be a prophet in any sense of the word or of any description whatsoever after Muhammad (Peace be upon him) or recognizes such a claimant as a prophet or a religious reformer, is not Muslim for the purposes of the constitution or law."

اِس آئینی ترمیم کے پاس ہوتے ہی جماعت احمدیہ اوراحمدیوں کے خلاف ریاستی لیول پر ایک نئے اور لامتناہی ظلم وتعدی کے دور کا آغاز ہوا۔

حکومت کی طرف سے جماعت پر سب سے پہلا وار اُس کی تعلیمی سرگرمیوں پر کیا گیا۔ اَغلباً اِس نظریہ کے تحت کہ اگر کسی قوم کی تنزلی مقصود ہوتو اُس پر تعلیم کے دروازے بند کردوتو وہ خود ہی جہالت کے اندھیروں میں گم ہوکر رہ جائے گی۔

اِسی پالیسی کو ذہن میں رکھ کر حکومت نے ۱۹۷۴ء ہی میں متذکرہ آئینی ترمیم کے پاس ہوتے ہی پروفیشنل کالجوں اور یونیورسٹیوں میں احمدیوں کے اوپن میرٹ کی بنیاد پر داخلوں پر پابندی لگادی۔ یہ اقدام ملک کے تمام صوبوں میں یکساں کیا گیا۔

۱۹۷۴ء کے آخر میں سب سے پہلے اِسے صوبہ پنجاب میں نافذ کیا گیا۔ پھر صوبہ سندھ، صوبہ سرحد (حال خیبر پختونخواہ) اور بلوچستان کے تینوں صوبوں میں اس کا نفاذ ہوا۔

اِسی پالیسی کے تحت احمدی طلباء کے لئے بطور آئینی غیرمسلم اقلیت چند محدود نشستیں مختص کردی گئیں کہ وہ صرف اُنہیں نشستوں کے لئے درخواست برائے داخلہ گزار کرسکیں گے اور وہ اِنہیں چند مخصوص نشستوں کے لئے ہی صرف آپس میں مقابلہ کرسکیں گے اور اوپن میرٹ پر، قطع نظر اِس امر کے کہ اُن کا کتنا ہی بلند وممتاز میرٹ کیوں نہ ہو دیگر طلباء کے ساتھ مقابلہ میں شریک تک ہونے کے اہل نہ ہوں گے۔

یہ پالیسی چونکہ آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۲۲ کی کلاز نمبر (b) ۳ سے صریحاً متصادم تھی

اس لئے اسے حضور کے ارشاد کے تحت اِنہیں آئینی خلاف ورزیوں کی بناء پر ہائی کورٹ میں چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

ایک رِٹ پٹیشن بعنوان طارق نسیم و دیگران بنام کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج و دیگران لاہور ہائی کورٹ میں دائر کی گئی۔ اِس کی ایک خاصی لمبی داستان ہے جس کا یہاں تفصیلی ذکر مقصود نہیں۔ صرف اتنا مختصر ذکر ہی کافی ہے کہ بہت کٹھن مراحل سے گزرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے انجام کار ہمیں کامیابی سے ہمکنار کیا اور ہمیں اوپن میرٹ پر ہی داخلہ ملا۔

یہ جنوری ۱۹۷۵ء کی بات ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا ارشاد موصول ہوا کہ خیبر میڈیکل کالج پشاور میں دو احمدی طلباء، اعجاز اسلم اور دیگرے کو اوپن میرٹ کی بناء پر، محض اس وجہ کو بنیاد بنا کر داخلہ دینے سے انکار کر دیا گیا ہے کہ یہ دونوں احمدی ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں بطور غیر مسلم اقلیتی امیدوار ہی، صرف اُن دو نشستوں کے لئے درخواست گزارنے کے اہل ہیں جو احمدیوں کے لئے بطور غیر مسلم اقلیت مختص کی گئی ہیں۔ اوپن میرٹ کی نشستوں کے لئے وہ درخواست گزارنے کے اہل نہیں ہیں تم اور شیخ مظفر احمد ظفر ایڈووکیٹ (آپ حضرت منشی ظفر احمد صاحب (اللہ اُن سے راضی ہو) کے پوتے، حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ و امیر جماعت احمدیہ لائل پور (حال فیصل آباد) کے صاحبزادے ہیں اور اب خود بھی فیصل آباد کے امیر جماعت احمدیہ ہیں) فوری پشاور جا کر اِن دونوں طلباء کی جانب سے خیبر میڈیکل کالج میں داخلہ دلانے کے لئے پشاور ہائی کورٹ میں رِٹ پٹیشن دائر کرو اور مقصود داخلہ دلانے کی کوشش کرو۔

یہ ارشاد ملتے ہی خاکسار اور شیخ مظفر احمد ظفر صاحب اُسی روز شام کو پشاور پہنچ گئے۔ جہاں ایئر پورٹ پر امیر صاحب جماعت احمدیہ پشاور ہمیں لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ رات اُن کے ہاں قیام کیا۔ اگلے روز ہائی کورٹ پہنچے تو وہاں میاں حسام الدین صاحب ایڈووکیٹ جو ابھی کچھ ہی روز قبل ہائی کورٹ میں پریکٹس کا آغاز کرنے کے لئے نقل مکان کر کے مردان سے پشاور آ گئے تھے، ملے۔

اُسی روز ہم دونوں نے باعانت میاں حسام الدین صاحب مذکور ایک رِٹ پٹیشن ہائی کورٹ میں دائر کی جو اگلے روز بینچ مشتملہ چیف جسٹس غلام صفدر شاہ صاحب اور جسٹس قیصر خان صاحب کے روبرو برائے ابتدائی بحث مقرر ہوئی۔ خاکسار کی بحث کے بعد بنچ نے ابتدائی بحث کو منظور کرتے ہوئے فریق ثانی یعنی پشاور یونیورسٹی ودیگران کو ۲۴/اپریل ۱۹۷۵ء کے لئے نوٹس جاری کردیئے۔

چنانچہ اگلی تاریخ مقررہ پر ہم دونوں عدالت میں حاضر ہوئے۔ بحث کا آغاز کرتے ہوئے خاکسار نے عدالت کو شروع سے آخر تک کے تمام حالات و واقعات بشمولہ نئی غیر آئینی اورغیر قانونی داخلہ پالیسی سے آگاہ کیا اور یہ بات بھی عدالت کو کماحقہٗ باور کرائی کہ متنازعہ احکام ریسپانڈنٹس یونیورسٹی آف پشاور ایکٹ ۱۹۷۴ء (N.W.F.P ایکٹ نمبر II آف ۱۹۷۴ء) کے سیکشن نمبر ٦ سے ہی متصادم نہیں بلکہ یہ آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۲۲ کی کلاز (b)۳ سے بھی متصادم ہیں۔ اندریں حالات ریسپانڈنٹس کے متعلقہ احکام کو کالعدم قرار دے کر پٹیشنرز کو خیبر میڈیکل کالج میں داخلہ دلایا جائے۔

وکیل فریق مخالف کی جانب سے موقف اختیار کیا گیا کہ جس اکلوتی بناء پر پٹیشنرز کو داخلہ دینے سے انکار کیا گیا ہے وہ محض اُن کا احمدی ہونا ہے۔ لہٰذا وہ صرف اُن دو نشستوں پر ہی جو احمدیوں کے لئے بطور غیر مسلم اقلیت مختص کی گئی ہیں داخلہ لے سکتے ہیں اور اوپن میرٹ کی نشستوں کے لئے وہ درخواست دینے تک کے اہل ہی نہیں اور نہ ہی اُنہیں اوپن میرٹ کی نشستوں کے لئے زیرغور لایا جاسکتا ہے۔

اِس مرحلہ پر چیف جسٹس غلام صفدر شاہ صاحب نے وکیل موصوف کو مخاطب کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں یہ کہہ کر لاجواب کردیا کہ اگر آپ ایسے قابل اور مستحق طلباء کو اُن کی قابلیت اور میرٹ کی بنیاد پر داخلہ نہیں دینا چاہتے تو اُس کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ خدا سے کہیں کہ اِن سے اِن کی قابلیت چھین لے۔ (چیف جسٹس کے اِن ریمارکس کا تذکرہ

حضور نے اپنے خطاب میں بھی کیا)۔

انجام کار اُسی روز عدالت نے ہماری رِٹ پٹیشن کو منظور کرتے ہوئے یونیورسٹی کو حکم دیا کہ پٹیشنر ز کو خیبر میڈیکل کالج میں متدعویہ داخلہ دیا جاوے۔ یوں خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں اس داخلے کے کیس میں بھی کامیابی سے ہمکنار کیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

رِٹ پٹیشن کے منظور ہوجانے اور ہائی کورٹ کے واضح حکم کے باوجود کہ پٹیشنر ز کو خیبر میڈیکل کالج میں داخلہ دے دیا جائے، یونیورسٹی نے اُنہیں پھر بھی اس عذر پر داخلہ نہ دیا کہ کلاسیں شروع ہوئے تو کافی مہینے بیت چکے ہیں۔ وہ اندریں حالات نہ لیکچروں کی مقررہ تعداد پوری کر پائیں گے اور نہ ہی اب تک کی پڑھائی میں کمی کو۔ لہٰذا داخلہ دینا بے سود ہوگا۔

اِن نئے پیدا شدہ حالات کے پیشِ نظر ہمارے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک یہ کہ ہم یونیورسٹی کے متعلقہ افسران کے خلاف ہتک عدالت کی درخواست گزاریں اور دوسرا یہ کہ ہم ہتک عدالت کی بجائے صرف اِس مضمون کی درخواست گزاریں کہ عدالت خود اپنے حکم کی من وعن تعمیل کرواتے ہوئے یونیورسٹی کو حکم دے کہ وہ پٹیشنر ز کو بہر صورت فوراً داخلہ دے۔ اگر مؤخر الذکر درخواست کی صورت میں عدالت خود متعلقہ افسرانِ یونیورسٹی کی گرفت کرنا چاہے تو یہ اُس کی اپنی صوابدید ہے۔ خاکسار کی رائے سے سب نے اتفاق کیا۔ چنانچہ مؤخر الذکر درخواست ہی گزاری گئی کہ عدالت اپنے فیصلے کی تعمیل اِس کی روح کے مطابق کروائے۔

بحث کے دوران یونیورسٹی کے وکیل نے وہی مؤقف اختیار کیا لیکن عدالت نے خاکسار کے مؤقف سے اتفاق کرتے ہوئے حکم صادر کیا کہ بہر صورت پٹیشنر ز کو فوری داخلہ دیا جائے۔ اِس حکم کے صادر ہوتے ہی داخلہ دے دیا گیا اور آج دونوں بفضلہٖ تعالیٰ ڈاکٹر ہیں۔ ڈاکٹر اعجاز اسلم نیورو سرجن ہیں اور ڈاکٹر امتہ اللہ امریکہ میں مایہ ناز عہدے پر فائز ہیں۔

بعض امراءصوبہ واضلاع کاذکرخیر

جماعت احمدیہ کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے رکھی اور خدائی وعدوں کے مطابق یہ جماعت آہستہ آہستہ پروان چڑھنا شروع ہوئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے دور میں یہ سلسلہ ترقی پذیر رہا۔لیکن جماعت کی افرادی قوت کے بڑھنے کے ساتھ جس نظام اور لائحہ عمل کی ضرورت تھی اسے سیدنا حضرت مصلح موعود نے فراہم کیا تا کہ جماعت منظم صورت میں اپنے مالی،تبلیغی،تربیتی اور دیگر امور کو باہمی مشورہ سے طے کر سکے نیز جماعتیں اپنے ضلع اور صوبہ کی سطح پر مشترک پروگرام بنا کر باہمی تعاون اور اشتراک کا مظاہرہ کرسکیں۔

صوبہ خیبر پختونخواہ میں جماعت جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے خلافت ثانیہ کے انتخاب کے وقت شدید بحران کا شکار ہوئی۔لیکن بفضلہٖ تعالیٰ اس صوبہ میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کی مجاہدانہ کاوش سے جماعت ازسرِنو ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوئی۔جوں جوں جماعت ترقی کرتی گئی صوبہ کے مختلف مقامات میں یہ نظام قائم ہوتا چلا گیا۔پشاور چونکہ صدر مقام تھا۔سب سے پہلے یہاں اور پھر اپنے وقت پر دوسری جماعتوں میں یہ نظام قائم ہوتا چلا گیا۔اس کتاب میں ان تمام امراءاور صدور کا ذکر ممکن نہیں تاہم بعض امراءاور صدور کا ذکر کیا جارہا ہے۔

الحاج شیخ مظفرالدین صاحب

مکرم شیخ مظفرالدین صاحب کے والد محترم شیخ تاج الدین صاحب صحابی تھے۔مکرم شیخ صاحب کا اگرچہ تعلق لاہور سے تھا لیکن آپ کا کاروبار اور رہائش پشاور میں رہی اور ایک عرصہ تک پشاور جماعت کے امیر بھی رہے۔ان کے ہی دور امارت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس علاقہ کا دورہ کیا۔

مکرم شیخ صاحب کا کاروبار امپیریل الیکٹرک سٹور صدر بازار پشاور میں تھا۔اس بناء پر انہوں نے پشاور کی دونوں مساجد میں بجلی کی فٹنگ،پنکھے اور لاؤڈ سپیکر وغیرہ مہیا کئے۔اسی طرح جب

ان کی اہلیہ ۱۹۵۱ء میں فوت ہوئیں۔ توان کی یادگار اور دعا کے لئے مسجد سول کوارٹرز میں زنانہ مسجد کا حصہ تعمیر کروایا۔ شیخ صاحب کی اس مرحومہ بیوی سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ شیخ صلاح الدین شیخ نورالدین اور شیخ بشیرالدین۔ ان بچوں کی شادیاں مکرم خواص خان صاحب کی بیٹیوں سے ہوئیں۔

مکرم شیخ صاحب نے اپنی بیوی کی وفات کے بعد شبقدر کے مکرم عمر خطاب صاحب کی بیٹی سے شادی کی جس سے شیخ جمال الدین اور اس کی ہمشیرہ پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے عرصہ امارت میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اور پشاور میں جماعت کی ترقی کے لئے ہر ممکن طور پر کوشاں رہے۔ آپ ماشاءاللہ بہت مخیر تھے اور چندوں کی ادائیگی میں بھی ہمیشہ سابقوں میں سے تھے۔

آخری عمر میں ذیابیطس کی تکلیف ہوگئی۔ دسمبر ۱۹۵۳ء میں جلسہ میں شرکت کے لئے ربوہ گئے۔ جلسہ کے بعد لاہور تشریف لے گئے اور وہاں پر ہی ۶؍جنوری ۱۹۵۴ء کو بیماری کا شدید حملہ ہوا اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی تدفین احمدیہ قبرستان پشاور میں ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جب پشاور ۱۹۴۸ء میں تشریف لے گئے تو آپ کے مکان پر ہی تشریف فرما ہوئے تھے۔ ان ایام میں حلقہ چھاؤنی کا مرکز آپ کا گھر ہی تھا کیونکہ بیت الذکر سول کوارٹرز بعد میں تعمیر ہوئی تھی۔ مکرم شیخ صاحب کا اثر ورسوخ کافی وسیع تھا۔ آپ کے سیاسی افراد سے ذاتی تعلقات تھے جو جماعتی لحاظ سے بھی بہت مفید ثابت ہوئے۔

خاں شمس الدین خان صاحب

مکرم خاں شمس الدین خان صاحب موضع کوٹھہ تحصیل صوابی ضلع مردان میں ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حاجی حافظ نور محمد صاحب اصل میں امازو گڑھی کے رہائشی تھے لیکن آپ اپنا گاؤں چھوڑ کر موضع کوٹھہ میں اس لئے آ گئے تھے تا کہ اس علاقہ کے بزرگ حضرت سید امیرؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوسکیں۔ مکرم خان صاحب کی پیدائش اس مقام پر ہوئی جو جماعت احمدیہ صوبہ خیبر پختونخواہ کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت سید امیر صاحب صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی وفات سے تقریباً دو سال قبل اپنے ایک کشف کی بناء پر لوگوں کو اس امر کی اطلاع دے دی تھی کہ اب ان کا دور ختم ہو چکا ہے اور موعود امام کا ظہور علاقہ پنجاب سے ہونے والا ہے۔ جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ فرمایا تو متعدد لوگوں نے حضرت امیر صاحب کے کشف کی اطلاع حضور کو پہنچائی۔ حضور نے یہ تمام شہادتیں اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں درج کر دیں۔[1]

ان شہادتوں میں مکرم شمس الدین خان صاحب کے والد حافظ نور محمد صاحب کی بھی شہادت ہے۔ حافظ صاحب کی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضور کے مویدین میں سے تھے۔ بڑے ہو کر اپنے بھائی مولوی مسیح الدین کی رہنمائی میں از خود احمدیت کا مطالعہ کیا۔ اور ۱۹۲۷ء میں حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت میں داخل ہوئے۔

مکرم شمس الدین خان صاحب کے والد جبکہ آپ ابھی بچہ ہی تھے وفات پا گئے۔ اس عرصہ میں آپ کی کفالت صوبہ کی مشہور شخصیت صاحبزادہ عبدالقیوم آف ٹوپی نے فرمائی۔ انہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ جب آپ نے پشاور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تو انہوں نے ہی آپ کو خیبر ایجنسی میں ملازم کرا دیا۔ آپ نے اس ایجنسی میں تقریباً چالیس سال تک ملازمت کی۔ اس کے بعد کرم ایجنسی اور مہمند میں بطور سپرنٹنڈنٹ کام کیا۔ تمام عرصہ ملازمت میں آپ اپنی دیانت اور امانت کا بہترین نمونہ تھے اور احمدیت کی عملی تصویر تھے۔

مکرم شمس الدین خان صاحب کو تمام زندگی خدمت سلسلہ کی خوب توفیق ملی۔ ایک لحاظ سے آپ کی زندگی خدمت دین میں بسر ہوئی۔ جہاں پر آپ رہے وہاں جماعت سے منسلک رہے اور احمدیت کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے رہے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ پشاور شہر کے امیر منتخب ہوئے۔ اس کے ساتھ ضلع پشاور کے بھی امیر تھے۔ جب مکرم قاضی محمد یوسف صاحب جو صوبائی

[1] روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۴۹-۱۴۸

امیر تھے فوت ہو گئے تو آپ ان کی جگہ صوبائی امیر مقرر کر دیئے گئے اور ۱۴؍فروری ۱۹۶۹ء تک جب آپ کی وفات ہوئی آپ اس عہدہ پر قائم رہے۔

مکرم خاں صاحب کو خلافت احمدیہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دلی عشق تھا۔ جلسہ سالانہ، شوریٰ اور دیگر اجتماعات میں ربوہ جاتے اور بزرگان سلسلہ سے ملاقات کرتے۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک بڑے اجتماعات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بطور باڈی گارڈ گھنٹوں کھڑے ہو کر بڑی مستعدی سے ڈیوٹی دیتے۔

مکرم خان صاحب کی طبیعت بہت حساس اور نقاد تھی۔ آپ کی دلی خواہش ہوتی کہ تمام احمدی عہدیدار اور مرکزی ملازم اور کارکن احمدیت کے لئے مثالی نمونہ ہوں۔ اس لحاظ سے آپ کو کوئی خامی نظر آتی تو اس کی اصلاح کے لئے بڑی جرأت سے متعلقہ افسران کی توجہ مبذول فرماتے۔

مکرم خان صاحب نے اپنی زندگی میں تین شادیاں کیں۔ آپ کی پہلی بیوی حضرت صاحب آف کوٹھہ شریف کی پڑپوتی تھیں۔ جن سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ کرنل زین العابدین خان، کرنل احمد مختار خان اور کرنل نثار احمد خان۔ ایک بیٹی معراج بیگم تھی۔ آپ کی دوسری شادی صاحبزادہ عبداللطیف آف ٹوپی کی دوسری بیٹی سے ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد تیسری شادی بھی صاحبزادہ صاحب کی بیٹی سے ہوئی۔ اس بیوی سے تین لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جس سے ایک بیٹے ڈاکٹر انوار احمد خان ہیں۔ ڈاکٹر انوار نے چار سال تک نصرت جہاں سکیم کے تحت گیمبیا میں بطور مشنری ڈاکٹر خدمت سرانجام دی۔ آپ کینسر کے سپیشلسٹ ہیں اور آج کل امریکہ میں مقیم ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے دو بھائیوں میں سے طاہر احمد خان امریکہ میں اور طارق محمود صاحب پاکستان میں ہیں۔ مکرم طاہر احمد خان صاحب ماشاء اللہ صوبہ میں احمدیت کی تاریخ کا انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ آپ دلی شوق سے احمدیت کا پیغام دوسروں تک پہنچانے میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔

مکرم خان صاحب کی بیٹیاں امۃ الوحید بیگم، امۃ الباسط، امۃ الرفیق، نور جہاں، نصرت

جہاں اور ہما ہیں۔آپ کے تمام بچے خدمت دین میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ بیٹیاں لجنہ اماء اللہ میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔آپ کی اہلیہ محترمہ صوبائی صدر لجنہ ہیں۔ان دنوں سخت بیمار ہیں۔آپ کے ایک داماد مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب امیر ضلع پشاور ہیں اور سلسلہ عالیہ کی نمایاں خدمات میں مصروف ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں صحت وتندرستی کے ساتھ لمبی عمر دے اور خدمات دینیہ کی توفیق سے نوازتا رہے۔

میاں محمود احمد صاحب

مکرم خان شمس الدین خان صاحب کی ۱۹۶۹ء میں اچانک وفات کے بعد ضلع پشاور کی امارت کی ذمہ داری مکرم میاں محمود احمد صاحب کے سپرد ہوئی۔انہوں نے اس فرض کو اپنی زندگی کے آخری دن تک نہایت احسن طور پر ادا کیا۔یہی وہ دور تھا جس میں ۱۹۷۴ء میں جماعت کو انتہائی تکلیف دہ حالات میں سے گزرنا پڑا۔ان نازک ایام میں مکرم میاں صاحب نے نہایت جرأت اور ہمت سے جماعت کی خدمت کی اور تمام افراد جماعت سے ذاتی رابطہ رکھا اور ہر لحاظ سے ان کی خبر گیری کرتے رہے۔

مکرم افتخار احمد خان صاحب
برادر نسبتی میاں محمود احمد صاحب

محترم میاں محمود احمد صاحب ۱۹۱۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد حضرت ماسٹر محمد حسن آسان اور آپ کے دادا حضرت مولوی محمود حسن صاحب دونوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔آپ کے والد صاحب کو خطبہ الہامیہ کے سامعین میں شمولیت اور دادا جان کو ۳۱۳ اصحاب میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔مکرم میاں صاحب کو دینی خدمت کا یہ جذبہ اپنے والدین سے ورثہ میں ملا تھا۔اگرچہ آپ کی ملازمت ڈیفینس سروسز میں تھی لیکن اپنے دفتری اوقات کے سوا تمام وقت جماعت کے لئے وقف تھا۔جوانی میں آپ ضلع راولپنڈی کے قائد رہے۔پھر اسی جماعت کے نائب امیر کے طور پر کام کرتے

رہے۔اس کے بعد جب آپ کا تبادلہ پشاور میں ہوا تو اس جماعت کی امارت آپ کے سپرد ہوئی اور اس کے ساتھ ہی تمام صوبہ کے قائم مقام امیر جماعت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔آپ کی امارت کا یہ دور آٹھ سال سے زائد عرصہ تک محیط ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ کا عہد امارت اپنی تعلیمی،تربیتی اور تبلیغی مساعی کے لحاظ سے بہت ہی کامیاب دور تھا۔

آپ کے متعلق آپ کے برادر نسبتی مکرم افتخار احمد خان صاحب نے آپ کی صفات حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے صرف ایک فقرہ میں آپ کی صحیح طور پر تصویر کشی کی ہے۔

''حقیقت یہی ہے کہ آپ صحابی نہ ہونے کے باوجود صحابہ کی تصویر تھے۔''

مکرم میاں صاحب کو خدمت دین کا شوق جنون کی حد تک تھا۔درحقیقت آپ کا اوڑھنا بچھونا صرف جماعت ہی تھی۔ہمہ وقت کسی نہ کسی جماعتی خدمت میں مصروف رہتے۔معمولات زندگی کے بعد آپ کا رُخ مسجد کی طرف ہوتا اور ہمیشہ دیر تک جماعتی امور کی سرانجام دہی کے بعد گھر واپسی ہوتی۔

عبدالقدوس خان صاحب

مکرم عبدالقدوس خاں کی پیدائش ۱۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو مستونگ میں ہوئی جہاں ان کے والد علاقہ چارسدہ میں شدید مخالفت کی بناء پر کوئٹہ کے علاقہ مستونگ میں ہجرت کر گئے تھے۔آپ ابتدائی تعلیم مستونگ میں حاصل کرنے کے بعد فورٹ سنڈیمن ہائی سکول کوئٹہ میں داخل ہو گئے اور رہائش ہوسٹل میں تھی۔مئی ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ میں شدید زلزلہ آیا جس کی وجہ سے غیر معمولی نقصان ہوا۔گھروں سمیت سکول اور ہوسٹل کی بلڈنگ بھی زمین بوس ہو گئی۔خدا تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر بچا لیا۔ رات سوتے وقت آپ کو کمرہ میں گرمی محسوس ہوئی اور آپ بلڈنگ سے نکل کر کھلے میدان میں سو گئے۔ہوسٹل کی بلڈنگ گرنے سے کافی طلبہ ملبہ تلے دب گئے۔اس موقع پر آپ نے دیگر طلبہ کے ساتھ مل کر اپنے ساتھیوں کو ملبے کے نیچے سے نکالنے میں مدد کی اور اس طرح کئی افراد بچ گئے۔

عبدالقدوس خان صاحب نے ۱۹۳۶ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اس کے بعد انڈین

پوسٹل سروس سے وابستہ ہو گئے۔ دورانِ ملازمت آپ کوئٹہ اور دیگر کئی شہروں میں رہے۔ گوادر میں آپ کو لمبا عرصہ تک قریب دس برس تک سروس کے سلسلہ میں ٹھہرنا پڑا۔ اس عرصہ میں ملک کی تقسیم ہوئی۔ گوادر پر سلطان مسقط کی عملداری تھی۔ گوادر کے لئے option تھا اور اس سلسلہ میں مکرم خان صاحب نے کلیدی رول ادا کیا اور اس بناء پر حکومت پاکستان نے آپ کو انٹیلی جنس آفیسر کے فرائض سونپ دیئے تھے جو آپ نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنی سروس کے علاوہ سرانجام دیئے۔

اس طرح ۱۹۵۲ء میں پاکستان کو سلطان مسقط سے علاقہ خریدنے میں کامیابی ہوئی۔ جب کہ ہندوستان نے اس کے لئے سرتوڑ کوشش کی۔ اس اہم کام کے لئے آپ کی کوشش غیر معمولی اور قابلِ قدر تھی۔

مکرم عبدالقدوس خان صاحب کی شادی ۱۹۴۱ء میں پشاور کے مخلص دوست مکرم خواص خان صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹوں اور چار لڑکیوں سے نوازا۔ بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں گوادر میں سہولت نہ تھی اس لئے ۱۹۵۳ء میں آپ کا تبادلہ ہوا اور آپ چارسدہ، رسالپور اور ورسک وغیرہ جگہوں پر پوسٹ ماسٹر رہے۔ ۳۸ سال کی سروس کے بعد ۱۹۷۶ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اور پشاور میں رہائش اختیار کی۔ یہاں آپ پہلے نائب امیر اور بعد میں امیر جماعت پشاور اور صوبائی امیر کے فرائض دسمبر ۱۹۷۹ء تک اپنی وفات تک انجام دیتے رہے۔ صحت ماشاءاللہ اچھی تھی۔ محض چیک اپ کے لئے ہسپتال گئے اور نرس کی بے احتیاطی سے ایک غلط انجکشن لگانے سے Cardiac Arrest ہوا۔ وفات کے وقت عمر ۶۰ سال تھی۔ آپ کی نماز جنازہ ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے پڑھائی اور آپ کی تدفین بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

مکرم خان صاحب کے بڑے بیٹے کرنل عبدالودود خان الیکٹریکل انجینئر ہیں۔ دوسرے صاحبزادے عبدالحمید سول انجینئر ہیں۔ تیسرے بیٹے ڈاکٹر عبدالوحید خان امریکہ میں ہیں۔ آپ برادرم مکرم بشیر احمد رفیق صاحب سابق امام مسجد فضل لندن کے داماد ہیں۔ چوتھے بیٹے عبدالحفیظ

آرمی میں ہیں اور سب سے چھوٹے ڈاکٹر محمود احمد لندن میں ہیں۔

مرزا مقصود احمد صاحب

مرزا مقصود احمد صاحب کو پشاور اور ضلع کی امارت کی ذمہ داریاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مکرم عبدالقدوس خان صاحب کی اچانک المناک وفات کے بعد سپرد فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۶ء تک امارت کے فرائض نہایت کامیابی سے سرانجام دیئے۔ اس عرصہ میں جنرل ضیاء الحق کے رسوائے زمانہ آرڈیننس کی وجہ سے احباب جماعت کو کئی مصائب کا سامنا تھا۔ ان مشکل حالات میں آپ نے اپنی بشاشت طبعی کے ساتھ جماعت کی تعمیر و ترقی کا کام جاری رکھا۔

مکرم مرزا صاحب ۲۳؍ جولائی ۱۹۲۳ء کو حضرت مرزا غلام رسول صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ ماشاء اللہ مرزا صاحب کی سب اولاد جماعت کی خادم اور جس جگہ بھی ہے جماعت کے مفید وجود ہیں۔

اخوندزادہ ارشاد احمد خان صاحب

مکرم ارشاد احمد اخونزادہ ابن ڈاکٹر سید محمد نوشاد اخونزادہ ۱۹۸۸ء سے ۲۰۰۸ء تک جماعت احمدیہ پشاور کے امیر رہے۔ ضلع پشاور اور صوبہ سرحد کی امارت بھی ان کو تفویض ہوئی۔ قریباً دس سال بعد صوبائی امارت کا عہدہ پاکستان بھر میں ختم کر دیا گیا اور پشاور شہر اور ضلع کی امارت ان کے پاس رہی۔ مسلسل بیس سال تک اس خدمت کو تندہی سے سرانجام دیا۔ بعد میں خرابی صحت کی وجہ سے انہوں نے اس خدمت سے کنارا کیا۔

ذیل میں ان کی خودنوشت روئیداد بابت احمدیت درج کی جاتی ہے:

''خاکسار کا خاندان ضلع صوابی، دوبیان میں آباد ہے۔ ہمارے جدامجد افغانستان سے نقل مکانی کر کے آئے تھے۔ خاندان کے ایک بزرگ عبدالوہاب اخوند پنجو بابا مشہور بزرگ اور ولی تھے۔ ان کا مزار پشاور سے قریباً آٹھ میل دور اکبر پورہ کے مقام پر ہے۔ خاکسار کے والد ڈاکٹر

محمد نوشاد صاحب کے دادا مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ آپ پورے علاقہ میں شیخ القرآن اور شیخ الحدیث مشہور تھے۔ ہمارے تایا جان میاں محمد شاہ صاحب نے حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی ان کو تبلیغ کا حق قاضی محمد یوسف صاحب نے ادا کیا جو ہماری والدہ کے چچا تھے۔ مکرم والد صاحب نے اپنے بڑے بھائی میاں محمد شاہ صاحب کے زیر تربیت پرورش پائی اور احمدیت کی نعمت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ (والد صاحب چھوٹی عمر میں ہی والدہ کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے)

مکرم والد صاحب جب پیشہ ورانہ زندگی میں آئے تو تایا جان نے ان کے لیے احمدی خاندان کا رشتہ تلاش کیا تا ان کی اولاد احمدیت کے شجر سے جڑی رہے۔ ہوتی مردان کے ایک معروف احمدی خاندان کے بزرگ قاضی محمد عمر صاحب فاروقی کی بیٹی سے والد محترم کا رشتہ طے ہوا اور ۱۹۳۸ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔

۲۷/جنوری ۱۹۳۹ء کو خاکسار کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم پرائمری سکول ہوتی مردان سے حاصل کی۔ گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ بی ایس سی کی ڈگری گورنمنٹ کالج مردان، پشاور یونیورسٹی سے حاصل کی۔ ۱۹۶۴ء میں جرمنی سے میکینیکل انجینئرنگ کا کورس مکمل کیا اور ازاں بعد انجینئرنگ کالج پشاور (حال یونیورسٹی آف انجینئرنگ پشاور) سے سول انجینئرنگ کا امتحان ۱۹۶۸ء میں پاس کیا۔

عملی زندگی کا آغاز اخیر ۱۹۶۸ء میں چارسدہ پیپر مل کی بلڈنگ کی تعمیر سے ہوا۔ ازاں بعد تربیلا ڈیم پر کام کا موقع ملا۔ ملازمت کے سلسلہ میں ملک کے مختلف مقامات پر رہنے کا موقعہ ملا اور بفضلِ ربی ہر جگہ جماعت سے جڑے رہنے اور خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ پاکستان میں جماعت کی مخالفت ایک عمومی فیکٹر ہے۔ ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۵ء کے دور بہت پرآشوب رہے۔ والد صاحب نے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ۱۹۶۹ء میں پشاور میں ہی گھر تعمیر کروا کر رہائش اختیار کی تھی۔ ۱۹۷۴ء کے فسادات میں ہر طرف لوٹ مار اور احمدی گھرانوں پر

حملے جاری تھے۔ ہمارے گھر پر بھی حملہ ہوا خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور کچھ دیر بعد فسادی شر پسند میدان چھوڑ گئے۔ ان دنوں خاکسار کی ایک ممانی نے خواب میں ہمارے گھر کے اوپر ''دارالامن'' لکھا دیکھا اور بعینہ اللہ تعالیٰ نے امن سے نوازا۔

خاکسار کے رشتہ کے لیے محترمہ ڈاکٹر سلیمہ صاحبہ کا انتخاب کیا گیا۔ جو بنوں کے شیخ اللہ بخش صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کی پوتی اور بنوں کے شیخ محمد رمضان صاحب (جو ڈیرہ اسماعیل خان کی جماعت کے صدر تھے) کی بیٹی تھیں۔ خدا تعالیٰ کے اذن کے بعد شیخ محمد رمضان صاحب سے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ اپنے طور انہوں نے پشاور میں اپنے رشتہ داروں سے خاکسار کے متعلق تسلی کرائی اور پھر بیٹی، ڈاکٹر سلیمہ صاحبہ، سے ان کی رضامندی پوچھی۔ بیٹی نے کچھ مہلت دعائے استخارہ کے لیے مانگی۔ ایک رات نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد بہت تضرع سے دعا کی تو خواب میں ان کو حضرت اماں جان کی طرف سے لکھا ہوا خط (جس پر نصرت جہاں بیگم کی مہر لگی ہوئی تھی) ملا کہ میرے بیٹے کا رشتہ تمہارے لیے آیا ہے، اسے منظور کرلو۔ صبح کو انہوں نے اپنی رضامندی کا عندیہ والدین کو دیدیا۔ یوں خاکسار کی شادی ۱۹۷۰ء دسمبر میں محترمہ ڈاکٹر سلیمہ صاحبہ سے ہوئی۔ یہ رشتہ ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہوا۔ اس ٹھاکر راجپوت خاندان کی خاتون نے رشتہ ازدواج کا حق خوب خوب ادا کیا۔ ہر دور، عسر و یسر میں ایک سچی احمدی خاتون ہونے کا حق ادا کیا۔ خاکسار کے ساتھ وہ بھی خدمت سلسلہ کے لیے مستعد رہیں۔ شادی سے قبل اور بعد کی زندگی میں بھی پردہ اور حیا کا دامن کسی لمحہ بھی ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ باوجود اہم سرکاری پوسٹوں پر ہونے کے پردہ برقرار رکھا۔ ایک لمبے عرصہ تک لجنہ اماء اللہ پشاور کی صدر رہیں۔ آج کل صدر لجنہ اماء اللہ پشاور ضلع ہیں۔ باوجود انتہائی مصروف پیشہ ورانہ زندگی کے وہ اس فرض کو خوب نبھا رہی ہیں اور ماضی میں بھی نبھایا۔ اس شادی خانہ آبادی کے نتیجہ میں ہمارے ہاں سات بچے (چار لڑکے اور تین لڑکیاں) پیدا ہوئے۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ نے اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی۔ یہی وجہ ہے کہ سب اولاد بفضل خدا خادمِ دین ہیں۔ سب سے چھوٹا لڑکا سید ایاز احمد وقفِ نو میں شامل

ہے اور خدمت دین کے عزم سے پُر ہے۔ خاکسار کی تین بیٹیوں کی شادیاں بھی بفضلِ خدا معروف اور انتہائی مخلص احمدی خاندانوں میں ہوئی ہیں۔

خاکسار کے بھائی مکرم مراد احمد صاحب ایک عرصہ سے امریکہ کے گرین کارڈ ہولڈر ہیں اور بینکنگ کے شعبہ سے منسلک رہے ہیں۔ ان کی دو شادیاں ہوئی ہیں اور دونوں کا تعلق مخلص احمدی خاندان سے ہے۔ اسی طرح ہمشیرگان کی شادیاں بھی انتہائی مخلص احمدی خاندانوں میں ہوئی ہیں۔ بہنوں میں سے بڑی بہن کی شادی مکرم ڈاکٹر محمد اسلم جہانگیری امیر جماعتہائے ہزارہ سے ہوئی۔

سلسلہ احمدیہ کی برکات کی یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے کہ خدا تعالیٰ نے احمدیت سے جڑے رکھا اور خلافت کے ثمرات سے نوازا۔ دعا کرنا اور اس کا طریق سکھایا اور دعوت الی اللہ کو فرض سے زیادہ عبادت کے طور پر اپنائے رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح رابع نے متعدد بار اپنے خطابات میں سمجھایا کہ احمدی خاندانوں کی احمدی خواتین سے نکاح کرو تا شجر احمدیت پھلے اور پھولے۔ خدا تعالیٰ نے اس فرمان پر عمل کے نتیجہ میں ہمیں اور ہمارے بچوں، پوتوں اور نواسے نواسیوں کو خوب نوازا۔ آج خدا کے فضل سے ہمارے والدین کرام کی اکائی سے شروع ہونے والی احمدی ۶۵ افراد سے تجاوز کر گئی ہے اور خدائے عظیم و کریم کے افضال ابھی جاری و ساری ہیں۔

اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد و بارك و سلم انك حمید مجید۔

اللھم بارك علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد و بارك وسلم انك حمید مجید۔

ڈاکٹر محمد علی خان صاحب

مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب آج کل (۲۰۱۱ء) ضلع پشاور کے امیر ہیں۔ اس سے قبل ۱۹۸۷-۸۸ء میں بھی آپ یہ خدمت سرانجام دے چکے ہیں۔ اپنے ڈاکٹری شعبہ کے ساتھ آپ متعدد جماعتی خدمات میں مصروف ہیں۔ بلاشبہ آپ کی ذات دینی و دنیوی حسنات کا حسین اور قابل رشک نمونہ ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب کے والد مکرم سلطان محمد خان صاحب کا تعلق تحصیل پشاور کے قصبہ گجر سے

تھا۔آپ اس موضع میں ۹؍مارچ ۱۹۵۴ء بمطابق ۳؍رجب ۱۳۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔آپ کے خاندان کا تعلق پٹھانوں کے داؤدزئی قبیلہ سے ہے جو احمد شاہ ابدالی کے زمانہ میں ۱۷۶۸ء میں افغانستان سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے تھے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے ایم بی بی ایس خیبر میڈیکل کالج پشاور سے ۱۹۷۸ء میں پاس کیا۔پھر کراچی میں دو سال تک شعبہ نفسیات میں مزید تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد آپ نے پاکستان آرمی میں سروس کر لی اور ۲۷ سال کام کرنے کے بعد ۲۰۰۶ء میں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔آج کل ایک نجی یونیورسٹی پشاور میں کام کر رہے ہیں۔

مکرم ڈاکٹر صاحب کو خدا تعالیٰ نے ۱۹۷۴ء میں قبول احمدیت کی توفیق عطا فرمائی۔خدا تعالیٰ نے اس کی صورت یوں پیدا فرمائی کہ آپ کو میڈیکل تعلیم کے شروع میں ہی ۱۹۷۳ء میں بعض احمدی طلباء کے ذریعہ احمدیت کا تعارف حاصل ہوا۔اس زمانہ میں مکرم مولوی بشارت بشیر صاحب مسجد سول کوارٹرز پشاور میں مربی تھے۔ان کے ذریعہ کتاب ''دعوۃ الامیر'' ملی جسے پڑھنے سے ہی ان کے تمام شکوک دور ہو گئے اور آپ پر احمدیت کی صداقت آشکار ہو گئی۔ایسے ہی صاف دل لوگوں کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں

اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

اس کے بعد آپ نے مزید چند کتب کا مطالعہ کیا اور بیعت فارم پر کر کے ربوہ بھجوا دیا اور اس کی منظوری کا خط ۲۶؍مئی ۱۹۷۴ء میں موصول ہوا۔اب یہی وہ ایام تھے جب جماعت کے خلاف مخالفت اپنے زوروں پر شروع ہوئی لیکن خدا تعالیٰ نے ایک خواب کے ذریعہ آپ کو آئندہ آنے والا ابتلاء کی تفصیل سے آگاہ فرما دیا۔سب سے پہلے آپ کی شدید مخالفت اپنے گھر سے شروع ہوئی۔آپ کے عزیز واقارب ہی آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے۔لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر محفوظ رکھا اور اپنے مُھیمن ہونے کا ثبوت دیا۔زندہ خدا کے ان زندہ نشانوں

سے آپ کو ایمانی دولت بے حساب ملی۔ الحمدللہ۔ آپ احمدی ہونے کے معاًبعد عملی طور پر جماعت کے فعال رکن بن گئے اور جس جگہ رہے وہاں جماعت کی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ اس کا کچھ اندازہ اس مختصر جائزہ سے ہوسکتا ہے۔

۱۹۷۴ء میں اس سال جس میں آپ احمدی ہوئے۔ آپ احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہوئے۔

۱۹۸۲۔۸۵ء اپنی آرمی کی سروس میں آپ کا تقرر سرگودھا میں ہوا اور آپ وہاں جماعت کے صدر رہے۔

۱۹۸۳۔۸۴ء میں آپ خدام الاحمدیہ کے نائب قائد ضلع مقرر ہوئے۔

۱۹۸۵ء میں آپ وقف جدید کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے ممبر بن گئے۔ یہ اعزاز تاحال قائم ہے۔

۱۹۸۷۔۸۸ء آپ امیر جماعت پشاور کے علاوہ ضلع پشاور اور پورے صوبہ کے امیر رہے۔

۱۹۸۹ء آپ کو مجلس افتاء ربوہ کے ممبر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا جو تاحال قائم ہے۔

۱۹۸۹۔۹۱ء آپ قائد علاقہ حیدرآباد رہے۔

۱۹۹۳۔۹۶ء میں اٹک جماعت کے صدر رہے۔

۱۹۹۶۔۲۰۰۰ء آپ گوجرانوالہ کینٹ جماعت کے صدر رہے۔

۱۹۹۶۔۲۰۰۲ء آپ فضل عمر فاؤنڈیشن کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ممبر رہے۔

۲۰۰۳ء آپ طاہر فاؤنڈیشن ربوہ کے ممبر مقرر ہوئے۔

۲۰۰۰۔۲۰۰۳ء آپ ایبٹ آباد جماعت کے صدر رہے۔

۲۰۰۳۔۲۰۰۵ء منگلا کینٹ جماعت کے صدر رہے۔

۲۰۰۸ء اس سال سے آپ دوبارہ پشاور جماعت اور ضلع کے امیر منتخب ہوئے اور نہایت کامیابی سے یہ خدمت بجالا رہے ہیں۔

جماعت کی انتظامی خدمت کے علاوہ آپ کو علمی لحاظ سے بھی خدمت کی غیر معمولی توفیق مل رہی ہے۔ آپ نے حضور کی کتاب لیکچر سیالکوٹ کا انگریزی ترجمہ کیا جو شائع ہو چکا ہے۔ آج کل آپ حضور کی شہرہ آفاق کتاب براھین احمدیہ کا انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں اور جلد انشاء اللہ پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

مکرم ڈاکٹر صاحب کی شادی مکرم خاں شمس الدین خاں کی بیٹی نصرت جہاں سے ۱۹۸۱ء میں ہوئی۔ اس بندھن سے آپ کو خدا تعالیٰ نے تین بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا ہے۔ آپ کا بیٹا عزیزم اسد اللہ طاہر واقف زندگی ہے اور طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں خدمت بجا لا رہا ہے۔

مولوی آدم خان صاحب

مکرم مولوی آدم خان صاحب نہایت سعید الفطرت انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۱۹۳۶ء میں حضرت مصلح موعود کے بابرکت عہد میں جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور جماعت مردان کے نہ صرف فعال رکن رہے بلکہ بعد میں ایک عرصہ تک بطور امیر اس جماعت کی قیادت فرمائی۔

مکرم مولوی صاحب کو احمدیت کا پیغام مردان کے دو احمدی احباب مکرم عبد الجلیل صاحب اور سید جان شاہ صاحب کے ذریعہ ملا۔ سید جان شاہ صاحب کی رہائش ان کے پڑوس میں تھی اور اس طرح کبھی کبھی ان سے احمدیت کا ذکر ہوتا رہتا۔ پھر ان کے ذریعہ دیگر احمدی احباب مکرم میاں محمد یوسف صاحب، مولوی محمد الطاف خان صاحب اور مکرم خواص خان صاحب اور مکرم مولوی چراغ دین صاحب کے ساتھ تبادلہ خیالات ہوتا رہتا۔ اسی اثنا میں ان کو مرزا غلام قادر صاحب جو مردان میں عرائض نویس تھے۔ ان کے ذریعہ کتاب ''عسل مصفّٰی'' ملی جس کے پڑھنے سے ان کے کافی شکوک دور ہو گئے اور پھر جماعت کی دیگر کتب کے مطالعہ کی طرف توجہ مائل ہوئی۔ جب احمدیت کی صداقت واضح ہو گئی تو آپ نے ۱۹۳۶ء میں بیعت کر لی۔ ان کے احمدی ہونے کے بعد ایک اور بزرگ شخصیت محمد سیفور خان صاحب مرحوم بھی احمدی

ہو گئے۔ آپ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ ان کے زیر اثر ان کے بھائی مکرم سلطان محمد خان اوران کے دونوں بیٹوں ظہور احمد صاحب اور نذیر احمد صاحب نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ اس بناء پر مردان میں اور خاص طور پر علاقہ رستم خیل میں شدید مخالفت شروع ہوگئی۔ مردان کی مسجد پیران میں وہاں کے لوگ جمع ہوئے اور قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر لوگوں سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ ان احمدیوں کے ساتھ بائیکاٹ کر دیں۔

بائیکاٹ کا یہ فیصلہ جمعہ کے روز ہوا۔ نمازِ جمعہ کے بعد مکرم آدم خان صاحب کے خسر خادی خان اور بہنوئی عبد الغفور خان نماز کے بعد ان کے پاس آ گئے کہ ہم قسم کھا چکے ہیں کہ جب تک تم احمدی ہو ہمارا تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہ رہے گا۔ کوئی رشتہ داری اور غمی خوشی میں شرکت نہ ہوگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم احمدیت سے دست بردار ہو جاؤ۔ لیکن خان صاحب نے ان کو جواب دیا کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر احمدی ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کو قطعاً اس کی پرواہ نہیں ہے۔

اس زمانہ میں مردان میں چند گنتی کے احمدی تھے۔ ایک لمبے عرصہ تک ان کے خلاف بائیکاٹ جاری رہا۔ اسی بائیکاٹ کے دوران مکرم محمد سیفور خان صاحب بقاضائے الٰہی فوت ہو گئے اور ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی اور بیٹے احمدیت سے لاتعلق ہو گئے۔

جماعت احمدیہ مردان کے ممبران کی مخالفت پر مختلف دور آتے رہے لیکن بھٹو اور ضیاء کے دورِ حکومت میں جماعت کو غیر معمولی مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مسجد احمدیہ مردان کو مسمار کر دیا گیا اور تمام اثاثہ کو لوٹ لیا گیا۔ اس کے متعلق مکرم مولوی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''عید الاضحیٰ ۱۹۸۶ء کے موقع پر پولیس سمیت غنڈگان بکٹ گنج مسجد احمدیہ مردان میں آئی۔ اس وقت میں خطبہ دے رہا تھا۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد ساری جماعت احمدیہ مردان کو پولیس سٹیشن پہنچایا گیا اور یہاں مسجد احمدیہ بکٹ گنج کو لوٹا گیا اور خانہ خدا کو بمعیت پولیس مردان مسمار کر دیا گیا۔ تھانہ مردان میں ہمیں اطلاعات ملتی رہیں کہ خانہ خدا کو بہ اشارہ پولیس لوٹا جا رہا ہے اور مسمار کیا جا رہا ہے۔ میں پولیس سٹیشن جاتا رہا اور فریاد کرتا رہا کہ ہماری مسجد کے

ساتھ یہ سلوک کیا جارہا ہے لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔''

مکرم آدم خان صاحب مع میجر قاضی محمد اکبر صاحب، شیخ مشتاق احمد صاحب مرحوم اور شیخ محمود احمد صاحب تین ماہ تک حوالات میں رہے اور بمشکل ضمانت پر رہائی ہوئی۔

مکرم آدم خان صاحب ۳۰؍اگست ۲۰۰۳ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جاملے اور ان کے بعد ان کے بیٹے کشور خان بطور امیر فرائض سرانجام دیتے رہے۔

ملک میں اس وقت جو دہشتگردی کی فضا چل رہی ہے اس میں احمدی بیوت الذکر کو بھی نشانہ بنایا جارہا ہے اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں جماعت مردان مسلسل ان مصائب کو برداشت کررہی ہے۔ یہاں پر متعدد افراد جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔(اس کی تفصیل شہدائے احمدیت کے باب میں درج ہے)

مرزا غلام حیدر صاحب

مکرم مرزا غلام رسول صاحب کے دو بھائی مولوی غلام نبی صاحب اور مکرم مرزا غلام حیدر صاحب بھی بہت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔

مرزا غلام حیدر صاحب کی پیدائش ۱۳؍مارچ ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ بچپن میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخل سلسلہ ہوئے۔ آپ نے ۱۹۲۳ء میں وکیل بننے کے بعد ۱۹۲۹ء میں نوشہرہ میں وکالت کا کام شروع کر دیا اور اپنی دیانت اور قابلیت کی بناء پر تمام علاقہ میں معروف تھے۔ آپ انتہائی قابل وکیل تھے۔ نوشہرہ بارایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ اس کے علاوہ نوشہرہ چھاؤنی کے اسلامیہ ہائی سکول کے ۱۹۳۳ء سے ۱۹۵۷ء تک سیکرٹری رہے۔ آپ کی کوشش سے سکول کی دومنزلہ بلڈنگ تعمیر ہوئی۔

آپ نوشہرہ جماعت کے ابتدائی چندممبران میں سے تھے۔ آپ ۱۹۳۰ء سے اس جماعت کے امیر رہے۔ آپ نے نوشہرہ میں اپنا مکان تعمیر کرایا اور ایک لمبے عرصہ تک یہی مکان جماعت کی مسجد اور مہمان خانہ کے لئے استعمال ہوتا رہا۔ آپ کا اکلوتا بیٹا ڈاکٹر عبدالرحیم تھے جسے خدا تعالیٰ نے اولاد سے نوازا۔ آپ بھی اپنے باپ کی طرح مخلص احمدی تھے اور یہ سارا خاندان

مخلص احمدی ہے۔

ملک لال خان صاحب

سابق امیر ضلع ہزارہ حال امیر جماعت کینیڈا کی طرف سے آمدہ خودنوشت حالات زندگی شکریہ کے ساتھ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

''میں حافظ آباد کے قریبی گاؤں میں پیدا ہوا۔ ملازمت کے سلسلہ میں کچھ عرصہ ہری پور ہزارہ میں رہنے کا موقع ملا۔ اس طرح سے باوجود ایک میدانی علاقہ میں پیدا ہونے کے، میرا ہزارہ کے پہاڑی علاقوں سے ایک تعلق پیدا ہو گیا۔

تعلیم الاسلام کالج میں تعلیم کے دوران دونوں سال مجھے کالج کی ہائیکنگ ٹیم کے ساتھ پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں کاغان اور سوات کی وادیوں میں جانے کا موقع ملا۔ اس سے مجھے پہاڑی علاقوں کی سیاحت کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ انجینئرنگ کی تعلیم مکمل ہونے پر میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری پوسٹنگ ایسی جگہ پر کردے جہاں پہاڑی علاقوں کی سیاحت آسانی سے ممکن ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ نے عجیب رنگ میں میری اس دعا کو شرف قبولیت بخشا اور SDO کی حیثیت سے میری پہلی پوسٹنگ ایبٹ آباد میں ہوگئی۔ اس پوسٹنگ کے ابتدائی دنوں کی بات ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، صدر مجلس خدام الاحمدیہ (بعد میں خلافت احمدیہ کے چوتھے مظہر بنے) نے مجھے کوئی لذیذ چیز کھانے کو دی ہے۔ میں نے اپنا یہ خواب صاحبزادہ صاحب کو لکھا تو آپ کا جواب موصول ہوا کہ اس کی ایک تعبیر تو یہ ہے کہ میں نے تمہیں قائد ضلع ہزارہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسری تعبیر بھی ذاتی حوالہ سے پوری ہوئی۔ الحمدللہ!

ایبٹ آباد میں تین ماہ کی ملازمت کے بعد ۱۹۶۷ء میں مجھے ہری پور میں پاکستان ٹیلیفون میں بطور کنسٹرکشن انجینئر کام کا موقع ملا۔ جون ۱۹۶۹ء میں پاکستان ٹیلی فون اور ٹیلی گراف میں

ملازمت شروع ہوئی اور ہری پور میں ٹریننگ شروع کی۔ اسطرح ستمبر ۱۹۶۶ء سے لے کر جون ۱۹۷۱ء تک میں اسی علاقہ میں رہا۔اس کے بعد ۱۹۷۸ء تک چند درمیانی وقفوں کو چھوڑ کر میں ہری پور ہزارہ ہی میں متعین رہا۔

اس طرح سے خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے ضلع ہزارہ جو بعد میں ڈویژن بنا، جماعت کی خدمت کا موقع ملا اور ہزارہ کی تمام جماعتوں اور خاندانوں سے متعدد بار ملنے اور ذاتی روابط کا موقع ملا۔ ہری پور ہزارہ کے علاوہ ایبٹ آباد، مانسہرہ، داتہ، پھگلہ، سکھدار، بالاکوٹ اور تربیلہ ڈیم کالونی میں بھی مختلف اوقات میں جماعتیں قائم رہیں۔ان جماعتوں میں تعلیمی اور تربیتی امور کی انجام دہی کے لئے جانے کے مواقع ملتے رہے۔ یہ جماعتیں چھوٹی تھیں اور وہاں پر ایک جماعت کے تمام احمدی خاندان ایک بڑے خاندان کے افراد کی طرح آپس میں محبت اور الفت سے رہتے تھے۔

۱۹۶۶ء کے آخر میں ایبٹ آباد گیا تو وہاں اس وقت مولانا چراغ دین صاحب مربی سلسلہ تھے۔قریبی ایک محلہ میں احمدیہ بیت الذکر تھی۔ بعد میں ۱۹۷۴ء کے فسادات میں بیت الذکر سیل کر دی گئی اور مشن ہاؤس کا استعمال بھی ممکن نہ رہا۔ ۱۹۷۴ء کے فسادات کے بعد مجھے امیر ضلع ہزارہ مقرر کیا گیا۔اس حیثیت سے مجھے ۱۹۷۸ء تک کام کرنے کی سعادت ملی۔مسجد سیل ہونے کی وجہ سے ایبٹ آباد میں نماز جمعہ اور دوسری تقریبات صاحبزادہ عبدالرشید خان صاحب کی کوٹھی پر ہونے لگیں۔ اس دوران میں خدام اور اطفال کا اجتماع جوان کے لان میں شامیانہ لگا کر کیا گیا، مجھے یاد ہے۔اس اجتماع میں محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، صدر خدام الاحمدیہ نے شرکت کی تھی۔

ہری پور ہزارہ کے قیام کے دوران وہاں مقیم احمدی خاندانوں کے ساتھ جو وقت گذرا وہ میری زندگی کی بہت خوشگوار یادیں ہیں۔

مکرم چوہدری نصیر احمد خالد صاحب، مکرم عبد السلام صاحب ارشد، میاں افتخار احمد خان صاحب، ٹیلیفون فیکٹری میں کام کرتے تھے۔مکرم عبد الباسط صاحب ٹی اینڈ ٹی کالونی میں

انگریزی پڑھایا کرتے تھے۔ محمد صادق جہانگیری صاحب کیمیسٹ تھے، صاحبزادہ محمود احمد صاحب لائبیریرین تھے۔ ڈاکٹر محمد سعید صاحب کا مطب تھا۔ مکرم مولوی رحیم داد صاحب قریبی گاؤں میں رہتے تھے۔ حبیب الرحمن خان صاحب سنٹرل جیل ہری پور ہزارہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل تھے۔

۱۹۷۴ء کے فسادات میں مکرم حبیب الرحمن خان صاحب کو جماعت کی اس رنگ میں بھی خدمت کا موقع ملا کہ جب ٹی اینڈ ٹی کالونی میں میرے گھر کا سامان جلایا گیا تو یہ خطرہ تھا کہ کالونی میں مقیم دوسرے احمدی خاندانوں کا سامان بھی نہ جلا دیا جائے۔ یہ سب لوگ جان کے خطرے کے پیش نظر گھروں سے جا چکے تھے۔ حبیب الرحمن خان صاحب نے تجویز دی کہ ہم ان خاندانوں کا سامان گھروں سے نکال کر ان کی کوٹھی میں منتقل کر دیں۔ چنانچہ ٹی اینڈ ٹی کالونی کے تمام احمدی گھروں کے تالے توڑ کر رات کے وقت سامان ٹرکوں کے ذریعہ حبیب الرحمن خان صاحب کی کوٹھی میں منتقل کیا گیا۔ یہ سامان کئی ماہ تک ان کے ڈرائنگ روم میں پڑا رہا۔ اور حالات بہتر ہونے پر جو خاندان واپس آتا وہ ان کے گھر سے اپنا سامان شناخت کر کے اپنے گھر لے جاتا۔

حبیب الرحمن خان صاحب بہت نیک اور ہمدرد انسان تھے۔ جب بھی کسی کی خدمت کا موقع ملتا، ضرور کرتے اور اس میں لذت محسوس کرتے۔ جیل کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہونے کی وجہ سے وہ کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ اس وجہ سے احباب بھی انہیں مختلف کام کہتے اور ان کی طبیعت ایسی تھی کہ وہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے سسر مکرم عبد الرحمن خان صاحب نے ایک دفعہ بتایا کہ جب حبیب الرحمن خان صاحب کا رشتہ ان کی بیٹی کے لئے آیا تو انہوں نے مربی سلسلہ مولانا چراغ الدین صاحب سے ان کے بارہ میں پوچھا۔ اس پر مکرم مربی صاحب نے بتایا کہ نیکی کی جو بھی تعریف ہے وہ حبیب الرحمن میں پائی جاتی ہے۔

تربیلا ڈیم میں ایک مخلص، فدائی خادم سلسلہ مکرم وسیع الدین صاحب رہتے تھے۔ ان کی خدمت دین کے جذبہ کو دیکھ کر رشک آتا تھا۔

۱۹۸۶ء میں ایک محکماتی ٹریننگ کے لئے امریکہ آیا اور کینیڈا کی بھی سیر کی اور واپسی پر جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کا موقع ملا۔ اسی سفر کے دوران ہی یہ فیصلہ کیا کہ کینیڈا ہجرت کی جائے۔ چنانچہ اگست ۱۹۸۷ء میں کینیڈا آ گیا۔‘‘

رانا کرامت اللہ خان صاحب

مکرم رانا کرامت اللہ خان صاحب مرحوم کے والد رانا نعمت اللہ خان صاحب کا تعلق قادیان سے قریب ایک گاؤں بگول سے تھا۔ جب وہ ابھی آٹھ سال کے بچہ تھے تو گاؤں میں طاعون پھیل گئی اور ان کو بتایا گیا کہ وہ تبھی بچ سکتے ہیں کہ وہ قادیان جا کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امام مان لیں۔ اس طرح وہ قادیان آ گئے اور ان کو صحابی ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ کی شادی داتہ ضلع مانسہرہ کی ایک لڑکی بیگم جان کے ساتھ ہوئی اور اسی بناء پر تقسیم ملک کے بعد آپ اپنے بچوں سمیت داتہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ مکرم رانا کرامت اللہ صاحب ۱۹۵۲ء میں فوج میں بھرتی ہو گئے اور ۱۹۶۹ء میں ریٹائر ہونے کے بعد مانسہرہ میں رہائش اختیار کر لی۔ وہاں انہوں نے کریانہ کا کاروبار شروع کیا جو جلد ترقی کر کے اچھا بزنس بن گیا۔ مگر ۱۹۷۴ء کے فسادات میں لوٹ لیا گیا اور ان کو موت کی دھمکیاں دی گئیں۔

ضیاء الحق کے رسوائے زمانہ آرڈیننس کی وجہ سے مکرم رانا صاحب کو السلام علیکم کہنے پر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔

مکرم رانا صاحب ایک عرصہ تک ہزارہ ڈویژن کے امیر رہے۔ اس عرصہ میں بھی ان کو چار احمدیوں سمیت قید کر لیا گیا کیونکہ انہوں نے ایک مذہبی تقریب کا انتظام صاحبزادہ عبدالرشید کے مکان پر کیا تھا۔

جیل کے ان ایام میں ایک ملاں نے جو جیل خانہ میں مذہبی تعلیم دینے کے لئے آتا تھا، یہ شرارت کی کہ قرآن مجید کے کچھ اوراق لیٹرین میں خود پھینک کر الزام رانا صاحب اور دیگر جیل میں احمدیوں پر لگا دیا۔ اس سے مقصد ان کو مزید تکلیف دینا تھا۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ جیل سپرنٹنڈنٹ

ملاں کی اس شرارت کو سمجھ گیا اور اس نے برملا کہا کہ یہ لوگ اس قسم کی کمینہ حرکت نہیں کر سکتے۔

رانا کرامت اللہ صاحب کی وفات ایک حادثہ میں ہوئی۔ وہ اپنی اہلیہ کا جنازہ ربوہ لے جا رہے تھے اور اس گاڑی میں ان کے تین بچے (پوتی اور پوتے) اور مانسہرہ کے چار احمدی تھے کہ ڈرائیور کو غالباً اونگھ آ گئی اور گاڑی نہر میں گر گئی۔ یہ حادثہ تمام جماعت کے لئے نہایت تکلیف دہ تھا۔ مخالفین جماعت نے اس پر خوشیوں کے شادیانے بجائے اور رانا صاحب مرحوم کے بچوں پر شدید دباؤ ڈالا کہ وہ احمدیت چھوڑ دیں لیکن الحمدللہ وہ سب ثابت قدم رہے۔ البتہ ان نازک حالات کی وجہ سے ان کو وہاں سے ہجرت کرنا پڑی۔ مکرم رانا صاحب مرحوم کے دو بیٹے ڈاکٹر رانا منور احمد صاحب آسٹریلیا چلے گئے، رانا اقبال احمد خان امریکہ میں آ گئے جبکہ رانا مبشر احمد خان راولپنڈی شفٹ ہو گئے۔ الحمدللہ تمام بچے دینی و دنیوی نعماء سے وافر حصہ لے رہے ہیں اور خلافت احمدیہ کے جاں نثار خادم ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسلم جہانگیری صاحب

مکرم ڈاکٹر محمد اسلم جہانگیری صاحب کے والد مولوی محمد عرفان صاحب آف مانسہرہ تھے۔ آپ یکم اگست ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۹۷۰ء میں جب نصرت جہاں سکیم کا آغاز فرمایا تو آپ نے بھی اپنی خدمات کو پیش فرمایا۔ اس طرح سیرالیون میں جورد کے مقام پر کھلنے والے پہلے میڈیکل سنٹر کو کامیابی سے چلانے کی سعادت آپ کو ملی۔ آپ نے نہایت نامساعد حالات میں مئی ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۴ء تک کام کیا۔ آپ نے ابتدائی مشکلات کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر شفا رکھی تھی۔ اس لئے آپ اپنے علاقہ میں بہت ہردلعزیز تھے۔

سیرالیون سے واپسی کے بعد آپ نے ہری پور ہزارہ میں اپنا کلینک کھول لیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں بھی آپ کی اچھی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ کسی مخالف نے آپ کے کلینک میں

آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔آپ کو گہرے زخم آئے لیکن آپ نے صبر واستقلال سے کام جاری رکھا۔

آپ اپنے علاقہ میں احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن کے پریذیڈنٹ تھے۔آپ نے یہ خدمت بھی بڑی محنت سے سرانجام دی اور اپنی ڈویژن کے احمدی ڈاکٹروں کو فعال کیا۔

۱۹۹۱ء میں آپ کو امیر جماعت ہزارہ ڈویژن کے طور پر خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی اور تاوفات یہ خدمت بڑی تندہی سے اپنی دیگر مصروفیات کے ساتھ دیتے رہے۔۱۹۹۹ء میں آپ کو وہاں مسجد اور مربی ہاؤس تعمیر کرنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔آپ نے ۱۵؍مارچ ۲۰۰۹ء کو ۷۴ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔

میاں حیات محمد صاحب

میاں حیات محمد صاحب کا تعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے شہر بھیرہ سے تھا اور آپ کے والد میاں محمد بخش صاحب حضور کے معتقدین میں سے تھے اور بارہ سال تک اس شہر کے میونسپل کمشنر بھی رہے۔

میاں حیات محمد صاحب نے ۱۹۰۹ء گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے میٹرک اول پوزیشن میں پاس کیا۔اس کے بعد انجینئر نگ سکول سے تعلیم مکمل کی اور امتحان میں اول رہے اس بناء پر آپ کو صوبہ خیبر پختونخواہ میں محکمہ آبپاشی میں ملازمت کی پیش کش ہوئی اور آپ ۱۹۱۲ء میں پشاور گئے اور صوبہ کے مختلف مقامات پر ملازمت کے سلسلہ میں کام کرتے رہے۔

میاں حیات محمد صاحب کے والد ایک لمبا عرصہ تک لندن میں بھیڑ کی مشہور لکڑی کی صناعی کی نمائش وغیرہ کے سلسلہ میں مقیم رہے۔یہی زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا تھا اور میاں حیات محمد کے بڑے بھائی میاں امام دین صاحب نے حضور کی بیعت کر لی۔میاں حیات محمد صاحب نے بھی بچپن میں تحریری طور پر بیعت کر لی اور جب ان کے والد لندن سے واپس آئے تو انہوں نے بھی حضور کی بیعت کر لی۔اس طرح تمام خاندان احمدیت سے وابستہ ہو گیا۔

میاں حیات محمد صاحب بچپن سے ہی احمدیت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے نہایت صالح اور باعمل احمدی تھے اور جس جگہ رہے جماعتوں کی تربیت اور نیک فطرت لوگوں کو تبلیغ کر کے جماعت میں لانے کا باعث بنے۔

اپنے پشاور میں قیام کے دوران آپ کی رہائش شہر کی مسجد کے قریب تھی اور ہمیشہ مسجد کی رونق کا باعث رہے۔ انہوں نے اور ان کی زوجہ محترمہ اس مسجد کی توسیع، تزئین اور تعمیر میں نمایاں حصہ لیا۔ میاں صاحب کئی سال تک جماعت پشاور کے صدر رہے اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کی تعلیمی اور تربیتی مساعی میں ان کے دست راست رہے۔ آپ کی وفات ۲۱/اپریل ۱۹۵۳ء میں ہوئی۔ مکرم قاضی صاحب نے ان کی وفات پر ایک نظم تحریر کی جس کا پہلا مصرعہ یہ تھا

میاں حیات محمد کہ بود پاک نہاد
ہمیشہ سایۂ پروردگار چترش باد

مکرم میاں صاحب کی اولاد میں سے ان کے بیٹے مکرم کرنل انوار احمد صاحب کینیڈا میں مقیم ہیں اور صوبہ میں اپنے قیام کی تاریخی یادداشت کو احاطہ تحریر میں لانے کے لئے کوشاں ہیں۔

صوبہ خیبر پختونخواہ میں مربیان سلسلہ

۱۹۳۱ء سے قبل مبلغین کا جماعتوں اور علاقوں میں باقاعدہ تقرر نہ کیا جاتا تھا بلکہ مرکز ضرورت کے مطابق کچھ عرصہ کے لئے مبلغین کو جماعتوں میں بھجوا دیتا اور وہ اپنے مفوضہ فرائض سرانجام دینے کے بعد واپس مرکز میں حاضر ہو جاتے۔ لیکن بڑھتی ہوئی جماعت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مجلس مشاورت ۱۹۳۰ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مبلغین کے ہیڈ کوارٹر مقرر کئے جائیں تا کہ وہ اپنے علاقہ میں تبلیغ و تربیت کا کام جاری رکھیں اور اپنی کارروائی سے مرکز کو آگاہ کرتے رہیں۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق اس صوبہ کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ان کے مندرجہ ذیل ہیڈ کوارٹرز تجویز کئے گئے۔

نمبر شمار	ہیڈ کوارٹر	مہتمم تبلیغ	علاقہ
۱۔	ٹوپی ضلع پشاور	صاحبزادہ عبداللطیف صاحب	پشاور، کوہاٹ، علاقہ غیر
۲۔	ڈیرہ اسماعیل خان	مولوی چراغ دین صاحب	ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، علاقہ غیر
۳۔	بالاکوٹ	حکیم عبدالواحد صاحب	ضلع ہزارہ مع علاقہ غیر

ملکی تقسیم کے بعد جب حضرت مصلح موعود نے اس صوبہ کا دورہ فرمایا تو حضور نے اس علاقہ کی تعلیم و تربیت کی ضروریات کے پیش نظر جماعت احمدیہ کے مایہ ناز مبلغ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کا تقرر پشاور میں فرمایا جو متواتر کئی سال پشاور میں قیام پذیر رہے۔ ان کے قیام سے اس تمام علاقہ کو بہت فائدہ پہنچا اور خاص طور پر جو لوگ خلافت سے الگ ہو گئے تھے ان میں سے بعض کو واپس خلافت سے وابستہ کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ مولانا صاحب کے واپس مرکز میں جانے کے بعد مولانا چراغ دین صاحب کا تقرر پشاور میں کیا گیا۔ نیز پشاور میں حلقہ سول کوارٹرز میں جماعت کو ایک

خوبصورت بیت الذکر کی تعمیر کی توفیق ملی۔اس بیت الذکر میں پہلی دفعہ ۱۹۶۱ء میں مولوی محمد اجمل شاہد صاحب کا تقرر ہوا اور بعد میں یہاں باقاعدہ مربیان کا تقرر عمل میں آتا رہا۔اسی طرح جماعتوں کے بڑھنے کی وجہ سے صوبہ کے دیگر مقامات پر بھی مربیان کا تقرر کیا جاتا رہا۔ذیل میں ہم ان تمام مربیان کے اسماء درج کررہے ہیں جن کو اس صوبہ میں مختلف اوقات میں خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

۱- حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب

۲- حضرت مولانا چراغدین صاحب ۴۵ءتا ۵۲ء۔ ۵۴ءتا۶۶ء۔۶۶ءتا۷۴ء(ہزارہ)، پشاور ۸۲ء تا ۸۳ء

۳- مکرم رحمت اللہ خان صاحب پشاور ۵۴ءتا ۵۵۔ ۴۷ء

۴- مکرم محمد اجمل شاہد صاحب ۱۹۶۰ءتا۱۹۶۵ء

۵- مکرم محمد صدیق ننگلی صاحب

۶- مکرم سید عزیز احمد صاحب ایبٹ آباد ۶۰ء تا۶۱ء۔مردان ۶۸ءتا۷۰ء

۷- مکرم دین محمد شاہد صاحب پشاور فروری ۶۶ءتا دسمبر ۶۶ء

۸- مکرم مولوی عبدالرشید ارشد صاحب مردان ۶۶ءتا ۶۸ء پشاور ۷۵ءتا۷۸ء

۹- مکرم رفیق احمد سعید صاحب۔کوہاٹ

۱۰- مکرم عبدالعزیز وینس صاحب ڈیرہ اسماعیل خان

۱۱- مکرم رانا حمید اللہ خان صاحب مردان ۷۰ءتا۷۵ء۔ پشاور ۸۹ءتا۹۸ء۔ ۲۰۰۳ء تا۲۰۰۹ء

۱۲- مکرم محمد امین چیمہ صاحب ڈیرہ اسماعیل خان ۷۰ تا ۷۳ء

۱۳- مکرم مبارک احمد قمر صاحب ڈیرہ اسماعیل خان و بنوں ۷۴ءتا۷۸ء

۱۴- مکرم خالد احمد شمس صاحب مردان ۷۷ءتا۷۹ء

۱۵- مکرم ہادی علی چوہدری صاحب ۷۹ءتا۸۲ء

۱۶- مکرم حبیب اللہ باجوہ صاحب ڈیرہ اسماعیل خان ۷۹ء تا ۸۲ء

۱۷- مکرم ناصر احمد ملہی صاحب مردان ۸۰ء تا ۸۴ء

۱۸- مکرم شیخ محمد یونس صاحب پشاور۔نوشہرہ۔اچینی پایاں۔ڈیرہ اسماعیل خان

۱۹- مکرم سعید احمد خان سہیل صاحب کوہاٹ ۸۱ء تا ۸۳ء پشاور ۸۳ء تا ۹۰ء

۲۰- مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب پشاور ۸۲ء تا ۸۳ء

۲۱- مکرم تنویر احمد شاہد صاحب اچینی پایاں ۸۲ء

۲۲- مکرم ارشاد احمد خان صاحب پشاور ۸۳ء تا ۸۵ء ،مردان ۸۵ء تا ۸۸ء ، کوہاٹ ۸۸ تا ۸۹ء ڈیرہ اسماعیل خان ۸۹ء تا ۹۱ء نوشہرہ ۹۱ تا ۹۸ء پشاور ۹۹ تا ۲۰۰۳ء

۲۳- مکرم ملک محمد افضل ظفر صاحب پشاور ۸۶ء تا ۹۴ء

۲۴- مکرم خواجہ مظفر احمد صاحب ۸۸ء تا ۹۰ء مردان

۲۵- مکرم مبارک احمد ناصر صاحب پھگلہ

۲۶- مکرم منصور احمد نور الدین صاحب اچینی پایاں ۹۰ء تا ۹۲ء۔
کوہاٹ ۹۲ء۔مردان ۲۰۰۲ء حیات آباد ۲۰۰۲ء

۲۷- مکرم سید سعید الحسن صاحب پشاور ۹۰ء تا ۹۲ء

۲۸- مکرم اصغر علی بھٹی صاحب مانسہرہ۔۹۰ء تا ۹۶ء ہری پور ۹۷ء تا ۲۰۰۰ء

۲۹- مکرم محمد عارف بشیر صاحب مردان ۹۱ء تا ۹۸ء

۳۰- مکرم داؤد احمد منیب صاحب کوہاٹ ۹۱ء (صرف ۱۵ دن)

۳۱- مکرم حامد مقصود عاطف صاحب پشاور ۹۳ء (چند دن)

۳۲- مکرم مغفور احمد قمر صاحب اچینی پایاں۔ ۹۴ء تا ۹۶ء

۳۳- مکرم احمد عرفان صاحب پشاور ۹۴ء تا ۹۵ء ایبٹ آباد ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۸ء۔
ہری پور ۲۰۰۸ء تا ۲۰۰۹ء

۳۴- مکرم کرامت اللہ خادم صاحب مردان ۹۴ء۔مینگورہ ۹۴ء تا ۹۶ء

۳۵- مکرم ظہور احمد صاحب پشاور ۹۵ء تا ۲۰۰۰ء
۳۷- مکرم محمد اشرف اسحاق صاحب اچینی پایاں ۔ ۹۷ء
۳۸- مکرم حنیف احمد محمود صاحب پشاور ۹۷ء تا ۹۹ء
۳۶- مکرم شریف احمد اشرف صاحب مردان ۹۸ء تا ۲۰۰۱ء
۳۹- مکرم خالد محمود شاہد صاحب نوشہرہ ۹۸ء تا ۲۰۰۳ء
۴۰- مکرم رانا محمد ظفر اللہ صاحب اچینی پایاں ۹۹ء تا ۲۰۰۰ء
۴۱- مکرم نعمت اللہ جاوید صاحب پشاور ۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۵ء
۴۲- مکرم محمد سلیمان احمد ہری پور ۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۲ء
۴۳- مکرم اعجاز احمد وڑائچ صاحب ہری پور ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۵ء نوشہرہ ۲۰۰۵ء تا ۲۰۰۸ء
۴۴- مکرم مختار احمد صاحب نوشہرہ ۲۰۰۲ تا ۲۰۰۵ء ہری پور ۲۰۰۵ء
۴۵- مکرم نصیر الدین انجم صاحب مردان ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۳ء
۴۶- مکرم نصیر احمد محمود مردان ۲۰۰۳ء تا ۲۰۱۰ء
۴۷- مکرم میر عبد المجید صاحب اچینی پایاں ۲۰۰۳ء تا ۲۰۰۴ء
۴۸- مکرم طاہر احمد شریف مردان ۲۰۰۳ء
۴۹- مکرم نصیر احمد شریف صاحب ایبٹ آباد ۲۰۰۳ء تا ۲۰۰۶ء (معلم اصلاح و ارشاد مرکزیہ)
۵۰- مکرم محمود احمد خالد صاحب پشاور ۲۰۰۵ء
۵۱- مکرم طاہر احمد عادل صاحب ہری پور ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۸ء
۵۲- مکرم عطاء الحمید صاحب پشاور ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۹ء مردان ۲۰۰۹ء تا ۲۰۱۰ء
۵۳- مکرم انعام الرحمن صاحب نوشہرہ ۲۰۰۸ء تا ۲۰۰۹ء
۵۴- مکرم محمود احمد نیئر صاحب ایبٹ آباد ۲۰۰۸ء تا ۲۰۱۱ء
۵۵- مکرم انور طاہر صاحب پشاور ۲۰۰۹ء تا ۲۰۱۰ء
۵۶- مکرم محمد حنیف شاہد صاحب پشاور ۲۰۱۰ء

۵۷- مکرم عطاء الرب چیمہ صاحب ہری پور ۲۰۱۰ء
۵۸- مکرم نصیر احمد وڑائچ صاحب مردان ۲۰۱۰ء تا حال
۵۹- مکرم مشہود احمد بھٹی صاحب پشاور ۲۰۱۱ء تا حال
۶۰- مکرم سید سلیم احمد ہاشمی صاحب پشاور ۲۰۱۱ء تا حال
۶۱- مکرم جبار ندیم صاحب نوشہرہ کینٹ ۲۰۱۱ء تا حال

❁

پشاور اور صوبہ کے بعض مخلصین کا ذکر خیر

مرزا عبدالمجید صاحب

جماعت احمدیہ پشاور کی تعمیر و ترقی میں جن چند خاندانوں کو نمایاں طور پر خدمت کی توفیق ملی ان میں مکرم مرزا عبدالمجید صاحب اور ان کا خاندان ہے۔ مکرم مرزا صاحب ۱۸۹۷ء میں مکرم مستری غلام محی الدین آف محلہ نوڈ بگری کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کو قبول احمدیت کی توفیق پشاور میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق میاں محمد مکی کی صحبت سے ملی۔

مکرم مرزا صاحب پہلے خیبر رائفلز میں ملازم ہوئے اور 1919ء میں اس کے ختم ہونے کے بعد پولیس میں منتقل ہو گئے اور ڈی ایس پی ہو کر ریٹائرڈ ہوئے۔ اپنی ملازمت کے دوران اور فراغت کے بعد آپ جماعت کی تبلیغ اور خدمت کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہے۔ آپ ہی کی تبلیغ سے آپ کے والد اور چچا مکرم مستری عبدالرشید صاحب کو قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ مکرم قاضی محمد یوسف صاحب امیر صوبہ سرحد نے آپ کے متعلق لکھا:

> ''بابو عبدالمجید صاحب ہوشیار کارکن اور محنتی شخص ہیں۔ جماعت احمدیہ پشاور کے مختلف عہدوں پر کام کر چکے ہیں۔ سیکرٹری مال کا کام دلچسپی سے کرتے رہے ہیں اور کچھ عرصہ پشاور کے امیر بھی رہے ہیں۔ مسجد احمدیہ پشاور شہر اور سول کوارٹرز

دونوں کی تعمیر میں نمایاں حصہ لیا۔"[1]

مکرم مرزا صاحب کے دو بیٹے مکرم بشیر احمد اور مکرم حمید احمد صاحب ہیں اور آپ کی چار بیٹیاں پشاور کے چار احمدیت میں معروف خاندانوں میں بیاہی گئی ہیں۔آپ کے بڑے داماد صوبیدار عبدالعزیز صاحب خلف ڈاکٹر فتح الدین صاحب، دوسرے داماد مرزا نثار احمد صاحب خلف مرزا رمضان علی صاحب، تیسرے داماد مرزا عبداللہ جان خلف حضرت ماسٹر غلام رسول صاحب اور چوتھے داماد مرزا آفتاب احمد صاحب ابن مرزا نذیر احمد صاحب تھے۔

مکرم مرزا صاحب کی وفات ۲۲ر نومبر ۱۹۸۲ء میں پشاور میں ہوئی۔آپ کے بیٹے مرزا بشیر احمد صاحب آپ کی میت ربوہ لائے۔حضرت خلیفۃ المسیح نے آپ کا جنازہ ۲۳ر نومبر کو بعد عشاء پڑھا اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں عمل میں آئی۔

سید شاہ محمد صاحب

اس صوبہ کے جن چند خوش قسمت افراد کو خدمتِ دین کیلئے وقف کرنے اور تبلیغی میدان میں شاندار خدمات کی توفیق ملی، ان میں مکرم سید شاہ محمد صاحب اور مکرم بشیر احمد رفیق قابلِ ذکر ہیں۔

مکرم سید شاہ صاحب مانسہرہ ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ایبٹ آباد میں ابتدائی تعلیم کے بعد اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہو گئے۔جب حضرت مصلح موعود نے احمدی نوجوانوں کو خدمتِ دین کیلئے اپنی زندگیاں وقف کرنے کی تحریک فرمائی تو آپ نے بھی زندگی وقف کر دی اور اپنی تعلیم نامکمل چھوڑ کر قادیان چلے گئے اور وہاں دینی تعلیم سلسلہ کے علماء سے حاصل کرتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں حضرت مصلح موعود نے آپ کا پہلے سنگا پور بطور مبلغ تقرر فرمایا اور بعد میں انڈونیشیا بھجوا دیا۔ وہاں پر آپ مکرم مولٰنا رحمت علی صاحب کے ساتھ بطور معاون اور بعد میں بطور انچارج مشن خدمات سرانجام دیتے رہے۔

انڈونیشیا میں تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ آپ کو انڈونیشیا کی تحریکِ آزادی میں بھی حصہ لینے کی

---

[1] تاریخ احمدیہ سرحد ۱۹۸

توفیق ملی اور انڈونیشیا کے پہلے صدر سویکارنو کے تحریکِ آزادی کے زمانہ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔

آپ نے سرزمین انڈونیشیا میں تیس سال سے زائد عرصہ قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں اور میدانِ جہاد میں وفات پا کر وہیں مدفون ہوئے۔

خانزادہ عبدالرحمٰن خان صاحب آف اسماعیلہ

آپ خان امیراللہ خان صاحب کے بیٹے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کرنے کے بعد آپ نے صوبہ سرحد کی سول سروس میں ملازمت اختیار کر لی، اور سیکشن آفیسر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی بڑی بیٹی سلیمہ ناہید صاحبہ کا عقد بشیر احمد رفیق سابق امام مسجد لندن سے ہوا۔

مولوی محمد الطاف خان صاحب

مکرم مولوی الطاف خان صاحب جماعت پشاور کے اولین اور نہایت معروف سرکردہ ممبران میں سے تھے۔ آپ ہمیشہ جماعت کی مجلس عاملہ کے فعال ممبر رہے۔ آپ ماشاء اللہ صالح، متقی اور جماعت احمدیہ کی زندہ تصویر تھے۔ جس علاقہ میں رہے وہاں کی مسجد کی رونق رہے۔ خلافت احمدیہ سے گہرا اور جذباتی لگاؤ تھا اور ہمیشہ ان کی تحریکات پر عمل پیرا رہے۔

مکرم مولوی صاحب کی پیدائش ۱۹۰۱ء میں ہوتی مردان میں ہوئی۔ ان کے والد مکرم محمد سردار صاحب کا تعلق باجوڑ سٹیٹ سے تھا اور وہاں کی نواب فیملی میں سے تھے۔ گھر سے بوجوہ ہجرت کی اور ہوتی مردان کے نواب نے ان کی پذیرائی کی اور وسیع زمین سے نوازا۔ انہوں نے یہاں شادی کی اور ان کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک بیٹے محمد الطاف خاں تھے جن کو تعلیم کا شوق تھا اور انہوں نے میٹرک تک پڑھا۔ اس عرصہ میں ان کو MES میں ملازمت مل گئی اور مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔

مکرم مولوی محمد الطاف خاں صاحب طبعاً شریف النفس تھے اور مذہبی رجحان تھا۔ آپ ان خوش قسمت افراد میں سے ہیں جن کو اپنی سعید فطرت کے نتیجہ میں عین عنفوان شباب میں احمدیت

کی آغوش میں آنے کی توفیق ملی اور پھر اس عہد کو نہایت استقلال سے خوب نبھایا اور دوسروں تک بھی اس پیغام کو پہنچانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔

مکرم مولوی محمد الطاف خان صاحب کو احمدیت کا علم ہوتی مردان میں مکرم قاضی محمد یوسف صاحب کے ذریعہ ہوا۔لیکن جماعت میں شمولیت سے قبل آپ نے خود قادیان جا کر اور سارے حالات کا جائزہ لے کر بیعت کی۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۱۸ء میں مکرم میر احمد صاحب جو صحابی تھے ان کے بیٹے محمد سعید خان صاحب کے ساتھ قادیان جلسہ سالانہ کے موقع پر جانے کا پروگرام بنایا۔جلسہ کے دوران وہ سٹیج سے قریب بیٹھے تا کہ حضور کو دیکھ کر اور اچھی طرح سن کر کچھ فیصلہ کر سکیں۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جلسہ میں تقریر کی غرض سے آئے تو ان کو دیکھ کر ان کا پہلا تاثر یہ تھا کہ وہ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہیں۔اس کے بعد جب حضور نے تقدیر الٰہی کے موضوع پر تقریر فرمائی تو اس تقریر کا ان پر غیر معمولی اثر ہوا۔اس بناء پر آپ نے وہاں ہی بیعت کے لئے فیصلہ کر لیا اور جماعت میں شامل ہو گئے۔وہاں سے واپس آنے کے بعد آپ کی شدید مخالفت ہوئی۔آپ ثابت قدم رہے۔آپ کے احمدی ہونے کے بعد آپ کی دوسری شادی مکرم محمد سعید احمد صاحب کی ہمشیرہ سے ہوگئی جو مکرم میر احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔یہ رشتہ ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہوا اور دس بچے پیدا ہوئے۔ان میں سے ایک بیٹا مکرم نصیر احمد خان صاحب ہیں جو آج کل شکاگو میں رہائش پذیر ہیں۔آپ کی نو بیٹیاں ماشاء اللہ احمدی گھرانوں میں بیاہی گئیں اور سب ماشاءاللہ مولوی صاحب کی تربیت کے نتیجہ میں جماعت کی فعال کارکن اور ممبر ہیں۔

مکرم مولوی صاحب کی وفات ۱۸ رجنوری ۱۹۷۸ء میں ہوئی۔آپ جلسہ سالانہ میں باقاعدہ شمولیت فرماتے۔اس سال طبیعت ناساز ہونے کے باوجود آپ جلسہ پر ربوہ گئے مگر آپ کی بیماری بڑھ گئی اور بالآخر جان لیوا ثابت ہوئی۔آپ کی خواہش کی بناء پر آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

محمد خواص خان صاحب

مکرم محمد خواص خاں صاحب پشاور جماعت کے عمائدین میں سے تھے اور جماعت کے بہت فعال کارکن تھے۔آپ ملک بلند خان صاحب جو موضع رشکئی کے نمبردار تھے، کے فرزند تھے۔آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا۔

آپ ۱۹۱۶ء میں مکرم مرزا میر احمد صاحب اپیل نویس کے ذریعہ احمدی ہوئے۔اس کے بعد پشاور میں دفتر فوائد عامہ میں ملازمت کے دوران بالاخانہ انجمن احمدیہ پشاور میں مقیم رہے۔ ۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم کے سلسلہ میں عراق اور بغداد دوسال تک رہے واپس پشاور آنے کے بعد اپنے دفتر میں آہستہ آہستہ ترقی کرکے اسسٹنٹ سیکرٹری ہوگئے۔اس عہدہ سے ۱۹۵۳ء میں ریٹائر ہوئے۔

مکرم خواص خان صاحب بہت بردبار اور حلیم طبیعت کے مالک تھے۔قرآن کریم اور کتب سلسلہ کا باقاعدہ مطالعہ کرتے اور مناسب انداز میں پیغام حق پہنچاتے۔متعدد جماعتی عہدوں پر فائز رہے۔

آپ نے دوشادیاں کیں۔آپ کی پہلی بیوی جو مرزا امیر احمد آف ہوتی کی لڑکی تھیں، سے تین بیٹے تھے جو ماشاءاللہ تینوں دینی ودنیوی حسنات سے مالا مال ہیں۔مکرم خلیل احمد خاں انجینئر اور مکرم بشیر احمد خاں اور مکرم سعید احمد خان دونوں ڈاکٹر بنے۔مکرم سعید صاحب لندن چلے گئے اور وہاں شادی کی اور دونوں میاں بیوی نے انگریزوں میں منظم تبلیغ کرکے ایک مخلص جماعت قائم کی۔افسوس کہ وہ جلد فوت ہوگئے لیکن ان کا صدقہ جاریہ قائم ودائم ہے۔مکرم ڈاکٹر بشیر احمد خان صاحب نصرت جہاں سکیم کے تحت افریقہ میں کام کرتے رہے۔

دوسری بیوی سے دو بیٹے مظفر احمد خان صاحب اور رضا احمد خان صاحب ہیں۔آپ کی چھ بیٹیاں ہیں جو مکرم عبدالسلام خان، مکرم عبدالقدوس خاں، شیخ نورالدین، شیخ بشیرالدین آف امپیریل الیکٹرک سٹور پشاور، میجر قاضی بشیر احمد ابن مکرم قاضی محمد یوسف صاحب (یہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں

کشمیر کے محاذ پر شہید ہو گئے) اور مکرم رشید خان صاحب انجینئر سے بیاہی گئی ہیں۔ مظفر احمد صاحب خان صاحب کی شادی خاندان حضرت مسیح موعود میں ہوئی ہے۔ انکی اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی صاحبزادی تھیں۔

عبدالسلام خان صاحب

حضرت مولوی الیاس خان صاحب صوبہ خیبر پختونخواہ کے وہ خوش قسمت انسان ہیں کہ جن کے خاندان کو خدا تعالیٰ نے احمدیت کی عظیم خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ ان کے دونوں بیٹے مکرم عبدالسلام خان صاحب اور مکرم عبدالقدوس خان صاحب کو خدا تعالیٰ نے اپنے عظیم باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی اور زندگی بھر جماعت کی خدمت میں مصروف رہے۔

حضرت مولوی صاحب کے بڑے بیٹے مکرم عبدالسلام خان صاحب ۱۹۱۵ء میں مستونگ میں پیدا ہوئے۔

آپ اپنی تعلیم کے سلسلہ میں کوئٹہ میں تھے جب ۱۹۳۵ء میں وہاں وہ ہیبت ناک زلزلہ آیا کہ جس سے ایک ہی رات میں تقریباً پونے لاکھ افراد لقمہ اجل بن گئے اور کوئٹہ شہر بری طرح تباہ ہو گیا۔ اس دن آپ اپنے بھائی کے ساتھ ہوسٹل میں موجود تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔ آپ کے والد بھی کوئٹہ آئے ہوئے تھے وہ بھی محفوظ رہے۔ خدا تعالیٰ نے تقریباً تمام احمدیوں کو اس زلزلہ سے محفوظ رکھا۔

مکرم عبدالسلام خان صاحب کو پشاور میں مختلف عہدوں پر جماعتی خدمات کی توفیق ملتی رہی۔ آپ ۲۰ سال تک سیکرٹری مال اور سیکرٹری جائیداد رہے۔ تین سال تک نائب امیر پشاور اور قاضی جماعت بھی رہے۔ مسجد احمدیہ سول کوارٹرز کی تعمیر میں خوب توفیق ملی اور آپ کی رہائش قریبی کوارٹر میں ہی تھی اور اس مسجد کی رونق تھے۔

آپ کی شادی مکرم محمد خواص خان صاحب کی بیٹی سے ہوئی جس سے آپ کو خدا تعالیٰ نے دو بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ آپ کے بڑے بیٹے ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب کی شادی

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی بیٹی سے ہوئی اور دوسرے بیٹے حبیب اللہ خاں جو مکرم مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کی دعاؤں سے پیدا ہوئے ان کی شادی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی نواسی سے ہوئی۔

صاحبزادہ سید عبدالسلام صاحب آف سرائے نورنگ

حضرت سید عبداللطیف کی افغانستان میں شہادت کے بعد ان کا تمام خاندان حکومت افغانستان کے شدید مصائب وآلام کا شکار رہا اوران مظالم کی وجہ سے حضرت شہید مرحوم کے دو بڑے بیٹے مکرم سید محمد سعید صاحب اور سید محمد عمر صاحب بھی وہاں شہید ہو گئے۔لیکن اس تمام خاندان نے حضرت شہید مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نہایت صبر واستقلال سے ان کو برداشت کیا۔جب زندگی وہاں ناقابل برداشت ہوگئی تو ان کے خاندان نے وہاں سے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا اور ۱۲ رفروری ۱۹۲۶ء کو اس خاندان کے بچے کھچے افراد بنوں کے قریب موضع سرائے نورنگ میں آ گئے۔کیونکہ یہاں ان کی آبائی کچھ جاگیر موجود تھی۔اس طرح اس صوبہ میں سرائے نورنگ کی جماعت قائم ہوئی جو زیادہ تر شہید مرحوم کی اولاد دراولاد پر مشتمل ہے۔وہاں سے اس خاندان کے کچھ افراد بعد میں قادیان میں چلے گئے۔خداتعالیٰ نے اس خاندان کو اپنی بے پایاں برکات سے نوازا اور اب اس خاندان کے افراد امریکہ، کینیڈا اور دنیا میں ہر جگہ پھیل گئے ہیں۔

؎ وہ سمجھا ہم پراگندہ ہوئے ہیں
میرے نزدیک ہم پھیلے جہاں میں

صاحبزادہ عبدالسلام صاحب مرحوم اپنی والدہ صاحبہ اورخاندان کے دیگر افراد کے ساتھ سرائے نورنگ میں آئے تو وہ سب سے بڑے تھے۔انہوں نے سب کو سنبھالا اور وہاں کی زمین کو آباد کیا۔ان کے بچوں کے اسماء درج ذیل ہیں۔

صاحبزادہ سید ھبۃ اللہ صاحب، صاحبزادہ سید محمد احمد صاحب، صاحبزادہ سید محمود احمد صاحب اور صاحبزادہ سید صدیق احمد صاحب۔ سیدہ امۃ الحفیظ صاحبہ بیگم صاحبزادہ محمد شفیع صاحب اور سیدہ شوکت خاتون صاحبہ مرحومہ (غیر شادی شدہ)۔

صاحبزادہ محمد طیب صاحب

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف جو شہدائے احمدیت کے سرخیل تھے۔ ان کے صاحبزادے محمد طیب صاحب شہادت کے وقت صرف ڈیڑھ سال کے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد اس خاندان کو قید و بند کے ایسے مصائب سے گزرنا پڑا کہ جن کے تصور سے بھی انسان کانپ جاتا ہے لیکن شہید مرحوم کی بیگم صاحبہ نے اپنے یتیم بچوں کے ساتھ یہ تمام عرصہ نہایت صبر و استقلال سے گزارا اور احمدیت کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے صاحبزادہ محمد طیب صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے ان کی وفات کے متعلق جو مضمون الفضل ۱۷؍ جولائی ۱۹۷۹ء میں شائع کروایا اس میں ایک موقع پر صاحبزادہ صاحب نے اپنے بیٹے محمد احمد لطیف کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

> ''دیکھو بیٹا! ہم نے احمدیت کی خاطر وہ مصائب و تکالیف برداشت کی ہیں کہ میں دعا کرتا ہوں کہ ان کا سایہ بھی تم پر نہ پڑے۔ ہماری اس درد بھری لمبی کہانی کو تم لوگ سن بھی نہیں سکتے۔ ایک لمبا عرصہ ہم کابل کے جیل خانہ میں رہے جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان مظالم کے علاوہ ہر صبح ہمارے لئے موت کی ہوتی تھی کیونکہ ہم یہی سنتے تھے کہ توپ سے اُڑا دینے کا حکم ہو جائے گا۔''

۱۹۲۶ء میں یہ خاندان خوست سے خفیہ طور پر سرائے نورنگ بنوں پہنچ گیا۔ وہاں جب جماعت بنی تو آپ اس کے امیر جماعت ہوئے۔ اس کے بعد ربوہ میں رہنے کے بعد محلہ دارالصدر غربی کے صدر رہے۔ قرآن مجید سے بہت عشق اور محبت تھی۔ حافظہ اچھا تھا۔ اور آپ نے صرف چار ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور ہر سال نمازِ تراویح پڑھاتے۔ یہ سلسلہ جو قادیان

میں تراویح پڑھانے کا شروع ہوا پھر تاحیات مختلف جماعتوں میں پڑھانے کا جاری رہا۔ جب آپ نے پہلی بار قادیان میں نماز تراویح پڑھائی تو ان کی والدہ صاحبہ نے انتہائی خوشی کے اظہار کے طور پر مسجد میں جلیبی کا بھرا ایک تھال بھجوایا۔

صاحبزادہ صاحب نہایت خوبصورت، وجیہہ اور دلفریب شخصیت کے مالک تھے۔ طبیعت میں بہت سادگی تھی اور باہمی تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ آپ واقعی اپنے شہید والد کے ہر لحاظ سے نمونہ تھے۔

دانشمند خان صاحب

مکرم دانشمند خان صاحب ولد عبدالحنان خان صاحب کا تعلق موضع محب بانڈہ سے ہے جو موضع پبّی سے چند میل کے فاصلہ پر افغانوں کے محمد زئی قبیلہ کے لوگوں کا گاؤں ہے۔ آپ اوائل جوانی میں اپنا گاؤں چھوڑ کر بلوچستان کے شہر مستونگ چلے گئے تھے۔ یہاں خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے احمدیت قبول کرنے کے لئے خود رہنمائی فرمائی اور ایسے حالات پیدا ہوئے کہ آپ احمدیت کے فدائی کارکن بن گئے اور ایک عرصہ تک اپنی جماعت پبّی کے پریذیڈنٹ رہے۔ نیز انہوں نے اپنے بڑے بیٹے مکرم بشیر احمد رفیق کو وقف کیا جو بعد میں ایک لمبا عرصہ تک امام مسجد لندن رہے۔

مکرم دانشمند خان صاحب کا قبول احمدیت کا واقعہ بہت دلچسپ ہے اور اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ نیک فطرت طبع کے لئے خدا تعالیٰ خود قبول حق کے لئے راستہ ہموار کر دیتا ہے۔ ہوا یوں کہ جن دنوں آپ مستونگ میں جیل کے دفتر میں ملازم تھے۔ آپ ایک جمعہ کے روز گھر سے جامع مسجد مستونگ میں نماز پڑھنے کے لئے نکلے۔ راستہ میں آپ کی ملاقات مکرم مولوی محمد الیاس خان صاحب سے ہوئی۔ باہمی تعارف ہوا۔ مکرم مولوی صاحب آپ کے والد صاحب کو خوب جانتے تھے۔ مکرم دانشمند خاں صاحب مکرم مولوی صاحب کی نورانی شخصیت سے بہت متاثر ہوئے مگر جب انہوں نے بتایا کہ وہ احمدی ہیں تو یہ بات ان کو اچھی نہ لگی۔ مکرم مولوی

صاحب نے ان کو احمدیوں کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے کی دعوت دی جو انہوں نے اس شرط پر قبول کر لی کہ وہ اپنی الگ نماز پڑھیں گے۔ دراصل آپ کو بتایا گیا تھا کہ احمدیوں کی مسجد میں گانا بجانا ہوتا ہے اور آپ اس کی تصدیق کرنا چاہتے تھے۔ مستونگ میں ان دنوں آٹھ دس احمدی ایک گھر میں جمعہ ادا کرتے تھے۔ وہاں آپ نے احمدیوں کو نہایت خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ اس کے بعد مکرم مولوی صاحب کا خطبہ جمعہ میں قرآنی تفسیر سن کر مزید حیران ہوئے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد خان صاحب نے خواب میں متعدد بار یہ نظارہ دیکھا کہ کوئی آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کو دبا رہا ہے اور جب اُٹھے تو یہ آواز آئی۔ ''اُٹھ بیعت کر۔'' مگر بظاہر آپ نے کمرہ میں کسی کو نہ دیکھا کیونکہ آپ کمرہ میں اکیلے تھے۔ آپ کو اس لفظ ''بیعت'' کی سمجھ نہ آئی اور نہ کبھی آپ نے یہ لفظ پہلے کبھی سنا تھا۔ تاہم جب مکرم مولوی محمد الیاس صاحب نے اس کے متعلق بتایا تو آپ نے فوری طور پر بیعت کا خط تحریر کر دیا اور اس طرح آپ کو سکون نصیب ہوا اور اس وجہ سے جو پریشانی تھی وہ دور ہوگئی۔ الحمدللہ۔

مکرم دانشمند خان صاحب کو احمدیت کی روحانی نعمت صرف خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے نصیب ہوئی۔ بعد میں آپ کی شادی مکرم مولوی محمد الیاس صاحب کی بیٹی سے ہوگئی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے آپ کو صالح اولاد سے نوازا۔

مکرم خان صاحب کے احمدی ہونے کے بعد اپنوں اور بیگانوں کی طرف سے شدید مخالفت ہوئی لیکن آپ ثابت قدم رہے۔ ۱۹۵۹ء میں کسی ایسے ہی دشمن نے بحالت خواب گھر میں آپ پر فائر کیا جس سے آپ شدید زخمی ہوئے اور آپ کا بایاں باز و ضائع ہوگیا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نڈر ہو کر اس ایک ہاتھ کے ساتھ جماعت کی خدمت میں ہمہ وقت مستعد رہے۔

مکرم دانشمند صاحب خان صاحب کو خدا تعالیٰ نے چار بیٹیوں اور دو بیٹوں سے نوازا۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور آپ کی عمدہ تربیت سے سب بچے جماعت اور خلافت سے منسلک ہیں۔

آپ کے بڑے بیٹے برادرم مکرم بشیر احمد رفیق صاحب کو آپ نے جماعت کے لئے وقف کر دیا اورانہوں نے بطور امام مسجد لندن شاندار خدمات سرانجام دیں۔آپ کے دوسرے بیٹے کرنل نذیر احمد خان نے پاکستان آرمی میں خدمات سرانجام دیں اور بہت فدائی احمدی ہیں۔مکرم دانشمند خان صاحب اپنے دونوں بیٹوں کے متعلق بجا طور پر کہا کرتے تھے۔

''میرے دو بیٹے ہیں۔ایک کو خدائی فوج میں داخل کیا ہے اور دوسرے کو پاکستانی فوج میں۔''

کیا خوب قابل تقلید تقسیم ہے۔اس سے مجھے حضرت میر ناصر نواب صاحب کی اپنے دونوں بیٹوں کی تعلیم کے متعلق شاندار مثال تازہ ہوتی ہے۔کیونکہ آپ کے بڑے بیٹے حضرت میر محمد اسماعیل صاحب دنیاوی امراض کے ماہر ڈاکٹر تھے اور دوسرے بیٹے حضرت میر محمد اسحق صاحب دینی علوم اور روحانی امراض کے ماہر تھے۔

صوبہ خیبر پختونخواہ کے ماحول میں کسی فرد کا ایسا فیصلہ کرنا مکرم جناب دانشمند خان صاحب کے نام کی مناسبت واقعی انتہائی دانشمندانہ فیصلہ تھا جسے خدا تعالیٰ نے شرف قبولیت عطا فرمایا۔

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب

مکرم ڈاکٹر حمید الرحمن صاحب صدر لاس اینجلیس ایسٹ اور نائب امیر جماعت احمدیہ امریکہ کے والد مکرم مولوی خلیل الرحمن صاحب جون ۱۹۱۳ء موضع درگئی افغانستان میں پیدا ہوئے۔درگئی صوبہ خوست میں ہے۔ابھی وہ ایک سال کے تھے کہ والدہ صاحبہ وفات پا گئیں اور اپنی پھوپھی کی کفالت میں آئے۔جب آپ تقریباً چھ سال کے تھے کہ آپ کے والد مکرم عبدالرحیم خان صاحب ۱۹۱۸ء میں نقل مکانی کر کے مستقل طور پر قادیان چلے گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔

مکرم مولوی صاحب کے والد اور ان کے تایا سید آدم خان حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کے مریدوں میں سے تھے۔دونوں بھائی جوانی میں ہی صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔فجر

کی نماز مکرم صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے گاؤں سیدگاہ (جوان کے گاؤں سے چند میل کے فاصلہ پر تھا) جا کر ادا کرتے۔ مکرم مولوی صاحب کے تایا مکرم سید میر آدم خان مرحوم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء میں سے تھے وہ جوانی میں ہی قادیان میں وفات پا گئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔

خوست کے علاقہ میں چونکہ احمدیوں کی مخالفت میں اضافہ ہونے لگا تو مولوی صاحب اور ان کے بھائی حبیب الرحمن خان غازی کابل مستقل طور پر قادیان اپنے والد صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ دونوں بھائی مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ مکرم مولوی صاحب نے ۱۹۳۳ء میں مولوی فاضل کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔

۱۹۳۱ء میں مکرم مولوی صاحب صوبہ سرحد تشریف لائے اور مردان کے علاقہ میں بطور مدرس کام کیا۔ ۱۹۳۶ء میں فرنٹیر ہائی سکول پشاور میں ملازمت کی۔ شام کے فارغ اوقات میں شوقیہ طور پر قرآن مجید پڑھاتے تھے۔

آپ کی پہلی شادی ۱۹۳۶ء میں قادیان کے نواح موضع فیض اللہ چک میں حضرت حافظ نبی بخش صحابی کی نواسی محمودہ بیگم سے ہوئی۔

۱۹۴۵ء میں آپ کو تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور مدرس کام کرنے کا موقع ملا اور اس طرح اپنے والد صاحب کے پاس رہ کر ان کی خدمت کا بھی موقع ملتا رہا۔

تقسیم ہند کے بعد سیدنا حضرت مصلح موعود کے حکم سے کچھ عرصہ تک قادیان کی حفاظت کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ ۱۹۴۸ء میں جب فرقان فورس کا قیام عمل میں آیا تو آپ کو کشمیر کے محاذ پر ۱۹۵۰ء میں جنگ بندی تک خدمت کا موقع ملا۔ اس کے بعد آپ نے کچھ عرصہ ربوہ کے دفاتر میں کام کیا اور اس کے بعد پھر پشاور میں بطور مدرس کام کرتے رہے۔ ۱۹۷۱ء میں آپ ریٹائرڈ ہو گئے۔ ۱۹۷۲ء میں ایک قافلہ کے ساتھ بذریعہ بس حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایران میں بزرگوں کے مزارات اور بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے

مزار کی زیارت کا موقع ملا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جب وقف عارضی کی تحریک شروع فرمائی تو متواتر کئی سال تک مکرم مولوی صاحب ہزارہ کے علاقہ میں قرآن مجید پڑھانے اور جماعتی تربیتی کاموں کے لئے جاتے رہے۔ایک مرتبہ اس غرض کے لئے آپ ایبٹ آباد گئے ہوئے تھے کہ وہاں ایک خواب میں آپ کو سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انہوں نے نہایت شفقت سے فرمایا:

''خلیل الرحمن میں تم سے بہت خوش ہوں۔''

آپ کے فرزند مکرم ڈاکٹر حمید الرحمن صاحب نے اپنے والد مرحوم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''میرے پیارے والد صاحب مرحوم بہت محنتی اور فرض شناس تھے۔اپنے ہاتھ سے کسی قسم کے کام کو عار نہ جانتے تھے۔بہت نڈر اور کٹر احمدی تھے۔احمدیت کے لئے غیر معمولی غیرت رکھتے تھے۔فارغ اوقات، چلتے پھرتے، سائیکل سواری کرتے، ہر وقت ذکر الٰہی اور استغفار کا وِرد کرتے رہتے اور ہم کو یہی تلقین کرتے تھے۔اونچی آواز میں پڑھتے تا کہ ساتھ چلنے والے بھی ذکر الٰہی میں شامل ہوں اور اس طرف لگن رہے۔میرے والد صاحب سکول ٹیچر تھے۔دنیوی لحاظ سے غریب تھے مگر دل کے سخی اور حلیم تھے۔تنخواہ ملتے ہی فوراً چندہ حصہ وصیت اور دیگر ضروری چندہ جات ادا کرتے۔''

خدا تعالیٰ کا تمام مخلص احمدی افراد اور جماعت کے لئے قربانی کرنے والے احباب کے ساتھ یہ نمایاں سلوک نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی اولاد کو غیر معمولی طور پر نوازا اور دنیوی نعماء سے بھی متمتع فرمایا۔چنانچہ مولوی صاحب کے بچوں کو بھی خدا تعالیٰ نے غیر معمولی ترقیات سے نوازا۔آپ کے بیٹے مکرم ڈاکٹر حمید الرحمن صاحب کو F.R.C.S کرنے کی توفیق ملی اور لاس اینجلس امریکہ میں بطور آرتھوپیڈک سرجن ہیں اور جماعتی لحاظ سے لاس اینجلیس جماعت کے

پریذیڈنٹ اور جماعت کے نائب امیر اور ٹرسٹی ہیں۔آپ کی شادی ۱۹۷۵ء میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نوبل لاریٹ کی صاحبزادی سے ہوئی۔

ان کے دوسرے بیٹے حبیب الرحمن صاحب الیکٹریکل انجینئر بنے لیکن جوانی میں ہی وفات پا گئے۔

چونکہ مکرم مولوی صاحب کی پہلی بیوی ۱۹۶۲ء میں وفات پا گئی تھیں۔اس کے بعد آپ نے دوسری شادی کی اور ان سے ایک لڑکا ضیاء الرحمن اور دو بیٹیاں فوزیہ بیگم اور شازیہ بیگم ہیں۔

مکرم مولوی صاحب کو کچھ عرصہ سے دل کی تکلیف تھی۔امریکہ میں اپنے علاج کے لئے تشریف لائے۔کچھ عرصہ قیام کے بعد واپسی پر جرمنی میں اپنی بیٹی آنسہ منور کے پاس ٹھہرے اور واپس پاکستان چلے گئے۔سرگودھا میں اپنی بڑی بیٹی کے ہاں مقیم تھے کہ اچانک دل کے شدید دورہ سے جانبر نہ ہو سکے اور ۲ردسمبر ۱۹۸۴ء میں خالق حقیقی سے جا ملے اور ربوہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔

میاں اعراف اللہ صاحب کاکاخیل

میاں اعراف اللہ کاکاخیل مرحوم دوبیاں ضلع صوابی میں ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔آپ کو خدا تعالیٰ نے جوانی میں ہی جبکہ آپ ۳۴ سال کے تھے حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

آپ کی بیعت کا واقعہ بہت ایمان افروز ہے۔آپ گڑھی کپور مردان میں پوسٹ ماسٹر تھے۔آپ کا زیادہ تر تعلق ان لوگوں سے تھا جو احمدیت کے شدید مخالف تھے۔ان محفلوں میں عام طور پر احمدیت کا ذکر اسلام سے الگ مذہب کے طور پر کیا جاتا اور یہ تاثر دیا جاتا کہ احمدیوں کا الگ کلمہ ہے، الگ نماز ہے، حتیٰ کہ قرآن اور حج بھی الگ ہیں۔قادیان میں دوزخ اور جنت بنائی ہوئی ہے۔میاں صاحب اس گروہ کے کافی سرگرم رکن تھے اور اس وجہ سے ان کے احمدیوں کے متعلق خیالات اچھے نہیں تھے۔ایک دفعہ ان کو خیال آیا کہ کیوں نہ احمدیوں سے رابطہ قائم

کر کے اصل حقائق معلوم کئے جائیں اور انہیں سمجھا یا جائے کہ وہ اپنے غلط عقائد سے توبہ کرلیں اور مسلمان ہو جائیں۔ایک روز ان کی ملاقات مکرم قاضی محمد یوسف صاحب سے ہوگئی اور باہمی گفتگو سے ان کی بہت سے غلط فہمیاں دور ہوگئیں اور وفات مسیح، مثیل مسیح اور ختم نبوت جیسے اہم مسائل کی اصل حقیقت معلوم ہوئی۔میاں صاحب نے اس ملاقات کا ذکر اپنی محفل میں کیا اور یہ بھی کہا کہ وہ دلی طور پر اس سے کافی مطمئن ہیں۔لیکن میاں صاحب کے احباب نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور ان کو آئندہ احمدیوں سے رابطہ رکھنے سے منع کیا۔لیکن میاں صاحب نے جواباً کہا کہ حق کی تلاش میں کسی سے ملنے پر پابندی نہیں ہونی چاہئے۔آپ احمدیوں کے عقائد کارڈ بتائیں تو مجھے قبول کرنے میں خوشی ہوگی۔آپ نے مکرم قاضی صاحب سے تبادلہ خیال کا سلسلہ جاری رکھا اور بالآخر جب آپ پر احمدیت کی صداقت واضح ہوگئی تو آپ نے جماعت میں شمولیت اختیار کرلی۔

احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ دوسروں کو بھی یہ پیغام پہنچانے کے لئے کوشاں رہتے۔ دوران ملازمت جہاں بھی جانے کا موقع ہوتا آپ وہاں ایک داعی الی اللہ کے طور پر کام کرتے۔ ملازمت کے سلسلہ میں آپ چترال گئے تو مہتر چترال کو بھی پیغام حق دیا۔مہتر چترال بھی آپ کی بڑی قدر کرتے اور بسا اوقات آپ کو بلا کر تبادلہ خیال فرماتے۔

احمدیت کے متعلق آپ غیرت مند تھے۔ایک دفعہ مولوی غلام غوث ہزاروی نے جب حضور کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کئے تو آپ نے ان کو شائستہ زبان استعمال کرنے کے لئے بڑی جرأت سے کہا اور آئندہ مولوی صاحب نے احتیاط کا طریق اختیار کیا۔دعوت الی اللہ کے لئے آپ کا طریق بہت عمدہ تھا اور دوسروں کو مطمئن کرنے میں وہ ید طولیٰ رکھتے تھے۔

دوبیاں گاؤں میں وہ اکیلے احمدی تھے تاہم اپنے اخلاق اور کردار کی وجہ سے تمام علاقہ میں لوگ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔گاؤں میں کاکاخیلیوں کی مسجد تھی۔انہوں نے باوجود آپ کے احمدی ہونے کے اس کا انتظام آپ کے سپرد کر رکھا تھا۔جسے آپ نہایت خوش اسلوبی سے

سرانجام دیتے رہے۔

مکرم میاں صاحب ۱۹۷۷ء میں دوبیاں میں فوت ہوئے اور آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ چونکہ موصی تھے اس لئے بہشتی مقبرہ میں آپ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔

آپ کی اولاد میں سے میاں نثار احمد صاحب جماعت کے مخلص کارکن اور جماعت حیات آباد پشاور کے صدر ہیں۔ آپ کی شادی مکرم مولوی محمد الطاف صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی اور صاحب اولاد ہیں۔

سید امیر بابا صاحب

سید امیر بابا صاحب ولد محمد بشیر صاحب سکنہ بازید خیل ۱۹۳۴ء میں حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ وہ طبعاً غریب مگر بڑے بہادر اور نڈر انسان تھے۔ ناخواندہ ہونے کے باوجود انہیں سلسلہ کی کتب خریدنے کا بہت شوق تھا۔ پشاور کے عجائب گھر میں چوکیدار تھے۔ تنخواہ کم تھی مگر چندہ باقاعدگی سے ادا کرتے۔ سلسلہ کی کتب بھی تنخواہ میں سے کچھ پس انداز کر کے خریدتے۔ ان کی خرید کردہ کتب ان کی اولاد کے پاس محفوظ ہیں۔

باوجود ناخواندہ ہونے کے دعوت الی اللہ کا نرالہ ڈھنگ نکال لیا تھا۔ سلسلہ کی چند کتب اپنے پاس رکھتے اور کسی خواندہ شخص سے کہتے کہ وہ اسے پڑھ کر سنائیں۔ اس طرح دوسرے کو پیغام پہنچ جاتا۔ بعض معاندین سے جھگڑا بھی ہو جاتا تو نہایت ملائمت سے کہتے کہ آپ غصے کیوں ہوتے ہیں میں تو سمجھنا چاہتا ہوں۔ کسی اور سے سن لوں گا۔

آپ کے خاندان کے تمام افراد مبائع احمدی تھے۔ آپ کے تین بیٹے لال میر، باز میر اور محمد میر سب مخلص احمدی ہیں۔ ان کے پوتے پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال محکمہ تعلیم میں ڈائریکٹر پرائمری ایجوکیشن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو قرآن مجید اور سلسلہ کی بعض کتب کا پشتو زبان میں ترجمہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

سید امیر بابا موصی تھے۔ ۱۹۵۸ء میں ان کی وفات ہوئی اور بازید خیل کے قبرستان میں

مدفون ہیں۔ ربوہ میں بہشتی مقبرہ میں ان کا کتبہ لگا ہوا ہے۔

چندہ جات کی ادائیگی میں بہت باقاعدہ تھے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل مجلس کارپرداز کا خط انہیں موصول ہوا جس میں تحریر تھا۔

''مبارک ہو آپ کا حساب پاک ہے اور کوئی بقایا نہیں''

ان کی وفات کے بعد مکرم میر عبدالسلام خان صاحب نے خواب میں دیکھا کہ سید امیر بابا کا حساب خدائے بزرگ و برتر کے سامنے پیش کیا گیا تو فرمایا گیا:

''حساب پاک است بہ شتاب برسانید جنت''

سید امیر بابا کے متعلق ایک دلچسپ امر جوان کی فطرتی سعادت مندی کا ثبوت ہے یہ ہے کہ وہ پہلے صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے۔ صاحبزادہ صاحب خلافت اولیٰ کے بعد خلافت ثانیہ کے وقت مکرم مولوی غلام حسن خان صاحب کے زیر اثر جماعت لاہور کے ساتھ شامل ہو گئے اور کافی عرصہ تک ان کے سرگرم مبلغ رہے۔ سید امیر بابا صاحبزادہ صاحب کے ساتھ لاہور سالانہ جلسہ پر جاتے۔ ایک دن ان کو خیال آیا کہ قادیان کا جلسہ سالانہ بھی دیکھنا چاہیے۔ جب ان کے اس پروگرام کا علم صاحبزادہ صاحب کو ہوا تو انہوں نے مولوی محمد علی صاحب سے ان کی رپورٹ کر دی۔ مولوی صاحب نے سید امیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا آپ کو یہاں کوئی تکلیف ہوئی جو آپ قادیان جانا چاہتے ہیں۔ سید امیر صاحب نے برملا کہا کہ وہ یہاں تین چیزیں گم پاتے ہیں جس کے لئے وہ قادیان جانا چاہتے ہیں۔

۱: حضرت اقدس کا مزار قادیان میں ہے۔ اس مزارِ مقدس پر حاضری دینا چاہتا ہوں۔

۲: قادیان کی وہ گلیاں اور کوچے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدم پڑے۔ کوچہ کی اس خاک کا سرمہ بنانا چاہتا ہوں۔

۳: حضور کی مبشر اولاد قادیان ہے۔ یہاں پر کوئی نہیں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔

جب سید بابا نے ''مبشر اولاد'' کا نام لیا تو مولوی صاحب نے صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ

اب یہ ہمارے ہاتھ سے گیا۔ یہی ہوا جب آپ قادیان پہنچے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریر سننے کا موقع ملا اور محترم قاضی محمد یوسف صاحب کے ذریعہ اسی رات کو بیعت کر لی۔

جب آپ مبائع ہو کر واپس آئے تو صاحبزادہ صاحب کو بھی خلافت ثانیہ کی بیعت کے لئے تیار کر لیا اور یہ کہہ کر خوش ہوتے کہ ''صاحبزادہ صاحب نے ان کو احمدی بنایا مگر غیر مبائع اور انہوں نے صاحبزادہ صاحب کو احمدی بنایا مگر مبائع احمدی۔''

بابا سید امیر کو خدا تعالیٰ نے لمبی عمر سے نوازا۔ آپ ۱۹۵۸ء میں بیمار ہو کر فوت ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر قریباً نوے سال تھی۔

محمد اکرم خان درانی صاحب

محمد اکرم خان درانی کا تعلق چارسدہ کے قریب موضع ڈب سے تھا۔ اور اپنے علاقہ میں ''خان بابا'' کے نام سے معروف تھے۔ آپ گل محمد خان صاحب کے فرزند تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی خان فقیر محمد خان صاحب انجینئر تھے۔ دوسری والدہ سے دو بھائی مکرم غلام سرور خان صاحب اور الحاج صفدر خان صاحب تھے۔

مکرم محمد اکرم خان صاحب کا جماعت سے تعارف مکرم مولوی محمد الیاس صاحب کے ذریعہ ہوا۔ کچھ عرصہ غیر مبائع رہے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت کی اور بڑے مخلص احمدی رہے۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ مطالعہ کتب کا جنون تھا۔ گھر میں ایک بڑی لائبریری بنا رکھی تھی جس میں سلسلہ کا لٹریچر سجا رکھا تھا۔ آپ نے چارسدہ کے قریب موضع ڈب میں زمینداری اختیار کی اور وہاں باغ لگائے۔

احمدی ہونے سے قبل آپ کی زندگی اخلاقی لحاظ سے زیادہ اچھی نہ تھی۔ چونکہ والد صاحب جب فوت ہوئے تو آپ کی عمر تقریباً ۱۸ برس تھی۔ بڑا بیٹا ہونے کے ناطہ سب جائیداد کا انتظام آپ کے ہاتھ میں تھا۔ دوستوں کے ساتھ زیادہ وقت گزرتا۔ دو تین شادیاں کیں مگر گھر پہلی بیوی کے ساتھ ہی بسایا۔ احمدی ہونے کے بعد آپ میں اس قدر تبدیلی ہوئی کہ آپ کی والدہ نے بھی

بیعت کر لی۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے احمدیت کیوں قبول کی تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ میں نے بیعت اس لئے کی ہے کہ جس شخص کی بیعت کر کے یہ ''جن'' ٹھیک ہو گیا وہ یقیناً بہت بزرگ اور سچا انسان ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ احمدیت نے آپ کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ آپ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد کا بھی پورا خیال رکھتے۔ آپ نے اپنے بھائیوں کی تعلیم و تربیت کا پورا خیال رکھا۔ اس بناء پر سب بھائیوں کے باہمی تعلقات بہت مثالی تھے۔ آپ اپنے تمام مزارعین کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ غریبوں کی امداد کرتے۔

آپ جلسہ سالانہ قادیان اور ربوہ باقاعدگی سے جاتے۔ ان تعلقات کی بناء پر آپ کے بیٹے محمد ہاشم خاں کی شادی محترمہ امۃ الشافی صاحبہ بنت مکرم چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے ساتھ ہوئی جو ان کے خاندان کے لئے بہت مبارک ثابت ہوئی۔

مکرم خان صاحب کو اللہ نے چار بیٹوں سے نوازا۔

ا۔ بڑے بیٹے ڈاکٹر محمد امین درانی تھے۔ کوئٹہ سول ہسپتال میں سول سرجن رہے آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

۲۔ محمد ہاشم درانی۔ آپ نے لائلپور یونیورسٹی سے بی ایس سی ایگریکلچر کیا تھا۔ آپ کی پہلی شادی مکرم مولوی محمد الیاس صاحب کی چھوٹی بیٹی سے ہوئی تھی۔ ان سے ایک بچہ محمد عالم ہے جو ریٹائرڈ کرنل ہے اور راولپنڈی میں مقیم ہے۔

آپ کی دوسری شادی محترمہ امتہ الشافی صاحبہ سے ہوئی اور ان کے بیٹے محمد عالم کی تعلیم و تربیت آپ کی ہی نگرانی میں ہوئی۔

۳۔ تیسرے بیٹے محمد حسن خان درانی ہیں۔ یہ تمام زندگی موضع ڈب میں رہے۔ ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی وہاں پر ہی ہیں۔

۴۔ چوتھے بیٹے محمد علی درانی تھے۔ آپ کی ساری زندگی کوئٹہ میں گزری۔ مجسٹریٹ کے عہدہ تک پہنچے۔ ان کا بیٹا محمد آصف درانی ڈاکٹر ہے اور کراچی جناح ہسپتال میں متعین ہیں۔ آپ

ایک عرصہ تک چارسدہ جماعت کے پریذیڈنٹ رہے اور وہاں وکالت بھی کرتے رہے۔

مکرم محمد اکرم خان صاحب کا خلافت کے ساتھ بہت محبت کا سلوک تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جب تقسیم ملک کے بعد پشاور تشریف لے گئے تو حضور چارسدہ بھی تشریف لے گئے اور وہاں پورا دن ان کے گھر میں گزارا۔

مکرم خان صاحب کو خدا تعالیٰ نے شہادت سے نوازا۔ کیونکہ آپ کو ایک شخص نے احمدیت کی مخالفت کی بناء پر بندوق سے فائر کر کے شہید کر دیا۔ یہ افسوس ناک واقعہ ۱۰ رجنوری ۱۹۵۰ء کو پیش آیا۔ قاتل گرفتار ہوا۔ چودہ سال کی قید ہوئی۔ مگر سات سال بعد رہا ہو کر گھر آیا تو اس کا گھر اُجڑ چکا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کا ایک ہی بیٹا تھا وہ مر چکا تھا۔ بیوی نے دوسرے شخص سے شادی کر لی تھی اور گھر کی چھت گر کر تباہ ہو چکی تھی۔ اس کا عبرت ناک انجام لوگوں نے دیکھا۔

مکرم درانی صاحب کافی عرصہ تک چارسدہ جماعت کے پریذیڈنٹ رہے۔ اس زمانہ میں مکرم ملک اعجاز احمد صاحب سیکرٹری مال رہے۔ چارسدہ جماعت کے ایک اہم رکن مکرم ماسٹر نور الحق صاحب تھے۔

غلام سرور خان درّانی صاحب

درانی خاندان جو چارسدہ میں آباد ہے اس میں احمدیت کا نفوذ مکرم مولوی محمد الیاس صاحب کی تبلیغ سے ہوا۔ اصل میں گل محمد خان درانی کے چار بیٹے تھے جن میں سے مکرم اکرم خان صاحب اور مکرم غلام سرور خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں جماعت میں شمولیت کی تھی۔ ان کے تیسرے بھائی مکرم فقیر محمد خان صاحب جو محکمہ PWD میں انجینئر تھے۔ اپنے لندن کے قیام کے ایام میں دعوۃ الامیر کا مطالعہ کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

مکرم غلام سرور خان صاحب نے موضع سرخکی میں وسیع زمینداری شروع کی۔ یہاں پر ان کا ڈیرہ بہت خوب صورت ہے۔ ایک دفعہ ۱۹۶۲ء میں مکرم مولانا جلال الدین شمس صاحب جب

پشاور تشریف لائے تھے تو ان کی دعوت پر خاکسار کو بھی مولانا شمس صاحب کے ہمراہ وہاں جانے کا موقع ملا تھا۔ مکرم غلام سرور خان صاحب علم دوست اور خوش اخلاق تھے۔ ان کے تعلقات کا حلقہ بہت وسیع تھا لیکن بوجوہ وہاں جماعت قائم نہ کر سکے۔

خان فقیر محمد خان صاحب

خان فقیر محمد خان صاحب کے والد گل محمد خان صاحب کی پہلی بیوی سے دو بیٹے تھے۔ مکرم اکرم خان صاحب اور فقیر محمد خان صاحب۔ دونوں بھائی مخلص احمدی تھے۔ فقیر محمد خان صاحب وہ مشہور شخصیت ہیں کہ جولندن میں حضرت مصلح موعود کی کتاب دعوۃ الامیر پڑھ کر احمدی ہوئے تھے۔

انہوں نے یورپ کی ترقی اور مسلمانوں کی پسماندگی دیکھ کر جب دعوۃ الامیر پڑھی تو ان کو یقین ہوا کہ یہ حالت حضرت امام مہدی علیہ السلام کو مان کر ہی بدل سکتی ہے۔

خان صاحب فقیر محمد خان صاحب کو حکومت کی طرف سے ان کے اپنے شعبہ میں مہارت کی بناء پر خان صاحب کا خطاب ملا تھا۔ بہت ہی خوش طبع اور اچھے مذاق کے مالک تھے۔ حضرت مولوی محمد الیاس صاحب سے قریبی تعلق تھا۔ ان کے ایک ہی بیٹے کیپٹن نثار محمد خان تھے جو وزیرستان میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں مارے گئے۔ کیپٹن صاحب کے دو بیٹے ہیں۔

خان صاحب نے مکرم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کی تحریک پر مسجد ڈیرہ اسماعیل خان کے لئے بارہ کنال زمین کا ٹکڑا خرید کر دیا تھا۔

آپ کی وفات ایک حادثہ میں ہوئی۔ وکٹوریہ میموریل ہال پشاور کی چھت کے معائنہ کے لئے اوپر مع چار افراد چڑھے۔ انسپکشن کے دوران چھت کا ایک حصہ گر گیا جس سے یہ چاروں نیچے گر کر اپنے ساتھیوں سمیت وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ارباب محمد عجب خان صاحب

مکرم ارباب محمد عجب خان صاحب کا تعلق پشاور یونیورسٹی سے قریب موضع تہکال بالا سے تھا۔ آپ دفتر سیکرٹری فوائد عامہ سرحد میں ملازم تھے۔ اسی محکمہ میں مکرم محمد خواص خان صاحب

سیکرٹری تھے۔ زیادہ تر ان کے تعلق اور تبلیغ سے آپ نے ۱۹۳۴ء میں جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ اصل امر یہ ہے کہ ارباب خان صاحب سعید الفطرت اور نیک خصلت تھے۔

جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

آپ کے والد نے آپ کی مخالفت کی اور واجبی تعلق رکھا۔ مگر ارباب صاحب ثابت قدم رہے اور احمدیت نے ان کے اخلاق میں مزید نکھار پیدا کر دیا تھا۔

ارباب صاحب کی شادی ارباب عبدالکریم کی بیٹی سے ہوئی۔ وہ احمدی نہیں تھی لیکن ارباب صاحب کی دعاؤں کا ہی یہ اثر تھا کہ اس نے عجیب طور پر احمدیت قبول کر لی۔ ہوا یوں کہ ارباب صاحب کی بیوی کو اس کے والد کی وفات کے بعد اس کی جائیداد سے حصہ ملتا تھا۔ اگرچہ افغان عورتوں کو اپنی جائیداد سے حصہ نہیں دیتے لیکن صوبہ سرحد میں شریعت قرآنیہ جاری تھی جس کی رو سے اس کو حصہ ملتا تھا۔ اس کے بھائی عبدالوہاب افغان نے ملاؤں کے مشورہ سے میراث سے حصہ نہ دینے کے لئے عدالت میں یہ موقف اختیار کیا کہ چونکہ ارباب محمد عجب خاں احمدی ہے اور اس کی بیوی بھی احمدی ہے اور وہ ملاؤں کے فتویٰ کی رو سے مرتد ہیں۔ اس واسطے وہ اپنے والد کی جائیداد سے حصہ نہیں لے سکتی۔ یہ کیس قاضی میر احمد جوڈیشل کمشنر کی عدالت میں تھا اور اس نے تعصب کی بناء پر فیصلہ عبدالوہاب کے حق میں کر دیا۔ اس ظالمانہ فیصلہ کی سزا قاضی میر احمد کو اس کی زندگی میں ہی مل گئی اور ایسی ذلت نصیب ہوئی کہ جو دوسروں کے لئے عبرت کا موجب تھی۔

مکرم ارباب صاحب کی بیوی کے خلاف یہ مقدمہ جھوٹا تھا کیونکہ وہ خود احمدی نہیں تھی لیکن اس غلط فیصلہ کے بعد اس نے علی الاعلان احمدیت قبول کر لی اور بیعت کا خط لکھ دیا اور یہ کہا کہ اب میں احمدی ہو کر اپنا حق لوں گی۔ چنانچہ اس نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی اور فیصلہ اس کے حق میں ہو گیا۔ اس طرح میراث میں حصہ بھی مل گیا اور احمدیت کی نعمت بھی مل گئی۔ الحمدللہ۔

مکرم ارباب صاحب کی اولاد میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ ان کے بڑے بیٹے میجر

عبدالاکبر اور اس کے بھائی ارباب سردار علی دونو کی شادی مکرم خان شمس الدین خان صاحب کی دو بیٹیوں محترمہ امۃ الوحید صاحبہ اور محترمہ امۃ الرفیق صاحبہ سے علی الترتیب ہوئی۔ میجر اکبر صاحب کی وفات ۱۰؍جنوری ۱۹۹۵ء میں ہوئی اور ان کی یادگار ان کا بیٹا ارباب قاسم محمود ہے۔

مکرم سردار علی صاحب شروع سے ہی جماعت کے فعال ممبر ہیں۔

مکرم ارباب محمد عجب خان صاحب خاموش طبع تھے اور احمدیت کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ خداتعالیٰ نے ان کو روحانی سکون سے نوازا تھا۔ ان کی وفات ۲۰؍دسمبر ۱۹۸۲ء میں لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں ہوئی۔ ان کی وفات کے وقت عزیزم طاہر احمد خان ابن خان شمس الدین نے یہ ایمان افروز امر بیان کیا کہ وفات سے قبل ارباب صاحب نے یہ کشفی نظارہ دیکھا کہ فرشتے ان کے استقبال کے لئے آرہے ہیں اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہے ہیں:-

نَحْنُ اَوْلِيَآءُ كُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ

یعنی ہم اس دنیا میں بھی تمہارے دوست تھے اور اُخروی زندگی میں بھی دوست ہوں گے۔

آپ کا کیا خوبصورت انجام ہوا جو واقعی قابل رشک ہے۔

کرامت اللہ خان صاحب

مکرم کرامت اللہ خان صاحب کے والد مکرم سعد اللہ خان صاحب بابڑ تھے۔ آپ مکرم محمد یعقوب خان صاحب آف پیر پیائی کے ہمشیر زاد تھے۔ آپ نے طالبعلمی کے زمانہ میں جب آپ ۱۹۲۱ء میں مشن ہائی سکول پشاور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے احمدیت قبول کی۔ آپ کے ایک کلاس فیلو مکرم پیر احمد زمان شاہ صاحب کے ذریعہ مکرم قاضی محمد یوسف صاحب سے متعارف ہوئے اور ۱۹۲۲ء میں انہوں نے احمدیت قبول کر لی۔

مکرم کرامت اللہ خان صاحب نے اسلامیہ کالج سے بی اے اور بی ٹی کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کر لی۔ اس عرصہ میں لندن سے تعلیمی ڈگریاں حاصل کیں۔ گورنمنٹ ہائی سکول پشاور نمبر ۲ میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ اسی طرح ایک عرصہ تک انسپکٹر آف سکولز رہے۔

آپ کی اولاد نے دنیاوی طور پر کافی ترقی کی۔ان میں سے بعض حکومت پاکستان کے بلند ترین عہدوں پر فائز ہیں۔

مرزا نصیر احمد خان صاحب

مکرم مرزا نصیر احمد خان صاحب کے والد مرزا نذیر احمد صاحب تھے جو مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے بھتیجے تھے۔آپ کے ایک بھائی مرزا آفتاب احمد صاحب تھے۔دونوں بھائی مسجد سول کوارٹرز پشاور کے قریب رہائش پذیر تھے اور مسجد کی رونق کا باعث تھے۔

مرزا نصیر احمد خان صاحب کے دادا مکرم شریف احمد خان انسپکٹر پولیس تھے اور ان کے نانا مرزا رمضان علی صاحب شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اورانہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اوائل زمانہ میں بیعت کر لی تھی۔

مرزا صاحب برٹش فوج میں لیفٹینینٹ کے عہدہ پر فائز تھے اور جنگ عظیم دوم میں فرنٹیئر فورس کے ساتھ برما کے محاذ پر لڑائی کرتے رہے۔اس کے بعد آپ ایک عرصہ تک پشاور ہائیکورٹ میں سپرنٹنڈنٹ رہے۔ ۱۹۶۹ء میں جب ریٹائرڈ ہوئے تو ان کی اعلیٰ خدمات کے صلہ میں ستارہ خدمت کا اعزاز دیا گیا۔

۱۹۷۹ء میں جب امریکہ آنے کے لئے تیاری کر رہے تھے تو ان کی اہلیہ محبوب سلطانہ صاحبہ اچانک وفات پا گئیں اور آپ کو اکیلے یہاں آنا پڑا۔اور اپنے بیٹے منیر احمد خان کے پاس میری لینڈ میں قیام پذیر رہے۔آپ مقامی جماعت کے مستعد ممبر تھے اور اپنی ظرافت اور خوشدلی کی بناء پر سب میں مقبول تھے۔آپ کی وفات ۱۹۹۹ء میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۸۸ برس تھی۔

مکرم مرزا صاحب اچھے شاعر تھے۔آپ کا منظوم کلام 'یادوں کے پھول' گذشتہ سال شائع ہوا ہے۔آپ کا تمام کلام جماعت کے متعلق اور خاص طور پر احمدیوں کی قید و بند کی صعوبتوں کے متعلق ہے۔

مکرم مرزا صاحب کے بیٹے عزیزی منیر احمد خان کے علاوہ ان کی بیٹی محترمہ نصرت جہاں

صاحبہ ہیں جن کی شادی مکرم مبشر احمد خان صاحب مربی سلسلہ امریکہ سے ہوئی اور ان سے جو اولاد ہوئی وہ سب بفضلہٖ تعالیٰ خادم دین ہیں۔

ہدایت اللہ خان صاحب

مکرم ہدایت اللہ خان صاحب خلف محمد سرور خان صاحب ساکن ترنگزئی ضلع پشاور ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق ایک معزز زمیندار خاندان قبیلہ محمد زئی سے تھا۔

مکرم ہدایت اللہ خان کے گھرانہ میں احمدیت ان کے نانا ملک عادل شاہ اور ملک مدار شاہ صاحب کے ذریعہ آئی۔ ملک عادل شاہ کو صاحبزادہ فضل حق ساکن اکبر پورہ نے تبلیغ کی۔ پھر ملک مدار شاہ صاحب کی تحریک سے ان کے بھائی ملک عادل شاہ صاحب نے ۱۹۰۱ء میں بیعت کی۔ پھر ان کی وجہ سے مکرم ہدایت اللہ صاحب کے والد محمد سرور خان صاحب نے احمدیت قبول کر لی۔

ہدایت اللہ خان صاحب نے ابتدائی تعلیم ترنگزئی میں حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم کے لئے قادیان چلے گئے جہاں تقسیم ملک تک یہ تعلیم جاری رہی۔ اگرچہ پیدائشی احمدی تھے تاہم آپ نے ۱۹۴۴ء میں حضرت مصلح موعود کے دست مبارک پر بھی بیعت کی۔

مکرم ہدایت اللہ خان صاحب کی شادی ۱۹۴۹ء میں مکرم محمد الطاف خان صاحب ساکن ترناب ضلع چارسدہ کی بیٹی سے ہوئی۔ اس کے بطن سے آپ کے ہاں تین لڑکے مقصود احمد خان، فاروق احمد خان اور رفیق احمد خان پیدا ہوئے۔ دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ایک بیٹی عزیزہ ڈاکٹر قدسیہ گلفام شادی شدہ ہیں اور جرمنی میں مقیم ہیں۔

خان صاحب کی وفات ۱۹۹۰ء میں ہوئی۔ آپ موصی تھے اس لئے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ آپ ایک غیور اور مستعد احمدی تھے اور باوجود مخالفت کے اپنے گاؤں اور دوسروں کو پیغام حق دیتے رہے۔

ڈاکٹر منظور احمد صاحب

مکرم ڈاکٹر منظور احمد صاحب کا تعلق لدھیانہ سے تھا۔اورمکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب کے بھتیجے تھے۔آپ نے کمپوڈری کا کام مکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب کے کلینک میں کام کرنے سے سیکھا اور ماشاءاللہ اسقدر مہارت حاصل کر لی کہ ان کی وفات کے بعد اس شعبہ میں موضع بازید خیل میں پریکٹس شروع کر دی اور اپنی ذاتی محنت اور لگن سے اس میں بہت نام پیدا کیا۔آپ بہت مخلص اور قربانی کرنے والے احمدی تھے۔تبلیغ اور مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ باوجود مخالفت کے خدا تعالیٰ نے ان کو کامیابی سے نوازا۔ چندوں کی ادائیگی خاص طور پر تحریک جدید کی ادائیگی میں آپ نمایاں قربانی کرنے والوں میں سے تھے۔خدا تعالیٰ ان کی اولاد کو اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔مکرم ڈاکٹر منظور احمد صاحب بعارضہ فالج بیمار رہنے کے بعد ۱۹ر دسمبر ۲۰۰۷ء پشاور میں وفات پا گئے۔آپ موصی تھے اس لئے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

مکرم ڈاکٹر منظور صاحب کی شدید مخالفت رہی۔تین مرتبہ آپ پر حملہ ہوا مگر معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ان کے داماد ڈاکٹر افضال احمد صاحب کو شہید کر دیا گیا۔ڈاکٹر صاحب نے قاتل کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا چنانچہ چند ماہ کے اندر ان کا قاتل بھی جلد کسی اور کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور خدائی انتقام کا شکار ہوا۔

چندہ تحریک جدید میں غیر معمولی قربانی کی برکات

ڈاکٹر منظور احمد صاحب مرحوم کا مثالی نمونہ

مکرم ڈاکٹر منظور احمد صاحب آف بازید خیل کو خدا تعالیٰ نے مالی قربانی کی بے مثال توفیق عطا فرمائی۔ آپ نے خاص طور پر چندہ تحریک جدید کی ادائیگی میں جو مثال قائم کی وہ بہت غیر معمولی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال ربوہ نے ان کی وفات کے بعد تحریر کیا:

''محترم ڈاکٹر صاحب بڑے فیاض انسان تھے اور مہمان نوازی میں بھی ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ سلسلہ کی مالی قربانیوں میں بھی ان کو نمایاں حیثیت حاصل رہی۔

۱۹۳۴ء میں تحریک جدید جب جاری ہوئی تو آپ ایک احمدی ڈاکٹر (مکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب) کے ملازم تھے۔ آپ کو معمولی گزارہ کی رقم ملا کرتی تھی۔ آپ نے تحریک جدید میں پانچ روپیہ کی قربانی سے چندہ شروع کیا۔ یہ رقم بھی آپ کی مالی حیثیت سے زیادہ تھی۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو خیال آیا کہ تحریک جدید کے لئے پچاس روپیہ پیش کرنا چاہئے تو آپ نے اپنا وعدہ پچاس روپیہ تک بڑھا دیا۔ دوسرے دن جب ڈاکٹر صاحب کے کلینک پر ڈیوٹی پر پہنچے ان کے مالک ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ

''منظور آج سے آپ کا ماہانہ معاوضہ پچاس روپیہ کیا جاتا ہے۔''

پھر نئے سال کے اعلان پر انہیں خواہش پیدا ہوئی کہ اس سال ۱۰۰ روپیہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی خواہش کے مطابق اس سال یکصد روپیہ کی قربانی پیش کی۔ دوسرے دن جب ڈیوٹی پر پہنچے تو ان کے مالک ڈاکٹر صاحب نے کہا

منظور آج سے آپ کا ماہانہ معاوضہ یکصد روپیہ کیا جاتا ہے۔"
ان کی تنخواہ میں یہ اضافہ بھی ان کے مالک ڈاکٹر صاحب نے حسب سابق بغیر درخواست کے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مالی قربانیوں کو اتنا پسند فرمایا کہ یکصد سے بڑھتے بڑھتے ان کی قربانی لاکھوں روپیہ تک پہنچ گئی۔"

صاحبزادہ سید عبداللہ شاہ صاحب

صاحبزادہ سید عبداللہ شاہ صاحب سابق سیکرٹری امورِ عامہ نوشہرہ کینٹ جماعت کے مخلص فرد تھے۔ آپ صوبہ کے علاقہ برگ کے تھے اور آپ کے والد کا نام سید عبدالحق تھا۔ آپ چھوٹے ہی تھے جب نواب امب نے آپ کے علاقہ پر چڑھائی کی اور مقامی لوگوں کی املاک وجائیداد پر قبضہ کرلیا۔ آپ اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ ٹوپی آ گئے جہاں کچھ عرصہ صاحبزادہ عبدالقیوم خان کے خاندان کے ہاں پناہ گزین رہے پھر اپنے ماموں کے ہاں چلے گئے۔ معاشی تنگی اور مناسب رہنمائی نہ ہونے کے باعث آپ نے جرائم کی دنیا کی طرف رخ کرلیا اور "شاہ جی ڈاکو" کے نام سے مشہور ہو گئے۔ علاقہ غیر اور صوبہ کے لوگ آپ کی دہشت سے ڈرتے تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی کے خود سامان فرمائے۔ آپ نے بعض مبشر رؤیا دیکھیں اور اس کے بعد جب احمدیت سے متعارف ہوئے تو توبۃ النصوح کی اور پھر آپ کی دنیا ہی بدل گئی۔ باوجود سخت مخالفت کے آپ ثابت قدم رہے۔

نظام جماعت کے ساتھ وابستگی اور خلافت کے ساتھ محبت وعشق تھا۔ نوافل، نمازِ تہجد کی ادائیگی اور چندوں میں باقاعدگی تھی۔

آپ کچھ عرصہ محکمہ پولیس میں ملازم تھے وہاں سے فراغت کے بعد نوشہرہ کینٹ میں تکہ شاپ کھول لی تھی جو آپ کی محنت اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب تھی۔

آپ کی وفات ۲۰۰۵ء میں تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں ہوئی اور تدفین نوشہرہ میں ہی ہوئی۔

چوہدری غلام اللہ صاحب

مکرم چوہدری غلام اللہ صاحب ۱۳؍جنوری ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم چوہدری غلام محمد خان صاحب کو اوائل زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مکرم چوہدری صاحب نے زراعتی کالج فیصل آباد سے بی ایس سی پاس کیا اور پھر امریکہ سے پی ایچ ڈی کی تعلیم حاصل کی۔

اپنی ملازمت کے سلسلہ میں آپ کا زیادہ تر قیام صوبہ خیبر پختونخواہ میں رہا اور آپ جس جگہ بھی رہے۔ وہاں اپنے فرائض منصبی کی بخوبی ادائیگی کے ساتھ جماعتی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔

پاکستان بننے کے بعد جب آپ ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے کے بعد واپس آئے تو آپ کا تقرر ایبٹ آباد میں ہوا۔ ۱۹۵۴ء میں وہاں جماعت نے آپ کو اپنا صدر منتخب کرلیا۔ اس عرصہ میں آپ نے وہاں احمدیہ مسجد کی تعمیر کا کام مکمل کروا کر وہاں باقاعدہ نمازوں کی ادائیگی کا انتظام کیا۔ یہی وہ مسجد ہے جسے ۱۹۷۴ء کے جماعت کے خلاف فسادات کے دوران فسادیوں نے توڑ پھوڑ دیا اور اس کا سامان لوٹ لیا۔ اس وقت سے یہ غیر آباد پڑی ہے۔

آپ کے صدارت کے ایام میں حضرت مصلح موعود نے اس علاقہ کا دورہ فرمایا۔ حضور اپنے قافلہ کے ہمراہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء کو تشریف لائے۔ اس دوران حضور نے حضرت سید احمد بریلوی مجدد تیرھویں صدی کے مزار کی زیارت بھی کی اور دعا کی (اس سفر کی تفصیل پہلے دی جا چکی ہے)

۱۹۶۰ء میں پشاور میں فارسٹ انسٹی ٹیوٹ کے مکمل ہونے پر آپ کا تقرر وہاں ہوگیا۔ اس عرصہ میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ کی حیثیت سے اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے صدر مجلس خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے دورے کئے اور ان مواقع پر مکرم چوہدری صاحب نے یونیورسٹی کے معززین کو مدعو کر کے آپ کی تقاریر کا انتظام کیا۔

۱۹۶۶ء میں چوہدری صاحب کو حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

صاحبزادہ حبیب الرحمن صاحب المعروف قلندر مومند

صاحبزادہ سیف الرحمن آف بازید خیل، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، کے بیٹے صاحبزادہ حبیب الرحمن (جو اپنے قلمی نام قلندر مومند کے ساتھ تمام ملک میں جانے پہچانے جاتے تھے) کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ نہ صرف صوبہ بھر میں بلکہ تمام ملک میں اپنی ادبی اور مذہبی خدمات کی بناء پر ایک عظیم اور منفرد شخصیت تھے۔

صاحبزادہ صاحب کی پیدائش یکم ستمبر ۱۹۳۰ء کو موضع بازید خیل میں ہوئی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا۔ لیکن سیاسی وجوہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور مختلف مقامات پر ملازمت کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد پرائیویٹ طور پر مزید تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ اب پشاور یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور انگریزی ادب میں ایم اے میں اچھی پوزیشن لی۔ بعد میں اسی شعبہ میں لیکچرر مقرر ہو رہے۔ لیکن آپ پر ملک دشمنی کا جھوٹا الزام لگا کر فارغ کر دیا گیا۔

۱۹۷۳ء میں صاحبزادہ صاحب نے قانون کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ آپ ۱۹۸۲ء میں گومل یونیورسٹی میں پہلے انگریزی ادب کے لیکچرر مقرر ہوئے اور ۱۹۸۲ء میں وہاں پر لاء کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

۱۹۸۳ء میں جب صوبائی حکومت نے پشتو زبان کے لئے ایک معیاری ڈکشنری کی تیاری کا منصوبہ بنایا تو صاحبزادہ صاحب کی سرکردگی میں یہ عظیم مشن دس سال کی کاوش کے بعد ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر ''دریاب'' کے نام سے آیا۔

قلندر مومند صوبہ کی مشہور ادبی تنظیم ''اولس ادبی جرگہ'' کے بانی ارکان میں سے تھے۔ آپ متعدد اخبارات کے مدیر اور کالم نگار بھی رہے۔ اسی طرح آپ متعدد کتب کے مصنف تھے آپ کی یہ کتب پشتو ادب کا شاہکار ہیں۔ بلاشبہ آپ اپنے دور کے معروف تجزیہ نگار، افسانہ نگار اور شاعر تھے۔ اور آپ کی ادبی کاوشیں مقبول عام کی سند حاصل کر چکی ہیں اور قلندر مومند کو ان کی خدمات کے اعتراف میں حکومت کی طرف سے ستارہ امتیاز اور دیگر متعدد ایوارڈ دیئے گئے ہیں۔

آپ ایک لمبی بیماری کے بعد ۴؍فروری ۲۰۰۳ء میں ۷۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ کا جنازہ امیر جماعت احمدیہ سرحد مکرم ارشاد احمد خان صاحب نے پڑھایا اور آپ کی تدفین احمدیہ قبرستان پشاور میں ہوئی۔

مرزا محمد خان صاحب

مکرم مرزا محمد خان صاحب ۵؍جون ۱۹۲۰ء کو ضلع کوہاٹ تحصیل کرک کے ایک گاؤں کریڈنڈ میں پیدا ہوئے۔گاؤں میں میٹرک پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج کوہاٹ میں داخلہ لیا۔اپنی تعلیم کے دوران ۱۹۳۵ء میں آپ برٹش رائل آرمی میں بھرتی ہوگئے۔ہانگ کانگ میں برطانوی فوج کی شکست کے باعث قید رہے۔پاکستان بننے کے بعد ایک زرعی فارم میں ملازم ہوگئے۔

زندگی کے اس تمام عرصہ میں جماعت کے مخالف رہے۔لیکن اس مخالفت کی وجہ سے سیدنا حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔اس سے ان پر جماعت کی صداقت آشکار ہوئی اور پھر مکرم مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت احمدیہ سرگودھا کی کوشش سے ۵؍مئی ۱۹۶۴ء میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے زمانہ میں بیعت کرلی۔

قبول احمدیت کے بعد آپ کی شدید مخالفت ہوئی اور خاندان نے مکمل بائیکاٹ کردیا۔پھر آپ اسیر راہِ مولیٰ بھی رہے۔۱۹۶۷ء میں ستمبر تا نومبر سرگودھا ڈسٹرکٹ جیل میں قیدی رہے۔

۱۹۸۳ء میں آپ کو سرگودھا جماعت میں بطور معلم مقرر کیا گیا۔آپ نے یہ خدمت ۱۹۹۰ء تک نبھائی۔اس کے بعد قیام پہلے کراچی اور پھر حیدرآباد میں رہا۔آپ کی وفات ۱۴؍جون ۲۰۰۵ء میں حیدرآباد میں ۸۵ سال کی عمر میں ہوئی۔

خواجہ محمد شریف صاحب

مکرم خواجہ محمد شریف صاحب ۱۸۹۶ء میں قادیان سے قریبی شہر بٹالہ میں پیدا ہوئے۔یہ وہ شہر ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور معاند مولوی محمد حسین بٹالوی کی وجہ سے معروف ہے۔اسی بناء پر خواجہ صاحب اوران کے والد بھی جماعت کی مخالفت میں بہت پُرجوش

تھے۔ خواجہ صاحب کچھ عرصہ مولوی بٹالوی صاحب کے شاگرد بھی رہے۔ لیکن مولوی صاحب کے متکبرانہ لہجہ اور شاگردوں سے بدسلوکی کی بناء پر ان کا خواجہ صاحب پر کوئی خوشگوار اثر نہ تھا۔

مکرم خواجہ صاحب میٹرک کرنے کے بعد ڈاکخانہ کے محکمہ میں بھرتی ہو گئے۔ ٹریننگ کے بعد آپ کا تقرر صوبہ سرحد میں ہوا۔ آپ نے ملازمت کا تقریباً تمام عرصہ صوبہ سرحد میں ہی گزارا اور تقسیم ملک کے بعد آپ نے اپنی مستقل سکونت پشاور میں اختیار کر لی اور یہاں پر ہی آپ کی وفات ۱۹۷۲ء میں ہوئی۔

مکرم خواجہ صاحب بچپن سے ہی اسم با مسمّٰی تھے اور اپنی نیکی اور شرافت کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔ اپنے والد اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے اثر کی وجہ سے جماعت کی مخالفت میں تقاریر وغیرہ کرتے۔ لیکن جب ہندوؤں نے ملکانہ کے علاقہ میں شدھی کی تحریک چلائی تو اس وقت جماعت احمدیہ کی مساعی سے بہت متاثر تھے۔ اسی طرح پبّی کے علاقہ میں مکرم دانشمند خان صاحب کے اخلاق اور صحبت نے بہت گہرا اثر کیا۔ لیکن ان کو بیعت کی توفیق ان کے خواب کی بناء پر ہوئی۔ ایک دفعہ نیند کی حالت میں آپ کو آواز آئی ''محمد شریف اُٹھو بیعت کرو۔'' آپ اس آواز سے حیران ہوئے کہ کس کی بیعت کی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دھیان گیا مگر آپ کو یقین تھا کہ ان کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ آپ لاحول ولاقوہ پڑھ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی ''محمد شریف اُٹھو بیعت کرو۔'' اس بار آواز میں قدرے سختی تھی۔ سخت گھبراہٹ کے عالم میں آپ نے وضو کر کے دو نفل ادا کئے اور اس کے بعد پھر سو گئے۔ تیسری دفعہ پھر یہی آواز آئی لیکن اس آواز میں ایسی شدید ڈانٹ تھی کہ آپ تھر تھر کانپنے لگے۔ آپ کے دل نے گواہی دی کہ لازماً یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے لئے ارشاد ہے۔ آپ اسی وقت ڈاکخانہ گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بیعت کا کارڈ ارسال کر دیا۔ بعد میں قادیان جا کر حضور کے ہاتھ پر دستی بیعت کا بھی شرف حاصل ہوا۔ قبول احمدیت کے بعد آپ کے والدین اور برادری نے شدید مخالفت کی لیکن آپ ثابت قدم رہے۔

خواجہ صاحب نے اپنی زندگی میں تین شادیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد سے نوازا۔ ان کے سب بچے ماشاء اللہ احمدی ہیں اور جماعت کے کاموں میں رغبت رکھتے ہیں۔ آپ کی بیٹی محترمہ شمیم صاحبہ امریکہ میں ہیں اور بہت فعال ممبر ہیں۔ شادی سے قبل پشاور میں لجنہ اماء اللہ پشاور کی صدر بھی رہی ہیں۔

ماسٹر نورالحق صاحب

مکرم ماسٹر نورالحق صاحب ملک افغانستان کے شہر غزنی میں ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دوسرے بڑے بھائی مولوی عبدالحق تھے۔ آپ کی والدہ وفات پا گئیں تو آپ کے والد مکرم معظم دین صاحب ان دونوں بیٹوں کو لے کر ۱۹۰۵ء میں چارسدہ میں آ گئے۔ آپ کے والد دیوبند کے فاضل تھے اور علاقہ کے مشہور عالم تھے۔ وہ وہاں ایک مسجد کے پیش امام تھے انہوں نے بڑے بیٹے کو مدرسہ میں داخل کر دیا۔ چھوٹے بیٹے نورالحق صاحب کو انہوں نے سرکاری سکول میں داخل کر دیا۔ جب انہوں نے میٹرک پاس کر لیا تو وہ فوج میں بھرتی ہو گئے اور عراق میں بصرہ کے محاذ پر بھیج دیئے گئے۔

خدا تعالیٰ نے مکرم ماسٹر نورالحق صاحب کے احمدیت قبول کرنے کی عجیب صورت پیدا کر دی۔ ایک دن جب وہ اپنی ڈیوٹی پر ٹینک میں بیٹھے تھے کہ ان کی نظر زمین پر ایک اشتہار پر پڑی۔ انہوں نے اس کو اُٹھا کر پڑھنا شروع کیا تو وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر تھی جس میں اپنے دعویٰ کا ذکر کیا تھا۔ آپ کو جب مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کا علم ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ خود قادیان جا کر اس کے متعلق حالات دریافت کریں گے۔ چنانچہ جب جنگ ختم ہوئی تو آپ بجائے گھر جانے کے پہلے قادیان گئے۔ وہاں مسجد مبارک میں جب انہوں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو دیکھا تو ان کے دل نے گواہی دی کہ یہ انسان سچا ہے۔ پھر مزید معلومات حاصل کرنے کے بعد وہاں ہی بیعت کر لی اور اپنے نام الفضل جاری کروالیا۔ نیز کافی لٹریچر لے کر ساتھ گھر آئے۔ اس کے مطالعہ سے وہ احمدیت کے علم

کلام سے بخوبی واقف ہو گئے۔

چارسدہ میں جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ احمدی ہیں تو انہوں نے مخالفت شروع کر دی۔ رات کے وقت گھر پر پتھر مارتے، راستہ چلتے مذاق اُڑاتے اور تکالیف پہنچاتے۔ آپ ان حالات میں ثابت قدم رہے۔ آپ کے بڑے بھائی مولوی عبدالحق صاحب اس مخالفت کو برداشت نہ کر سکے اور وہ ایک اور قصبہ شیخو میں چلے گئے اور وہاں مسجد کے امام بن گئے۔ وہ خطبہ جماعت کا لٹریچر پڑھ کر دیتے اور لوگ ان کے علمی خطبہ کی بہت تعریف کرتے۔ مکرم ماسٹر صاحب باوجود مخالفت کے ثابت قدم رہے۔ انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ آپ کے نو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ سب نے اچھی تعلیم حاصل کی۔ بڑا بیٹا شبلی تھا جس نے لندن میں میڈیکل ڈاکٹر کی تعلیم حاصل کی اور جب ۱۹۶۴ء میں واپس آیا تو ماسٹر صاحب نے اپنی دلی خوشی کا اظہار پٹھانوں کی روایات کے مطابق پورے قصبہ میں جھنڈیوں کے لگانے اور ڈھول بجا کر کیا۔

۱۹۷۴ء میں جب پورے پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف تحریک سرگرم عمل تھی۔ ان ایام میں صوبہ خیبر پختونخواہ میں جماعت کو شدید نقصان پہنچا۔ چارسدہ میں مکرم ماسٹر صاحب کے مکان کو ۴/ جون کو نذر آتش کر دیا گیا اور آپ کو اپنے خاندان سمیت پشاور منتقل ہونا پڑا۔ لیکن اس برباد مکان کو ماسٹر صاحب کے بچوں کو خدا تعالیٰ نے از سر نو پانچ فٹ اونچی بنیادوں میں سنگ مرمر سے بنانے کی توفیق دی۔ گزشتہ سال جب اس علاقہ میں شدید سیلاب آیا تو تمام علاقہ کے مکان برباد ہو گئے اور مکرم ماسٹر صاحب کا مکان اپنی پوری شان سے قائم تھا اور علاقہ کے لوگوں کو اس مکان میں پناہ لینا پڑی۔ بعد میں جب جماعت کی تنظیم ہیومینیٹی فرسٹ نے خدمت خلق کے لئے وہاں کام شروع کیا تو یہی گھر اس کا مرکز بنا۔ سوچنے والوں کے لئے اس میں کئی نشان موجود ہیں۔

مکرم ماسٹر صاحب ۲۵/ رمضان المبارک ۱۱/ جولائی ۱۹۸۲ء کو انتقال کر گئے۔ آپ نے

جو وصیت تحریر کی اس میں خاص طور پر اپنے بچوں کے لئے لکھا کہ وہ اپنے بعد ان کے لئے احمدیت کا تحفہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ یہ اس زمانہ کی کشتی نوح ہے۔اس میں سوار رہو گے تو بچ جاؤ گے ورنہ ڈوب جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کے تمام بچوں کو دنیوی نعماء سے نوازا اور آج وہ امریکہ اور کینیڈا میں خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے والد کے نیک نمونہ پر چلنے کی توفیق دیتا رہے۔

میجر ڈاکٹر محمد عبدالرحمن صاحب

مکرم ڈاکٹر محمد عبدالرحمن صاحب ۱۹۰۲ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین صحابی حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب کے بیٹے تھے۔ آپ کے والد ان چند اشخاص میں سے تھے جن کو سکھ مذہب سے اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی اور اپنے اخلاص اور محبت سے جماعت میں بڑا نام پیدا کیا۔ ان کا اصل نام جگت سنگھ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیان میں بھائی عبدالرحمن اور بھائی عبدالرحیم دو جلیل القدر بزرگ تھے جن میں سے اول الذکر ہندو مذہب سے اور مؤخر الذکر سکھ مذہب سے اسلام میں داخل ہوئے اور حضور کی برکت سے ولی اللہ کا مرتبہ پا گئے۔

مکرم ڈاکٹر محمد عبدالرحمن صاحب اپنے والد کی واحد نرینہ اولاد تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور ڈاکٹری کی تعلیم امرتسر سے حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۲۳ء میں انڈین آرمی میڈیکل کورس میں ملازمت کر لی اور اپنی سروس کا تقریباً تمام عرصہ صوبہ خیبر پختونخواہ کے قبائلی اور شہری علاقوں میں گزارا اور ریٹائرمنٹ کے بعد پشاور میں پریکٹس شروع کر دی۔ آپ نے ۱۶ر فروری ۱۹۷۴ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور پشاور میں احمدیہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نہایت سادہ اور غریب پرور بزرگ تھے۔ غریبوں اور مستحق افراد کی بلا معاوضہ خدمت کرتے اور اپنے علاقہ میں مقبول تھے۔

آپ کی اولاد میں تین لڑکے کرنل ڈاکٹر صفی الرحمن مرحوم، کرنل ولی الرحمن، کیپٹن ڈاکٹر فضل الرحمن

فیضی، دو لڑکیاں قدسیہ بیگم زوجہ ڈاکٹر منور احمد صاحب اور صبیحہ بیگم صاحبہ زوجہ عبداللہ خان مرحوم ہیں۔
ماشاءاللہ آپ کی سب اولاد کینیڈا، امریکہ اور انگلستان میں آباد ہے اور سب مخلص احمدی ہیں۔

نثار احمد فاروقی صاحب

مرزا نثار احمد فاروقی جماعت پشاور کے معروف اور فعال فرد تھے اور شہر پشاور کی مسجد کی رونق تھے۔ آپ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے والد مرزا رمضان علی صاحب کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔

مکرم مرزا صاحب ۲۱ رمارچ ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک اسلامیہ ہائی سکول پشاور سے پاس کیا۔ آپ نے پہلے صوبہ کے محکمہ تعلیم میں اور بعد میں محکمہ جیل خانہ جات میں ملازمت اختیار کر لی اور ترقی کر کے آپ ایڈمنسٹریٹو افیسر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ آپ نہایت دیانت دار اور باکردار افسر تھے جس کا اعتراف محکمہ نے آپ کی ریٹائرمنٹ کے موقع پر برملا طور پر کیا۔

مکرم مرزا صاحب کی شادی پشاور کے جلیل القدر بزرگ مرزا عبدالمجید صاحب کی دختر نیک اختر محترمہ مجیدہ بیگم صاحب سے ہوئی۔ جس سے آپ کے ہاں پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔ آپ کے ایک بیٹے عزیزم انوار احمد فاروقی لاس اینجلس جماعت کے فعال کارکن ہیں۔ باقی سب اولاد بھی ماشاءاللہ جماعت سے وابستہ ہے۔

مرزا صاحب اگرچہ کم گو تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام خوب وجد اور پُرسوز آواز میں پڑھتے۔ اس بناء پر آپ کو جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور کا فارسی کلام پڑھنے کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔

آپ کی خواہش اور دعا تھی کہ خدا تعالیٰ آپ کو صد سالہ احمدیہ جوبلی دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی اس نیک خواہش کو پورا فرمایا اور جوبلی کے چند ماہ بعد ۴ رستمبر ۱۹۸۹ء میں سول ہسپتال ایبٹ آباد میں وفات پا گئے اور آپ کی تدفین احمدیہ قبرستان پشاور میں ہوئی۔

مولوی مولا بخش صاحب

مولوی مولا بخش صاحب کا تعلق ضلع سرگودھا سے تھا لیکن آپ متواتر کئی سال پشاور جماعت کے فعال ممبر تھے۔ پشاور صدر میں کا ز ریڈیو میں آپ ملازم تھے۔ آپ سے قبل وہاں مکرم فضل الرحمن صاحب بھی کام کرتے رہے۔ بزنس کے ساتھ یہ جماعتی مساعی کا مرکز رہا۔

مولوی مولا بخش صاحب کے والد چوہدری محمد الدین صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدی ہوئے۔ مولوی صاحب کی پیدائش ۱۳/اگست ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ اور آپ نے اپنی تعلیم قادیان میں رہ کر حاصل کی۔ جماعتی کتب پر خوب عبور حاصل تھا اور تبلیغ کا شوق تھا۔

مولوی صاحب طبعاً سادہ اور مرنجان مرنج طبیعت رکھتے تھے۔ جماعتی مساعی اور چندوں میں شوق سے حصہ لیتے۔ مہمان نوازی کا بھی وصف خوب تھا۔

سیدہ صغریٰ فاطمہ صاحبہ

محترمہ سیدہ صغریٰ فاطمہ صاحبہ لجنہ اماء اللہ پشاور کی معروف اور فعال کارکن تھیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے کثیر اولاد سے نوازا تھا اور بفضلہ تعالیٰ آپ نے سب کی نہایت عمدہ تربیت کی اور آپ کے تمام بچے ماشاء اللہ جماعت کے خادم اور مستعد عہدوں پر فائز رہے۔

آپ کی شادی ۱۹۱۴ء میں سید ظہور الحسن صاحب سے ہوئی اور ان کے زیر اثر احمدیت قبول کی۔ وہ چونکہ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں صوبہ کے اہم مقامات مالاکنڈ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان میں رہے، آپ بھی ان کے ساتھ رہیں۔ ان تمام مقامات میں چھوٹی جماعتیں موجود تھیں اور ان سب کا آپس میں نہایت محبت کا برتاؤ تھا۔ آپ بھی ان میں گھل مل کر گویا ایک خاندان کی حیثیت سے زندگی بسر کرتی تھیں۔

محترمہ سیدہ صاحبہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے ایک بیٹے میجر سید سعید احمد صاحب کی شادی خاندان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں حضرت میر محمد اسحق صاحب کی بیٹی محترمہ سیدہ

بشریٰ صاحبہ سے ہوئی۔آپ کی یہ بہو بہت ہی نیک اور پارسا خاتون تھیں اور لجنہ پشاور اور لاہور کی صدر رہیں۔ان کے ایک بیٹے سید حسین احمد صاحب آج کل لاہور میں مربی سلسلہ ہیں۔

آپ کے ایک بیٹے بریگیڈیر ضیاء الحسن صاحب مرحوم جماعت راولپنڈی کے ناظم ضلع انصاراللہ اور سیکرٹری اصلاح وارشاد رہے۔

آپ کی اولاد میں سے سید مسعود الحسن صاحب،سکواڈرن لیڈر سید محمد حسن صاحب اور ایک بیٹی محترمہ نصرت زین صاحبہ امریکہ میں مقیم ہیں۔

صالحہ بیگم صاحبہ

محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ کا کچھ ذکر ان کے خاوند مکرم رستم خان صاحب کی شہادت کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔آپ حضرت مولوی محمد الیاس صاحب کی بیٹی تھیں۔مکرم مولوی صاحب کی بفضل تعالیٰ تمام اولاد ان کی حسنِ تربیت کی وجہ سے جماعت سے اخلاص اور محبت کا تعلق رکھنے والی ہے۔محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ نے زندگی بھر خاص طور پر اپنے خاوند کی شہادت کے بعد جماعت اور خلافت سے گہرا تعلق رکھا بلکہ اپنے تمام بچوں کی بھی ایسے رنگ میں تربیت کی کہ وہ سب ہی جماعت سے منسلک ہیں۔خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے اور پانچ بیٹیوں سے نوازا تھا۔محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ کی پیدائش کوئٹہ میں ہوئی اور ۵ رمارچ ۱۹۸۳ء میں راولپنڈی میں اپنے بیٹے کرنل عبدالحمید خٹک کے ہاں فوت ہوئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ان کی وفات کے بعد ان کی بیٹی محترمہ یاسمین قاضی صاحبہ کو تعزیتی خط تحریر فرمایا۔حضور نے ان کے متعلق لکھا:

> ’’آپ کی والدہ کی وفات کا بڑا افسوس ہوا تھا۔لاریب ایک عظیم خاتون تھیں۔اُن کا آپ سب پر بے حد احسان ہے۔ان کے لئے جتنی بھی دعا کی جائے،کم ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضلوں سے نوازے۔آمین۔آپ کی والدہ مرحومہ کے غیر معمولی اخلاص اور ایثار اور عظیم کردار کے باعث میرے دل میں ان

کے لئے غیر معمولی قرب اوراحترام کا مقام رہا۔وہ صبر ورضا کا مجسمہ اورعزم واستقلال کا پیکر تھیں۔''

مقبول شاہ صاحب

مکرم مقبول شاہ صاحب کی پیدائش ۱۹۱۶ء میں موضع اچینی پایاں میں ہوئی جو کہ پشاور یونیورسٹی کے قریب واقعہ ہے۔آپ نے بی اے ایل ایل بی کرنے کے بعد گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں کام کیا اور آخر میں فرنٹیر کور میں سینئر سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

آپ طبعاً سعید الفطرت تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے احمدیت کی قبولیت کے لئے آپ کے طالب علمی کے زمانہ میں ہی صورت پیدا فرمادی۔آپ صرف تیرہ برس کے تھے کہ ایک دن آپ کے اسلامیات کے ایک استاد نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کا ذکر منفی رنگ میں کیا۔اس سے آپ کو خود صحیح حالات معلوم کرنے کی جستجو پیدا ہوئی۔آپ نے اس استاد سے حضور کی مشہور عالم کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' لے کر پڑھی۔اس سے آپ کو جماعت کی مزید کتب پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔جب آپ پر جماعت کی صداقت واضح ہوگئی تو آپ نے حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔اس کے ساتھ ہی آپ تحریک جدید کے دفتر اول کی پانچ ہزاری فوج کے رکن بن گئے۔

احمدیت کی قبولیت سے مخالفت ایک لازمی امر تھا۔چنانچہ آپ کے رشتہ داروں اور گاؤں کے لوگوں نے شدید مخالفت کی۔مگر بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی بلکہ اپنے اخلاق اورنمونہ سے یہ مخالفین آپ کے مداح بن ہوگئے۔آپ کی دیانت،شرافت اور آپ کی اسلام کی محبت نے سب کو متاثر کیا اور گھر کے اور علاقہ کے سب لوگ دل سے آپ کی عزت کرتے اور آپ سے عزت واحترام سے پیش آتے۔

مکرم مقبول شاہ صاحب داعی الی اللہ تھے۔آپ ہمیشہ لوگوں کو مسیح زمانہ کے آنے اور اس کو

ماننے کے لئے تلقین کرتے۔ آپ کو اپنی ملازمت کے سلسلہ میں صوبہ کے مختلف مقامات پر رہنے کا موقع ملا۔ ان سب جگہ لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچاتے تھے۔

آپ کو دعاؤں کے لئے خوب جوش تھا۔ نمازوں میں اور خاص طور پر تہجد کی نماز میں دعا کرتے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے لئے کوشش کرتے۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو استجابت دعا کی نعمت سے وافر حصہ ملا ہے۔ آپ کے بیٹے مکرم صابر خلیل صاحب اور محمد اقبال صاحب نے متعدد واقعات کا ذکر کیا ہے کہ جن کی قبولیت دعا کے وہ خود شاہد ہیں۔ ایک ایسے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا:

''ہماری دادی جان جن سے ہمارے والد بہت محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ بہت شدید بیمار ہوگئیں۔ حالت اس قدر تشویشناک تھی کہ سب کو یقین تھا کہ وہ موت کے قریب ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۸۵ سال تھی۔ ہمارے والد نے مصلّٰی بچھا کر نماز شروع کر دی اور بڑا لمبا سجدہ کیا۔ نماز سے فارغ ہوکر انہوں نے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے میری والدہ کو مزید چھ سال تک کی زندگی عطا کر دی ہے۔ اس کے بعد ہماری دادی جان کی صحت بہتر ہونا شروع ہوئی اور ٹھیک چھ سال بعد ۹۱ سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔''

ملازمت کے سلسلہ میں بعض لوگ آپ کی دیانت کی وجہ سے مخالفت کرتے رہے اور آپ کے خلاف سازشیں بھی کرتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں ان کو محفوظ رکھا اور ہمیشہ عزت سے نوازا۔

خدا تعالیٰ نے مکرم مقبول شاہ صاحب کو ان کی بیوی محترمہ سلطانہ بیگم سے ۸ بچے عطا کئے۔ پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں۔ الحمدللہ آپ کے سب بچے آپ کی حسن تربیت کی وجہ سے فعال احمدی ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۲ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

میجر جنرل احیاء الدین صاحب

میجر جنرل احیاء الدین صاحب خلف خان بہادر میاں وسیع الدین صاحب سرخ ڈھیری ضلع مردان میں ۱۹۲۴ء میں بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔

قانتہ بیگم صاحبہ

محترمہ قانتہ بیگم صاحبہ آپ (میجر جنرل) احیاء الدین صاحب کی ہمشیرہ تھیں۔ نہایت مخلص۔ آپ نے ایک لمبا عرصہ بطور صدر لجنہ اماء اللہ پشاور خدمت کی توفیق پائی۔

میاں محمد یوسف صراف صاحب

میاں محمد یوسف صراف پسر میاں غلام سرور صاحب ککے زئی افغان ساکن محلہ کوٹ فیلبانان شہر پشاور۔ اگرچہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ لیکن تبلیغ کا شوق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات، نظم ونثر خوب یاد تھیں اور غیر مبائعین کا مؤثر توڑ تھے۔ نہایت فدائی احمدی تھے۔ قصہ خوانی بازار میں کاروبار کرتے تھے۔ اوراوڑھنا بچھونا تبلیغ تھا۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بیعت کی تھی۔ (بیعت ۱۹۲۹ء)

محمد عیسیٰ جان خان صاحب

مکرم محمد عیسیٰ جان خان صاحب کا تعلق صوبہ خیبر پختونخواہ سے تھا۔ وہاں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوگئے۔ آپ کالج میں مقبول طالبعلم اور لیڈر بن گئے۔ لیکن آپ کی جوانی کا یہ دور مذہب اور اخلاق سے دوری کا زمانہ تھا۔ کچھ بری صحبت اور کچھ بدلتے حالات کی بنا پر آپ کو اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر ملازمت کرنا پڑی اور آپ بہاولپور کے ریگستان میں چلے گئے۔ یہاں آپ کو ۱۹۴۱ء میں احمدیت کی دولت نصیب ہوئی جس نے ان کی کایا پلٹ دی۔ آپ نے خود اس انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

’’احمدیت سے مجھے وہ ملا جو دنیا کی تمام بادشاہتیں مل کر بھی نہیں دے

سکتیں۔ میں بہت ہی نالائق تھا۔ دینی و دنیاوی علوم سے کورا تھا۔ اعمال پر شیطنت کا گہرا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ غرض میری علمی و عملی حالت بہت ابتر تھی۔ احمدیت نے مجھے صیقل کیا، حیوان سے انسان بنایا، علومِ دینیہ سے میرے کند ذہن کو اُجاگر کیا اور مذہبی دلائل و براھین کی دولت سے اس قدر متمول بنایا کہ اب بڑے سے بڑا مخالف کیوں نہ ہو اس کا دلائل سے مقابلہ کرنے کے لئے کبھی دل میں تردّد پیدا نہیں ہوا۔''[1]

مکرم خان صاحب اپنی زندگی کا کافی عرصہ کوئٹہ میں رہے اور زندگی کے آخری چند سال کینیڈا میں گزارے جہاں ان کے بیٹے مکرم دانیال خان صاحب نے ان کی خوب خدمت کی۔ لیکن جہاں بھی رہے دعوت الی اللہ میں مصروف رہتے انہوں نے اپنے ذاتی مطالعہ سے اتنی استطاعت پیدا کر لی تھی۔ ہر مذہب و ملت اور خاص طور پر عیسائیوں سے نہایت مدلّل گفتگو فرماتے۔

خلافت سے والہانہ عقیدت تھی اور خلفاء سلسلہ بھی ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ بلا مبالغہ قبولِ احمدیت کے بعد نصف صدی سے زائد عرصہ تک آپ کی زندگی علمی، تربیتی اور دعوتِ الی اللہ کے کاموں میں گزری۔ آپ نہایت مخلص، مہمان نواز، خلیق اور ملنسار انسان تھے۔ آپ کے چہرہ کی شگفتگی ہر ملنے والے کو خوشی بخشتی۔ اس طرح آپ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل پیرا تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنْ تَلْقِ اَخِيْكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ

''کہ تو اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی یعنی پوری بشاشت سے ملاقات کر''

جماعت سے عملی محبت کے طور پر آپ ہر قربانی میں دل کھول کر حصہ لیتے۔ آپ موصی

---

[1] ماہنامہ الفرقان ربوہ اپریل ۱۹۷۳ء

تھے۔ آخری سالوں میں آپ 1/4 کی شرح سے چندہ وصیت دیتے رہے۔

آپ کی وفات ۱۰ر نومبر ۲۰۰۷ء کو کینیڈا میں ہوئی۔

آپ کے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ سب اپنے والد کے نیک نمونہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے کوشاں ہیں۔

حاجی بختیار احمد صاحب

الحاج بختیار احمد صاحب مالاکنڈ کے بنجر اور سنگلاخ علاقہ سے وہ واحد شخص تھے کہ جن کو غالباً ۱۹۵۴ء میں قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ آپ پیدائشی طور پر سلیم الطبع اور فطرت صحیحہ کے مالک تھے اور احمدیت نے ان کے روحانی حسن میں مزید نکھار پیدا کر دیا تھا۔ آپ بہت متقی اور مالی قربانی کرنے والے بزرگ تھے۔ طبیعت کے لحاظ سے بہت سادہ اور پشاور کے کچی مالا کے علاقہ میں ایک حجرہ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ دنیوی مشاغل سے بیگانہ اور صرف روحانی میدان کے شہسوار تھے۔

پشاور میں آپ جی ٹی ایس میں کیشئر تھے اور اپنی محنت اور دیانت داری کی بناء پر ترقی کرتے ہوئے ایک بینک کے مینیجر بن گئے۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی ملنے والا بینک آتا اور بینک کے کام کے علاوہ گپ شپ کرنے کی کوشش کرتا تو آپ اس کے آگے ایک چٹ رکھ دیتے ''یہ وقت بینک کے کاموں کے لئے ہے۔'' کیسے نگینہ لوگ تھے ورنہ دفتروں میں جو کچھ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ وہاں دفتر کے کام کے علاوہ باقی سب کچھ ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت بخشی۔ خاکسار کو بخوبی نظارہ یاد ہے کہ غالباً ۱۹۶۳ء میں ہم نے ان کو اپنی دعاؤں سے بذریعہ ریل کراچی کے لئے رخصت کیا تھا۔ ان کے حج کے متعلق مکرم طاہر محمود خان صاحب نے یہ عجیب واقعہ بیان کیا ہے کہ مکہ میں ایک انڈونیشن عورت ان کو اپنے ملکی حجاج کے پاس لے گئی۔ مکرم حاجی صاحب حیران تھے کہ یہ ان کو کہاں لے

جا رہی ہے۔ وہاں پہنچ کر اس عورت نے کہا:

''مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا کہ امسال صرف دو لوگوں کا حج قبول ہوا ہے۔ اس کے بعد الحاج بختیار کی طرف اشارہ کر کے، ان میں سے ایک یہ شخص ہے کہ جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے اس کو بتایا کہ اس کا حج قبول ہوا ہے۔''

الحاج اپنے عملی نمونہ سے احمدیت کی زندہ تصویر تھے۔ آپ کو دعوت الی اللہ کا بھی شوق تھا۔ آپ کئی لوگوں کی ہدایت کا باعث بنے۔ ان میں سے ایک معروف شخصیت وارث خان کی تھی جو پشتو فلموں کے مشہور کردار اور فنکار تھے اور الحاج کے ذریعہ انہوں نے احمدیت قبول کر کے ان سب لغویات سے توبہ کر لی تھی۔ اسی طرح آپ کی والدہ صاحب اور ہمشیرہ صاحبہ نے بھی آپ کے حسن اخلاق اور دین کے لئے فدائیت کو دیکھتے ہوئے بیعت کر لی۔ آپ کے متعلق یہی دعا ہے: ؎ خدا مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

خان میر خان صاحب

صوبہ خیبر پختونخواہ کے متعدد افراد کو یہ سعادت نصیب ہوتی رہی ہے کہ وہ خلفاء سلسلہ کی حفاظت پر مامور رہے۔ اس سلسلے میں اولین خدمتگاروں میں خان میر خانصاحب کا نام سرفہرست ہے۔

خان میر خانصاحب کا اصل تعلق افغانستان کے علاقہ خوست سے تھا۔ وہاں سے اپنے اوائلِ جوانی میں ہجرت کر کے پشاور میں آ گئے۔ یہاں کچھ عرصہ کاروبار کرتے رہے۔ اسکے بعد آپ قادیان چلے گئے۔ آپ ماشاء اللہ دراز قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ آپ نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں بطور باڈی گارڈ اپنی خدمات پیش کر دیں جسے حضور نے ازراہِ شفقت قبول فرما لیا۔ متواتر کئی سال تک آپ نے یہ فریضہ بڑی تندہی اور خدمت کے جذبے سے سرانجام دیا جس کا ذکر حضور نے اپنے ایک خطبہ میں نہایت شاندار الفاظ میں فرمایا۔ ملکی تقسیم کے بعد آپ پشاور آئے اور ربوہ کی تعمیر کے بعد ربوہ میں رہائش اختیار کر لی اور ایک ٹی سٹال کا کاروبار شروع کر دیا۔

مکرم خانصاحب نے اپنے ایک بیٹے مولوی رحمت اللہ خانصاحب کو وقف کیا اور وہ بطور مربی پشاور اور دیگر مقامات پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

کرنل محمد انور جان صاحب آف ہوتی مردان

آپ قاضی محمد عمر کے فرزند تھے۔ قاضی محمد عمر صاحب نہایت مخلص، غیرت مند اور فدائی احمدی تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے محمد انور جان کو تعلیم کیلئے قادیان بھجوایا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے فوج میں کمیشن لے لیا، اور کرنل کے عہدہ تک ترقی کر لی۔ آپ مشرقی پاکستان میں جنرل اعظم خان کے ملٹری سیکرٹری رہے، اور ۱۹۵۳ کے اینٹی احمدیہ فسادات میں آپ کو جماعت احمدیہ لاہور اور سیالکوٹ کی حفاظت کی نمایاں توفیق ملی۔ حضرت خلیفہ ثالث کے کلاس فیلو ہونے کے علاوہ ان کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ مرض الموت میں جب آپ سی ایم ایچ راولپنڈی میں زیر اعلاج تھے تو حضرت خلیفہ ثالث آپ کی عیادت کیلئے ہسپتال تشریف لے گئے تھے۔

میجر محمد اکبر خان صاحب آف ہوتی

آپ جناب قاضی محمد عمر صاحب آف ہوتی کے فرزند تھے۔ فوج سے ریٹائرمنٹ لے کر مردان میں مستقلاً رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ جماعت احمدیہ مردان کے نہایت فعال ممبر تھے۔ ۱۹۷۴ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کی تھیں۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خاص حلقہ احباب میں شمار ہوتے تھے اور سالانہ جلسوں پر ربوہ میں آپ کا قیام حضور کے گھر پر ہوتا تھا۔

عبدالحی خان صاحب

آپ حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کرنے کے بعد کچھ عرصہ بلوچستان میں ملازمت کرتے رہے۔ آپ حضرت خلیفہ ثالث کے کالج کے زمانہ کے قریبی دوست تھے، اور حضور آپ کو اپنا بھائی کہا کرتے تھے۔ یہ فٹ بالر تھے اور حضور بھی فٹ بالر تھے۔ اس لحاظ سے بھی یہ ایکدوسرے کے بہت قریب تھے۔

بلوچستان کی ملازمت کو آپ نے ۱۹۳۵ کے زلزلہ کے بعد چھوڑ کر صوبہ سرحد کے محکمہ تعلیم میں ملازمت حاصل کر لی۔ اور ترقی کرتے کرتے ہیڈ ماسٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

افسوس آپ عنفوانِ شباب میں انتقال کر گئے اور محب بانڈہ گاؤں میں دفن ہوئے۔

عبدالرحمٰن خان نیازی صاحب

آپ حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کے صاحبزادے تھے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے برادرِ نسبتی تھے۔ دراز قد، خوبصورت چہرہ اور مردانہ حسن کے کامل نمونہ تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد آپ ربوہ تشریف لائے اور اپنی ہمشیرہ یعنی بیگم صاحبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاں رہنے لگے۔ دونوں بہن بھائیوں میں بے حد پیار تھا۔

آپ کو تبلیغ کا جنون تھا۔ اکثر شام ربوہ ریلوے سٹیشن پر تشریف لے جا کر پٹھان مسافروں کو تبلیغ کیا کرتے تھے۔

ونگ کمانڈر رشید احمد ملک صاحب

آپ مکرم ملک سعید احمد صاحب کے بڑے بیٹے اور محترم شیخ (المعروف حاجی) نصیر الحق خان صاحب (رفیق حضرت مسیح موعود) کے داماد تھے۔ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں کئی سال تک پاکستان ائیر فورس پشاور میں کام کرتے رہے اور یہاں ہی سال 1985ء میں اچانک بعارضہ دِل نوجوانی کے عالم میں وفات پا گئے۔ آپ نہایت ہی مخلص اور فعال احمدی تھے۔ آپ کی یادگار بیوہ نگہت رشید صاحبہ، ایک بیٹا محمد رشید ارشد اور تین بیٹیاں صادقہ رشید، مصباح رشید امجد اور صباحت رشید مومن ہیں۔ یہ سب امریکہ میں مقیم ہیں اور جماعت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ الحمد للہ۔

محمد سعید خان صاحب واہلیہ کنیز اختر صاحبہ

مکرم محمد سعید خان صاحب ابن محترم ڈاکٹر فیض قادر صاحب اور محترمہ کنیز اختر صاحبہ بنت محترم شیخ فضل الرحمن صاحب۔ سعید خان صاحب PAF میں ملازمت کے سلسلہ میں پشاور اور کوہاٹ میں مقیم رہے۔ دونوں بہت مہمان نواز اور خدمت سلسلہ میں بڑی خوشی محسوس کرتے تھے۔ دونوں کے والدین رفقاء حضرت مسیح موعود میں شامل تھے۔ سعید صاحب ریٹائرمنٹ کے بعد ربوہ میں رہائش پذیر رہے۔ بچے ربوہ اور یورپ میں آباد ہیں اور ماشاء اللہ سلسلہ سے اخلاص کا تعلق رکھتے ہیں۔

چند مرحومین کا ذکر خیر

آئندہ صفحات میں چند وفات شدہ افراد کا ذکر ہے جو اپنے وقت میں خدمت دین میں بھی حصہ لیتے رہے۔ کچھ ایسے ہیں جو مستقلاً اس صوبہ کی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے اور ایسے بھی ہیں جو اپنی ملازمت، کاروبار یا دیگر کسی حیثیت سے اس جماعت میں وارد ہوئے تاہم ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے جن کے حالات معلوم ہو سکے ہیں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اکبر شاہ صاحب اچینی پایاں

آپ کا حجرہ جماعتی مہمانوں کی قیام گاہ تھی۔ بہت محبت اور خلوص سے پیش آتے۔ بہت مہمان نواز تھے۔ آپ کے بیٹے مکرم مشتاق احمد صاحب بھی اپنے والد بزرگ کے نقش قدم پر ہیں۔

امیر شاہ خان صاحب

مکرم امیر شاہ خان صاحب (پنشنر) سابق باڈی گارڈ حضرت امام ثانی وثالث۔ آپ مکرم محمد عظیم خان صاحب کلابٹ جماعت ٹوپی کے بیٹے اور مکرم محمد الطاف خان صاحب پشاور کے داماد تھے۔[1]

امۃ الکریم طلعت صاحبہ (ڈاکٹر)

پروفیسر ڈاکٹر امۃ الکریم طلعت صاحبہ بنت مکرم ڈاکٹر غلام علی صاحب و اہلیہ مکرم ڈاکٹر طلعت علی شیخ صاحب۔ آپ فیڈرل گورنمنٹ کالج پشاور چھاؤنی میں ۲۰ برس بطور پرنسپل رہیں۔ (تاریخ وفات ۳؍جنوری ۲۰۰۳ء)

امۃ الحئی بشریٰ صاحبہ زوجہ ونگ کمانڈر عبدالرشید صاحب

مکرمہ امۃ الحئی بشریٰ صاحبہ بنت حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب و اہلیہ مکرم ونگ کمانڈر عبدالرشید احمد صاحب۔ آپ ایک لمبے عرصہ پشاور میں قیام پذیر رہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی فعال ممبر رہیں۔ (تاریخ وفات ۷؍جون ۲۰۰۳ء)

---

[1] تاریخ وفات ۷؍اگست ۲۰۰۵ء

احمد حسین بخاری صاحب

سید احمد حسین بخاری ۱۶؍اکتوبر ۱۹۲۸ کو حیدرآباد دکن انڈیا میں سید شاہ حسین بخاری کے ہاں پیدا ہوئے قادیان سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا قیام پاکستان کے بعد لاہور میں جماعت کے نامور صحافی ثاقب زیروی صاحب کے زیر سایہ رہے اور انکی ہی ترغیب پر صحافت سے وابستہ ہو گئے اور ۱۹۵۶ء میں پشاور منتقل ہو گئے کئی مقامی اخبارات میں کام کیا جن میں بانگ حرم، انجام روزنامہ مشرق شامل ہیں ۱۹۸۸ء میں اپنا اخبار خیبر ڈیلی کے نام سے شروع کیا جس کو اپنی وفات تک چلاتے رہے آپ نے جماعت احمدیہ پشاور میں سیکرٹری اشاعت اور جنرل سیکرٹری کے طور پر لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کی شادی جماعت احمدیہ پشاور کی بزرگ شخصیت مولوی عبدالکریم صاحب کی صاحبزادی امتہ العزیز بیگم سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں سے نوازا جنکے نام سید ارشد حسین بخاری، سید نیئر حسین بخاری اور سید امجد حسین بخاری ہیں تینوں بیٹے پشاور میں مقیم ہیں اور مختلف سطح پر جماعتی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں سید احمد حسین بخاری ۱۰ جولائی ۲۰۰۰ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور احمدیہ قبرستان پشاور میں آسودہ خاک ہیں۔

آفتاب احمد وزیری صاحب

آفتاب احمد صاحب وزیری ولد حکیم عبدالرحیم صاحب۔ آپ کے والد محترم جماعت کوہاٹ کے ایک عرصہ صدر رہے۔ ان کا تعلق خانی خیل وزیرستان قبیلہ سے تھا۔ سال ۱۹۲۰ء میں بیعت کی۔ مکرم آفتاب صاحب مولوی عبدالکریم صاحب کے داماد تھے۔ تاریخ پیدائش ۱۹۳۸ء اور تاریخ وفات ۱۵؍ستمبر ۲۰۰۸ء۔ آپ کے دو بیٹے مدثر احمد صاحب اور مبشر احمد صاحب لاس اینجلس (امریکہ) میں ہیں۔ مرحوم بڑے پر جوش داعی الی اللہ تھے۔

بشریٰ اعجاز صاحبہ

مکرمہ بشریٰ اعجاز صاحبہ بنت مکرم ڈاکٹر غلام اللہ صاحب واہلیہ مکرم ڈاکٹر اعجاز احمد قمر صاحب۔ آپ اپنے والد صاحب کے ساتھ پشاور میں رہیں اور لجنہ کی مساعی میں حصہ لیتی رہیں۔ (تاریخ وفات ۲۴ر ستمبر ۲۰۰۳ء)

بشیر احمد خان صاحب ایڈووکیٹ

آپ اچینی پایاں کے رہنے والے تھے۔ عرصہ ۲ سال سے زائد ہو گیا ہے لا پتہ ہیں۔ ان کی گاؤں میں عرصہ سے مخالفت جاری تھی۔ ان کے ایک بیٹے مکرم مولوی حمید اللہ صاحب مربی سلسلہ کے داماد ہیں اور بطور ڈاکٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ میں خدمات بجالا رہے ہیں۔

بشیر الدین احمد سامی صاحب

آپ ۳۱ر جولائی ۲۰۰۱ء کو ۶۸ سال کی عمر میں لندن میں وفات پا گئے۔ مرحوم نے پشاور میں خدام الاحمدیہ میں خدمت کی توفیق پائی تھی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ۲ر اگست ۲۰۰۱ء کو آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور لندن میں تدفین عمل میں آئی۔

چراغ دین صاحب

مکرم چراغ دین صاحب ابن مکرم علی بخش صاحب۔ پیدائشی احمدی تھے۔ قادیان میں بہشتی (سقہ) کا کام کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد پشاور شہر میں آباد ہوئے اور یہاں بھی یہی خدمت بجالاتے تھے۔ اولاد پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں۔ آپ کے ایک بیٹے راہ مولا میں اسیر بھی ہوئے۔ ابتدائی کورٹ نے دس سال قید اور دس ہزار جرمانہ کی سزا دی۔ تاہم ہائی کورٹ سے رہائی ملی۔ تقریباً دو ماہ قید میں رہے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم نصیر احمد صاحب حلقہ سیٹھی پشاور شہر کے صدر ہیں جبکہ ان کی بیگم صاحبہ صدر لجنہ ہیں۔ آپ کے تمام افراد خاندان ماشاء اللہ مخلص احمدی ہیں۔

چوہدری بشارت احمد صاحب

مکرم چوہدری بشارت احمد صاحب ابن حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب رفیق حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ۔سرکاری ملازمت کے دوران کوہاٹ میں صدررہے۔آپ محترم چوہدری شبیراحمد صاحب وکیل المال اول تحریک جدید کے چھوٹے بھائی تھے۔(تاریخ وفات ۲۳رجون ۲۰۱۰ء)

چوہدری عبدالغفور صاحب

مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب ابن چوہدری بدرالدین صاحب۔۱۹۵۹ء میں ایر ہیڈ کوارٹر پشاور میں کراچی سے تبدیل ہوکر آئے۔۱۹۷۶ء میں ایرفورس سے ریٹائرمنٹ ملنے کے بعد ربوہ منتقل ہوئے۔آپ حلقہ شمالی پشاور کے کئی سال تک صدر رہے۔(تاریخ وفات ۲۱رفروری ۲۰۰۴ء)

چوہدری فضل الرحمن صاحب

آپ پشاور صدر میں کئی سال مقیم رہے۔پھر ربوہ چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔متعدد جماعتی خدمات کی توفیق پائی۔آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے ھبۃ الرحمن صاحب ان دنوں کینیڈا میں ہیں۔

چوہدری ناصر احمد صاحب

آپ جماعتی اور ذیلی تنظیموں میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔بہت مخلص اور فعال کارکن تھے۔بالخصوص شعبہ مال میں بڑی تندہی سے چندوں کی وصولی کی ذمہ داری نباہتے رہے۔آپ کی اولاد اور بیگم صاحبہ محترمہ بھی بہت اخلاص اور محنت سے جماعتی خدمات بجالا رہے ہیں۔محترم چوہدری صاحب کی وفات اچانک دل کا دورہ پڑنے سے ہوئی۔

چوہدری مشتاق احمد صاحب

آپ PCSIR پشاور میں بطور اکاؤنٹ آفیسر ملازم تھے۔انہوں نے لمبا عرصہ جماعت میں بطور سیکرٹری مال خدمات بجالائیں۔ان کی وفات اپنے گھر کی چھت گرنے سے واقع ہوئی۔آپ کا تعلق پنجاب ضلع گجرات سے تھا۔

حبیب احمد صاحب

مکرم حبیب احمد خان ولد مکرم محمد خان صاحب۔سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ہمہ وقت جماعتی خدمات میں مصروف رہے۔قابل تقلید داعی الی اللہ،شاعر اور پرخلوص احمدی۔آپ کی اولاد دو بیگمات سے ۱۲ بچے تھے۔آپ کے سب سے بڑے بیٹے اقبال احمد خان اوٹاوا (کینیڈا) جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔دوسری سب اولاد بھی مخلص احمدی ہے۔آپ موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔(وفات ۱۹۷۹ء)

حبیب الرحمن صاحب ڈپٹی جیلر

آپ جماعت اور مجلس خدام الاحمدیہ پشاور کے نہایت ہی فعال رکن تھے۔نہایت مخلص اور انکسار کا مرقع تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے محکمہ میں بہت عزت دی تھی۔ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کی دل کھول کر امداد کرتے تھے۔ملازمت کے دوران جوانی میں ہی وفات پا گئے۔

حکیم فضل محمد صاحب

حکیم فضل محمد صاحب ابن عبداللہ صاحب۔موضع پبی۔یہاں سال ۱۹۴۳ء سے حکمت کا کام کرتے تھے۔دکان کا نام دار الفضل ہے۔جواب آپ کے ایک بیٹے بشیر احمد صاحب چلاتے ہیں۔نہایت مخلص اور ہمہ وقت دعوت الی اللہ میں مصروف رہنے والے تھے۔۱۹۷۴ء میں مخالفین کا خاص نشانہ رہے۔محترم وارث خان صاحب سے قبل وہ جماعت پبی کے صدر تھے۔آپ کے ایک بیٹے مکرم سعید احمد سہیل صاحب مربی سلسلہ ہیں اور ان دنوں میں

پشاور میں فرائض ادا کر رہے ہیں۔

حمیرا وحید صاحبہ (ڈاکٹر)

مکرمہ ڈاکٹر حمیرا وحید صاحبہ بنت مکرم شمس الدین اسلم صاحب آف پشاور و اہلیہ مکرم عبدالوحید ملک صاحب۔ بعمر ۳۷ سال چند دن کی مختصر علالت کے بعد عارضہ قلب میں مبتلا ہو کر وفات پا گئیں۔ مرحومہ بے شمار خصوصیات کا مجموعہ تھیں جس میں فرمانبرداری اور خدمت گزاری سب سے نمایاں وصف تھے۔ بچپن سے پنجوقتہ نمازی اور سلیقہ شعار واقع ہوئی تھیں۔ تہجد گزار اور باپردہ خاتون تھیں۔ پہلی جماعت سے میٹرک تک ہر کلاس میں ہمیشہ اول آتی رہیں اور پھر ایف ایس سی پی اے ایف ڈگری کالج پشاور سے اعلیٰ نمبروں سے پاس کر کے خیبر میڈیکل کالج سے بحیثیت ذہین طالبعلم کے مکمل کی اور ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔ جماعتِ احمدیہ سے گہرے تعلق اور اطاعتِ خلافت کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ یہ ایک محنتی، صابر و شاکر، ہمدرد، سب کی غمگسار، خوش اخلاق خاتون تھیں۔ شوہر کی خدمت گزار ایک اچھی اور بہترین ماں، اولاد کی تعلیم و تربیت کے متعلق بہت حساس واقع ہوئی تھیں۔ انکے بچوں میں دو بیٹے عزیزم اسامہ اور عزیزم سرمد اور ایک بیٹی عزیزہ ماہدہ ہے۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ تدفین ہوئیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے ان کا نمازِ جنازہ غائب جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۵ء کے موقع پر پڑھایا۔ (تاریخ وفات ۲۰ رجولائی ۲۰۰۵ء)

مرحومہ نیک اور سلسلہ کا درد رکھنے والی مخلص خاتون تھیں۔ کچھ عرصہ حلقہ چپ بورڈ جہلم کی لجنہ کی صدر بھی رہیں۔

خان محمد نجیم خان صاحب

آپ بڑے فدائی احمدی تھے۔ دعوت الی اللہ میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ آپ کی اولاد ماشاء اللہ سب مخلص ہے۔

خانزادہ محمود احمد صاحب آف اسماعیلہ

بہت مخلص احمدی تھے۔ آپ کی شادی حضرت مولوی محمد الیاس صاحب کی بیٹی محترمہ حاجرہ بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ آپ کی اولاد منیر احمد خان صاحب حیات آباد (پشاور) اور بیٹی محترمہ طاہرہ صاحبہ زوجہ خان محمد نجیم مرحوم ہیں۔

سردار اسد زمان خان صاحب

مکرم سردار اسد زمان خان صاحب ابن مکرم سردار جی صاحب (سردار گل زمان خاں صاحب) آف ایبٹ آباد۔ احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ (تاریخ وفات ۲۱ر فروری ۲۰۰۴ء)

سعیدہ اختر صاحبہ

مکرمہ سعیدا ختر صاحبہ بنت مکرم عبدالمجید خان صاحب پشاور اوراہلیہ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم۔ آپ حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب سابق امام بیت الفضل لندن کی بہو اور محترم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد سابق صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بھاوجہ تھیں۔ (تاریخ وفات ۹ر دسمبر ۲۰۱۰ء)

سعیدہ اللہ بخش صاحبہ

مکرمہ سعیدہ اللہ بخش صاحبہ بنت حضرت شیخ اللہ بخش صاحب بنوں واہلیہ مکرم میر محمد رشید صاحب مرحوم۔ (تاریخ وفات ۲۰۰۴ء)

سعیدہ رانا صاحبہ

مکرمہ سعیدہ رانا صاحبہ اہلیہ مکرم مبشر احمد صاحب بنگش مرحوم کوہاٹ و بنت مکرم قریشی محمود احمد صاحب مرحوم ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان۔ آپ فوجی فاؤنڈیشن ماڈل سکول پشاور چھاؤنی میں پرنسپل رہیں۔ (تاریخ وفات ۱۶ر ستمبر ۲۰۰۲ء)

سلطان شیر صاحب

آپ فرنٹیر کانسٹیبلری میں ملازم تھے۔نہایت مخلص تھے۔پشاور سے ربوہ منتقل ہو گئے۔ آپ کے بیٹے مکرم ارشاد احمد خان صاحب مربی سلسلہ ایم ٹی اے پاکستان میں خدمات بجالا رہے ہیں۔

سلیم احمد خانزادہ صاحب

آپ محترم ملک عبدالقیوم صاحب شیخ محمدی کے بڑے بیٹے تھے۔نہایت اخلاص سے جماعتی خدمات بالخصوص دعوت الی اللہ میں بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیتے تھے۔احمدیت کے لئے بڑی غیرت رکھتے تھے۔ان کے بیٹوں میں سے ڈاکٹر نعیم احمد صاحب جماعتی خدمات میں حصہ لیتے ہیں۔

سمیع اللہ ریاض صاحب (ڈاکٹر)

مکرم ڈاکٹر سمیع اللہ ریاض صاحب ابن میاں سراج الدین صاحب (سابق منادی مینارہ بیت اقصیٰ قادیان) پروفیسر ناصر احمد صاحب، مرحوم کے بھائی تھے۔(تاریخ وفات ۱۲ر نومبر ۲۰۰۶ء)

سید جلال صاحب

مکرم سید جلال صاحب ابن مکرم سید کمال صاحب آف شیخ محمدی۔آپ نے خلافت ثانیہ میں سال ۱۹۲۸ء سے قبل سلسلہ عالیہ میں شمولیت اختیار کی۔آپ کے سات بیٹے جلاد خان، مراد خان، محبوب خان، میر احمد، فتح خان، ہاشم علی اور احمد علی ہیں۔جن میں سے اول الذکر چار بیٹے بفضل خدا احمدی ہیں۔محبوب خان کو اللہ تعالیٰ نے چار بچوں (دو بیٹوں اور دو بیٹیوں) سے نوازا ہے۔آپ کے ایک پوتے مکرم منور احمد صاحب ابن مکرم محبوب خان صاحب بڑے مستعد خادم ہیں۔(تاریخ وفات غالباً ۱۹۷۴ء)

سید مسعود احمد شاہ صاحب

مکرم سید مسعود احمد شاہ صاحب مرحوم حیات آباد (پشاور) زعیم اعلیٰ اور جماعت احمدیہ صوبہ سرحد کے پریس سیکرٹری رہے۔ پس ماندگان میں والد مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب، بیوہ اور ایک بیٹی چھوڑے ہیں۔ (تاریخ وفات ۹/دسمبر ۲۰۰۶ء)

سید مہربان شاہ صاحب

آپ ایر ہیڈ کوارٹرز میں ملازم تھے۔ نہایت دھیمی طبیعت، خدمت گزار تھے۔ ملازمت سے ریٹائر ہو کر ربوہ میں رہائش پذیر ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کا تعلق افغانستان سے تھا۔ آپ مدرسہ احمدیہ قادیان میں بطور کلرک کام کرتے رہے۔

سیف الرحمن کوہاٹی صاحب

آپ نے بطور سیکرٹری ضیافت جماعت پشاور ایک عرصہ خدمت کی۔ نہایت اخلاص اور محبت سے ہر خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ آپ کے ایک بیٹے بھی پشاور میں جماعتی خدمات بجالا رہے ہیں۔

شیخ عبدالکریم صاحب

مکرم شیخ عبدالکریم صاحب ابن حضرت شیخ عبدالحق صاحب۔ پشاور میں بطور صوبیدار آرمی ایجوکیشن برانچ میں سروس کی۔ صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند۔ سلسلہ کے فدائی اور خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے تھے۔ کینیڈا میں وفات پائی۔ (تاریخ وفات ۱۱/اپریل ۲۰۱۰ء)

شیخ عبدالحئی صاحب

آپ پاکستان ایرفورس میں ڈائریکٹر ٹیکنیکل سروسز تھے اور حکومت پاکستان کی طرف سے تمغۂ قائداعظم درجہ اول کا اعزاز حاصل تھا۔ نہایت مخلص، سلسلہ کے فدائی اور خلافت سے وفا کا تعلق تھا۔

شیخ عبدالعزیز سیٹھی صاحب

آپ جماعت پشاور کے ایک سرگرم ممبر رہے۔ دنیاوی معاملات اور اپنے کاروبار کے لحاظ سے ایک کامیاب تاجر تھے اور جماعتی چندوں میں دل کھول کر حصہ لیتے تھے۔

شیخ مبارک احمد صاحب

مکرم شیخ مبارک احمد صاحب ابن مکرم شیخ عبدالحکیم صاحب۔ آپ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب گوہر کے نواسے تھے۔ آپ کے بزرگ والد شیخ صاحب موصوف صاحب ابتدائی احمدی سویلین آفیسرز میں سے تھے جنہوں نے اپنے نیک نمونہ سے ہر ایک کو متاثر کیا ہوا تھا۔ پشاور ایر ہیڈ کوارٹر میں ۴۸-۱۹۴۷ء میں رہے۔

شیخ مشتاق احمد مردان صاحب

بہت پرجوش داعی الی اللہ تھے۔ آپ سات بھائی تھے۔ جن میں سے دو بھائی شیخ محمود احمد صاحب اور شیخ جاوید احمد صاحب راہ مولا میں قربان ہوئے۔ آپ کا نوجوان بیٹا عامر رضا بھی شہادت کا مرتبہ حاصل کر چکے ہیں۔ تین بھائی شیخ مسعود احمد صاحب شیخ ناصر احمد صاحب اور شیخ مظفر احمد صاحب بھی وفات پا چکے ہیں۔ آپ کے بھائی شیخ شبیر احمد صاحب حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

آپ کے دادا حضرت شیخ نیاز دین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر سال ۱۹۰۷ء میں بیعت کی تھی اور رفیق ہونے کا شرف پایا۔

مرحوم شیخ صاحب اور ان کا سارا خاندان تجارت پیشہ ہے۔ احمدی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سے سختیوں اور مشکلات کا نہایت بہادری اور دلیری سے مقابلہ کرتا آ رہا ہے۔

شیخ محمود احمد صاحب درویش قادیان

شیخ محمود احمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود حضرت شیخ اللہ بخش کے ہاں یکم اپریل

۱۹۲۴ کو قادیان دارالامان میں پیدا ہوئے، قیام پاکستان کے بعد قادیان سے ہجرت کے موقع پر درویش بننے کی سعادت حاصل ہوئی ۱۹۵۵ میں پاکستان واپسی پر پشاور میں رہائش اختیار کی آپ کی شادی مولوی عبدالکریم صاحب کی بڑی صاحبزادی امتہ الحمید بیگم سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا بڑے بیٹے ڈاکٹر ودود احمد کینیڈا میں جبکہ چھوٹے بیٹے مقصود احمد پشاور مقیم ہیں۔آپ کی وفات ۱۲۲پریل ۲۰۰۴ میں ہوئی اور احمدیہ قبرستان پشاور میں مدفون ہیں۔

صاحبزادہ راشد رشید راشدی صاحب

صاحبزادہ راشد رشید راشدی ابن صاحبزادہ سید محمد طیب لطیف صاحب (آف سرائے نورنگ) اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید افغانستان کے پوتے حال ہی میں ((۲۰۱۱ لاس اینجلس (کیلیفورنیا) میں بعمر ۷۵ سال وفات پا گئے ہیں۔بہت فدائی احمدی تھے۔آپ کی اولاد امریکہ میں آباد ہے۔

صاحبزادہ سید عبدالسلام صاحب مرحوم سرائے نورنگ (بنوں)

حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کا خاندان افغانستان سے ہجرت کر کے ۲رفروری ۱۹۲۶ء کو علاقہ بنوں سرائے نورنگ میں آباد ہوا۔مرحوم کے بیٹے صاحبزادہ ھبۃ اللہ صاحب صاحبزادہ سید حمایت اللہ صاحب اور صاحبزادہ سید محمود احمد صاحب تھے جو وفات پا چکے ہیں۔

صاحبزادہ عبدالسلام صاحب

صاحبزادہ عبدالسلام صاحب ابن صاحب زادہ عبداللطیف صاحب ٹوپی ہمہ وقت احمدیت کا پیغام پہنچانے میں مصروف عمل رہتے تھے۔

صاحبزادہ عبدالبصیر صاحب

محکمہ زراعت میں چوٹی کے افسر رہے۔دیانت داری اور محنت سے اپنے فرائض کو ادا کیا۔

آپ کے محکمہ کے لوگ آپ کی لیاقت اور دیانت داری کے رطب اللسان تھے۔

صاحبزادہ عبدالرشید صاحب

آپ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب ٹوپی کے بیٹے تھے۔ایبٹ آباد میں جماعتی مخالفت کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔بہت تکلیفیں اُٹھاتے رہے۔

صاحبزادہ فیض الرحمن فیضی صاحب

پارہ چنار میں ملازم تھے۔ریٹائرمنٹ کے بعد حیات آباد میں مقیم ہو گئے۔آپ محترم قلندر مومند صاحب مرحوم کے بھائی تھے۔بڑے پایہ کے شاعر تھے۔نہایت محبت سے ملتے تھے۔

صاحبزادہ صدیق احمد صاحب

آپ مکرم صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب بازید خیل کے بیٹے تھے اور مکرم محمود احمد خان صاحب کارکن حفاظت خاص لندن کے خسر تھے۔پس ماندگان میں چھ بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔(تاریخ وفات ۲۰ر جون ۲۰۱۰ء)

صوبیدار عبدالرحیم صاحب

مکرم صوبیدار عبدالرحیم صاحب آف داتہ ضلع مانسہرہ۔ ۱۹۸۳ء تا ۱۹۹۴ء جماعت داتہ کے صدر رہے۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق حضرت حاجی احمد جی صاحب کے پوتے تھے۔
(تاریخ وفات ۲۰ر اکتوبر ۲۰۰۴ء)

صوبیدار میجر سلیم اللہ صاحب

آپ ڈاکٹر نواب علی خان صاحب بکٹ گنج مردان کے ہمشیرہ زادے اور داماد تھے۔نوشہرہ میں انگریزی ادویات کی دوکان تھی۔آپ نے ۱۹۲۷ء میں احمدیت قبول کی۔جماعت نوشہرہ میں لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پائی۔

صوفی غلام محمد صاحب

مکرم صوفی صاحب بہت ہی مخلص اور دل آویز شخصیت کے مالک تھے۔صوبہ میں مختلف مقامات پر رہے اور ہر جگہ نہایت مقبول اور ہر دل عزیز بزرگ تھے۔ایک عرصہ تک پاڑہ چنار اور دیگر ایجنسیوں میں مقیم رہے۔ایک لمبا عرصہ ڈیرہ اسماعیل خان کے امیر بھی رہے اور ہر جگہ اپنے کردار اور گفتار سے احمدیت کا پیغام پہنچاتے رہے۔

آپ کے ایک بیٹے مکرم رشید جان صاحب بسلسلہ ملازمت پشاور میں رہے۔ان کے بڑے بیٹے مکرم داؤد جان قائد علاقہ بھی رہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خلافت سے قبل ایک دفعہ ڈیرہ اسماعیل خان کا دورہ کیا۔ محترم صوفی صاحب کے گھر سوال و جواب کی مجلس میں معززین علاقہ،معروف شخصیات،سیاسی اور سماجی راہنما بھی شامل تھے۔

عبدالاکبر صاحب (میجر)

آپ ارباب محمد عجب خان صاحب کے بیٹے اور خان شمس الدین خان صاحب کے داماد تھے۔ہمہ وقت خدمت دین میں مصروف رہتے تھے۔آپ کا مکان جماعتی خدمت گزاروں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔

عبدالحیٔ صاحب

مکرم عبدالحیٔ صاحب اکبر پورہ۔نہایت مخلص احمدی تھے۔باقاعدگی سے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے پشاور تشریف لاتے تھے اور چندوں میں بہت باقاعدہ تھے اور خود آکر ادا کرتے تھے۔افسوس کہ ان کی اولاد ان کی مخالفت کرتی رہی۔حتیٰ کہ ان کی وفات کی جماعت کو اطلاع نہ دی۔آپ کا جنازہ غائب ادا کیا گیا۔

عبدالسمیع خان صاحب

مکرم عبدالسمیع خان صاحب ابن مکرم غلام محی الدین صاحب مرحوم کے دادا حضرت مولوی معین الدین صاحب اور نانا حضرت میر احمد صاحب رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ نیک، سادہ مزاج تھے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل آپ کے والد تھے۔ (وفات ۲۰۰۶ء)

عبداللہ جان صاحب

آپ حضرت مرزا غلام رسول صاحب کے بیٹے تھے۔ سیشن جج رہے۔ ایبٹ آباد میں جماعت جب بیت الذکر سے محروم ہوئی تو آپ کا مکان جماعت کے لئے بطور مرکز رہا۔ جہاں نمازیں ادا کی جاتی تھیں۔

فضل الٰہی صاحب (رسالدار)

مکرم رسالدار فضل الٰہی صاحب۔ صوبہ میں مختلف مقامات پر خدمات بجالاتے رہے۔ ریٹائر ہو کر حیات آباد (پشاور) صدر و زعیم اعلیٰ انصار اللہ اور بطور امین کام کیا۔ آپ کا گھر جماعت کا نماز کا مرکز بھی کئی سال رہا۔ نہایت مخلص اور پیار کرنے والے تھے۔ اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ (تاریخ وفات ۲۸/اپریل ۲۰۰۶ء)

قاضی محمد شفیق صاحب (سکواڈرن لیڈر (ر))

سکواڈرن لیڈر (ر) قاضی محمد شفیق صاحب ابن حضرت قاضی کریم اللہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ رسالپور میں آپ کا مکان جماعتی سنٹر کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ جہاں آپ ۳۲ سال تک صدر جماعت رہے۔ آپ کی اہلیہ مکرمہ بلقیس اختر صاحبہ بنت مکرم قاضی محمد لطیف صاحب تھیں اور یہ دونوں میاں بیوی اخلاص سے خدمات بجالاتے رہے۔ مکرم قاضی صاحب موصوف کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث آپ کے مکان اسلام آباد F-۸/۱ میں ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کی کارروائی کے سلسلہ میں فروکش رہے۔ آپ کی اولاد تین بیٹے (مکرم میجر فاروق احمد صاحب، کرنل ناصر احمد صاحب اور مکرم قاضی نعیم احمد صاحب) اور چار

بیٹیاں ہیں اور ماشاءاللہ سب خادم دین ہیں۔ (تاریخ وفات ۱۸ر جولائی ۲۰۰۵ء)

قاضی محمد علی صاحب

نوشہرہ کے رہنے والے تھے۔ سال ۱۹۳۰ء میں مستریوں کے فتنہ میں گورداسپور (پنجاب انڈیا) گئے۔ واپسی پر بٹالہ میں مستری عبدالکریم نے بدزبانی اختیار کی۔ جھگڑے کی صورت پیدا ہوگئی۔ اس دوران مستری محمد حسین زخمی ہوکر مر گیا۔ قاضی صاحب اس مقدمہ میں ماخوذ ہوئے اور عدالت سے ۱۶ر مئی ۱۹۳۱ء میں ان کو پھانسی کی سزا ہوئی۔ قادیان میں دفن ہوئے۔

قاضی نسیم احمد صاحب

مکرم قاضی نسیم احمد صاحب ولد قاضی محمد صادق صاحب۔ آپ پیدائشی احمدی تھے۔ پشاور صدر میں آپ پین سازی اور گھڑیوں وغیرہ کی مرمت کرتے تھے۔ مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ آپ محترم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری (جو جماعت احمدیہ کے بلند پایہ عالم اور مناظر تھے) کے بھانجے تھے۔ بیوہ کے علاوہ آپ نے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں اور سب بفضل تعالیٰ جماعت سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ (تاریخ وفات ۱۴ر فروری ۱۹۸۴ء)

مبارک احمد صاحب (ڈاکٹر)

ہشت نگری میں آپ کلینک چلاتے تھے۔ آپ کے بیٹے ڈاکٹر گلزار احمد صاحب اب اس کلینک کو چلا رہے ہیں۔ آپ کی بیگم صاحبہ خدمت خلق میں بہت نمایاں تھیں۔ آپ کی ایک بیٹی ڈاکٹر بشریٰ صاحبہ اب امریکہ میں ہے۔ جو ہمیشہ مالی قربانی میں بڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ آپ کے دوسرے بیٹے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب انگلستان میں رہائش پذیر ہیں اور جماعتِ احمدیہ یارک شائر کے فعال ممبر ہیں۔

محمد اسحاق بقاپوری صاحب (ڈاکٹر)

ڈاکٹر محمد اسحاق بقاپوری ابن حضرت مولوی محمد ابراہیم بقاپوری صاحب۔ آپ نے کئی سال

ایر ہیڈ کوارٹرز میڈیکل برانچ پشاور سروس کی۔ (تاریخ وفات ۱۱/اپریل ۲۰۱۰ء)

محمد اسلم بھٹی صاحب

آپ بسلسلہ ملازمت پشاور آئے۔ یہیں کے ہو کے رہ گئے اور یہیں وفات پائی۔ ماشاء اللہ آپ کی اولاد بھی آپ کی طرح خادم دین ہے۔

محمد انور صاحب آف شیخ محمدی

محمد انور صاحب آف شیخ محمدی ولد سرور شاہ مرحوم۔ آپ نے سال ۱۹۳۲ء میں احمدیت قبول کی۔ پس ماندگان میں تین بچے ہیں۔

محمد رشید ارشد صاحب

آپ جماعت نوشہرہ کے لمبا عرصہ صدر رہے۔ جوانی میں ہی وفات پا گئے۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد شفیع اشرف صاحب سلسلہ کے کامیاب مربی تھے۔

محمد رشید ہاشمی صاحب

مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب۔ آپ بمقام ٹوپی صوبہ خیبر پختونخواہ میں پیدا ہوئے۔ دارالذکر لاہور میں شہادت پائی۔ (۲۸/مئی ۲۰۱۰ء)

محمد زمان خان صاحب

مکرم محمد زمان خان صاحب ہری پور ہزارہ۔ علاقہ میں آپ کی بہت مخالفت ہوئی مگر آپ ثابت قدم رہے۔ آپ کی اولاد تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں احمدیت قبول کی۔ (تاریخ وفات ۱۷/اپریل ۲۰۰۴ء)

محمد وارث خان صاحب

آپ لمبا عرصہ صدر جماعت پبی رہے اور ڈاگ بیسود (نزد پبی) کے رہنے والے

تھے۔غالباً ۱۹۵۳ء میں جب جماعت کے خلاف سخت شورش بپاتھی احمدیت قبول کی۔مولوی صاحبان احمدیوں سے قطع تعلق اور لین دین بند کراتے تھے اور یہ کہ جو ایک احمدی کو قتل کرے گا وہ سیدھا بہشت کو جائے گا۔ان کا واقعہ ہے کہ ایک دن صبح سویرے اُٹھ کر اپنا پستول اور چند کارتوس لئے اور اپنی مسجد کے امام الصلوٰۃ کے گھر گئے اور دروازہ پر دستک دی۔امام صاحب نکلے۔محمد وارث خان صاحب نے کہا آپ نے مسجد میں فرمایا ہے کہ جو شخص ایک احمدی کو قتل کرے گا وہ سیدھا بہشت میں جائے گا۔آپ مجھے قتل کر دیں اور سیدھا بہشت حاصل کریں کسی اور کو یہ ثواب حاصل کرنے نہ دیں۔امام الصلوٰۃ نے منہ موڑ کر دروازہ بند کرلیا اور چپ چاپ چلا گیا۔بہت بہادر انسان تھے۔

مرزا بشارت احمد صاحب

مکرم مرزا بشارت احمد صاحب۔آپ نائب امیر ضلع پشاور،امین جماعت ضلع پشاور اور سیکرٹری مال ضلع پشاور کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔نیشنل بینک آف پاکستان میں بطور وائس پریذیڈنٹ ریٹائر ہوئے۔(تاریخ وفات ۱۰؍دسمبر ۲۰۰۴ء)

مرزا محمد خان صاحب

مکرم مرزا محمد خان صاحب۔آپ نے ۱۹۶۴ء میں بیعت کی۔خاندان کی طرف سے مکمل بائیکاٹ کیا گیا۔سرگودھا میں اسیر راہِ مولیٰ بھی رہے۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کا تقرر بطور معلم سرگودھا کی جماعت میں رہا۔آپ ضلع کوہاٹ کے گاؤں کریڈنڈ میں پیدا ہوئے۔(تاریخ وفات ۱۴؍جون ۲۰۰۵ء)

مرزا آفتاب احمد صاحب

سول کوارٹرز بیت الذکر کی رونق تھے۔نہایت خوش الحان اور جماعتی اجتماعات میں نظمیں پڑھتے تھے۔آپ کے ایک داماد محمود احمد صاحب ابن بابو عبدالحق صاحب سرور گنج میں رہائش پذیر تھے۔

مرزا بشیر احمد صاحب

مکرم مرزا بشیر احمد صاحب ابن مکرم مرزا عبدالمجید صاحب۔ آپ حیات آباد (پشاور) میں مقیم رہے۔ آنکھوں میں معذوری اور کمزور صحت کی وجہ سے اجلاسات میں تو نہ آ سکتے تھے لیکن گھر میں بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

مرزا عبدالرحیم صاحب (ڈاکٹر)

آپ مرزا غلام حیدر صاحب کے بیٹے تھے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ حضرت مرزا غلام رسول صاحب کی بیٹی تھیں۔ نہایت مخلص احمدی تھے۔ ماشاءاللہ آپ کی اولاد بھی جماعتی خدمات میں پیش پیش ہے۔ آپ کے ایک بیٹے نے ایک افریقن ملک میں بطور ڈاکٹر خدمات انجام دی ہیں۔ جبکہ ایک بیٹا مرزا مبارک احمد صاحب مجلس انصاراللہ میں بطور ناظم خدمات بجالاتے رہے ہیں۔

مرزا منظور احمد صاحب

مکرم مرزا منظور احمد صاحب ابن حضرت مرزا غلام رسول صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ صوبہ میں کئی کالجوں میں بطور پرنسپل کام کیا۔ ۱۹۶۴ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد کینیڈا آ گئے اور یہیں وفات پائی۔ (تاریخ وفات ۲۷ رنومبر ۲۰۰۴ء)

مستری عبدالرحمن صاحب

آپ پشاور صدر کے رہائشی تھے۔ خاموش مگر بہت مخلص اور محنتی تھے۔

مستری محمد یوسف صاحب

آپ ڈاکٹر داؤد احمد صاحب پشاور شہر کے بھائی تھے۔ گاڑیوں کی مرمت کرتے تھے۔ پشاور میں ان کے ہاں آنے والے زیادہ تر زیر تربیت تھے۔ نہایت معمولی اجرت وصول کرتے تھے۔ پشاور سے لندن منتقل ہو گئے۔ وہیں وفات پائی۔

مظفر احمد منصور صاحب مربی سلسلہ

مکرم مظفر احمد منصور مربی سلسلہ۔ آپ ہری پور ہزارہ میں مربی کے طور پر رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کی وفات کا ذکر ۲۳؍اکتوبر ۲۰۰۹ء کے خطبہ میں فرمایا تھا۔

ملک اکرام خالد صاحب (گروپ کیپٹن (ر))

گروپ کیپٹن (ر) ملک اکرام خالد صاحب ابن مکرم ملک محمد یعقوب صاحب اور کرنل (ر) ملک ستار بخش صاحب مرحوم کے داماد تھے۔ عرصہ ملازمت کا ایک عرصہ پشاور میں گزرا۔ آپ کی بیگم صاحبہ PAF ڈگری کالج پشاور میں انگریزی کی ٹیچر رہیں۔ (تاریخ وفات ۹؍فروری ۲۰۰۵ء)

ملک ارشاد احمد خان صاحب

آپ پاکستان ایرفورس رسالپور میں بطور ماسٹر وارنٹ آفیسر تھے۔ ہمہ وقت جماعتی خدمات میں مصروف اور خدام الاحمدیہ کے قائد ضلع بھی لمبا عرصہ رہے۔ بعد میں کراچی چلے گئے اور ۱۳؍مارچ ۲۰۰۸ء کو ۸۳ سال کی عمر میں کراچی میں وفات پائی۔

ملک عبدالرحمن خاں صاحب

مکرم ملک عبدالرحمن خاں صاحب۔ آپ نے لمبا عرصہ پاکستان ایرفورس میں سروس کی۔ دوران قیام پشاور جماعتی وذیلی تنظیموں میں بڑے فعال رہے۔ (تاریخ وفات ۱۸؍ستمبر ۲۰۰۴ء)

ملک عبدالجبار خان صاحب

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد کلکتہ سے تبدیل ہو کر سال ۱۹۴۷ء میں پی اے ایف رسالپور میں بطور سویلین ملازم تھے۔ اس زمانہ میں محترم شیخ جلال الدین صاحب ایگزیکٹو آفیسر رسالپور چھاؤنی تھے جو گروپ کیپٹن شیخ صلاح الدین صاحب ڈائریکٹر آف اکوئنٹ ایرہیڈ کوارٹرز کے والد تھے۔ آپ موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔ (تاریخ وفات ۱۹۵۷ء)

ملک محمد اشرف خان صاحب

پاکستان کے قیام سے قبل سال ۴۵-۱۹۴۳ء کے زمانہ میں کوہاٹ میں رائل ایرفورس میں بطور سویلین سروس میں تھے۔ جماعتی لحاظ سے سیکرٹری دعوت الی اللہ تھے۔ اس زمانہ میں خان بہادر محمد علی خان صاحب زندہ تھے اور مولانا چراغ دین صاحب بطور مربی تھے۔ کھلی دعوت الی اللہ کے مواقع نکالتے رہتے۔ آپ موصی تھے۔ ایک لمبا عرصہ ۶/ ۱ حصہ آمد کی وصیت کی ہوئی تھی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ (وفات ۱۹۷۲ء)

ملک میمون شاہ صاحب

ملک میمون شاہ صاحب ابن ملک چراغ شاہ صاحب اچینی پایاں (پشاور)۔ آپ نے سال ۱۹۳۵ء میں احمدیت قبول کی۔ آپ کی وفات ۲۲/اپریل ۱۹۹۴ء کو ہوئی۔ صدر جماعت اچینی تھے۔ اپنے پس ماندگان میں تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

منصور احمد صاحب

آپ پشاور صدر میں رہے۔ ایر ہیڈکوارٹرز ٹیلیفون کے محکمہ میں ملازم تھے۔ جماعتی خدمات میں آلہ نشر الصوت کی ذمہ داری اکثر آپ کے ذمہ ہی ہوتی۔ نہایت محنت اور خلوص سے جب تک صحت مندر رہے، ادا کرتے رہے۔ آپ کے ایک بھائی پروفیسر محمد یوسف صاحب ان دنوں لندن چلے گئے ہیں۔ جماعتی خدمات میں پیش پیش رہتے ہیں۔

میاں غلام سرور صدیقی صاحب

آپ پشاور شہر علاقہ کریم پورہ کے باشندہ تھے۔ تجارت پیشہ، تعلیم یافتہ تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے غلام رسول صدیقی آج کل کراچی میں ہیں اور ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں۔

میاں محمد لطیف صاحب و میاں محمد حسین صاحب

مکرم میاں محمد لطیف صاحب بیت الذکر سول کوارٹرز کی رونق تھے۔ نہایت خاموش طبیعت

پائی۔آپ کے ایک بیٹے میاں منیر احمد صاحب بطور پائلٹ PIA میں تھے۔جو بطور جماعتی کارکن ہر خدمت کے لئے تیار رہتے۔آپ کے ایک بھائی مکرم میاں محمد حسین صاحب جماعت مردان کے مخلص ترین افراد میں شمار ہوتے تھے۔وہ بھی اپنے بھائی کی طرح خاموش طبیعت کے تھے۔

میجر سید سعید احمد صاحب

مکرم میجر سید سعید احمد صاحب ابن مکرم سید ظہور الحسن صاحب۔آپ حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے داماد تھے۔محترم میجر صاحب خلافت کے فدائی اور مخلص خادم دین تھے۔آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ قیام پشاور میں لجنہ اماء اللہ کی صدر تھیں۔

آپ کے بیٹے سید جلید احمد صاحب پرنسپل نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ اور سید حسین احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں۔(تاریخ وفات ۱۶ر جولائی ۲۰۰۵ء)

میر محمد رشید صاحب

میر محمد رشید صاحب ابن مولوی عبدالکریم صاحب جماعت پشاور کے نہایت مخلص فرد تھے۔ تقریباً سب عہدوں پر صدر حلقہ سے لے کر سائق تک کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کرتے تھے۔پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔سال ۱۹۹۸ء میں وفات پائی۔

محمودہ بشریٰ صاحبہ

محمودہ بشریٰ بنت ملک محبوب احمد صاحب زوجہ ملک اشفاق احمد صاحب ایم ٹی اے لندن۔وفات لندن میں ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔دین دار، نیک اور مہمان نواز خاتون تھیں۔(وفات ۲۰۱۰ء)

محمد حسین صاحب

محمد حسین ولد نبی بخش صاحب پیدائشی احمدی تھے۔آپ کے والد صاحب کا سن بیعت ۱۹۰۳ء تھا۔آپ کا زریڈیو صدر میں ملازم تھے۔مخلص احمدی تھے۔(وفات ۱۹۹۳ء)

محمد دین قریشی صاحب

محمد دین قریشی ولد نبی بخش قریشی صاحب پیدائشی احمدی۔احمدیہ بیت الذکر پشاور شہر میں بطور

خادم خدمات بجالاتے رہے۔آپ کا اکلوتا بیٹا سعید احمد قریشی صاحب جماعت پشاور میں نمایاں خدمات بجالاتے رہے ہیں۔(وفات ۴رفروری ۲۰۰۰ء)

نور محمد خان صاحب

مکرم نور محمد خان ولد محمد خان صاحب۔آپ شعبہ تدریس سے تعلق رکھتے تھے۔اور بطور ہیڈ ماسٹر مانسہرہ ریٹائر ہوئے۔آپ کی پہلی بیوی سے پانچ بچے تھے اور دوسری بیوی سے آپ کے بیٹے فضل محمد خان صاحب سال ۱۹۸۰ء میں مجلس خدام الاحمدیہ ضلع پشاور میں قائد تھے۔ان دنوں کینیڈا میں ہیں۔(وفات ۱۹۸۳ء)

ناصر احمد صاحب (پروفیسر)

مکرم پروفیسر ناصر احمد صاحب ابن میاں سراج الدین صاحب (سابق منادی منارہ بیت اقصیٰ قادیان)۔آپ نے پشاور، کوہاٹ اور بعض دیگر مقامات پر ملازمت کی اور اس دوران جہاں بھی رہے بہت نمایاں خدمات دینیہ بجالاتے رہے۔(تاریخ وفات ۲رجولائی ۲۰۰۵ء)

نیاز قطب بٹ صاحب

سال ۱۹۶۰ء میں کراچی سے تبدیل ہوکر ایر ہیڈکوارٹرز پشاور میں سروس کی۔نہایت اخلاص اور جذبہ سے خدمت دین کا جو بھی موقع ملتا اس کا حق ادا کرتے۔دعوت الی اللہ کے کاموں کے لئے نت نئے طریقے اختیار کرتے۔ان کی اولاد بھی ماشاءاللہ مخلص ہے۔

والدہ محترمہ ڈاکٹر جمیل الرحمن صاحب

آپ محترم صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب آف بازید خیل کی بیٹی تھیں۔آپ کے خاوند ڈپٹی جیلر محمد الرحمن صاحب جماعت غیر مبائعین سے تعلق رکھتے تھے لیکن آپ نے نہایت اخلاص سے اپنا تعلق جماعت مبائعین سے رکھا۔بہت باقاعدگی اور اخلاص سے جماعتی چندہ جات ادا کرنے والی خاتون تھیں۔

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کا پیغام نونہالان احمدیت پشاور کے نام

اگست ۱۹۶۴ء کے آخری عشرہ میں خدام الاحمدیہ پشاور کا چوتھا سالانہ اجتماع اپنی شاندار روایات کے ساتھ انعقاد پذیر ہوا۔ ان دنوں جناب شمس الدین اسلم صاحب قائد خدام الاحمدیہ پشاور کے فرائض انجام دے رہے تھے اس موقع پر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت انصاف ہیگ نے محترم خواجہ مختار احمد صاحب بٹ ایڈووکیٹ لاہور کی وساطت سے حسب ذیل حقیقت افروز پیغام ارسال فرمایا۔ جسے مقامی قیادت نے دیدہ زیب دوورقہ کی صورت میں شائع کر دیا اور اس طرح ایک انمول گنجینۂ معرفت نئی نسلوں کے لئے ریکارڈ ہو گیا۔

ہیگ ۲۷/اگست ۱۹۶۴ء:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ خدام الاحمدیہ اسلام اور احمدیت کا تازہ پھل ہیں۔ اس حیثیت سے وہ اسلام اور احمدیت کی شناخت کا ذریعہ ہیں۔ گویا وہ اس دور میں اسلامی تعلیم اور دینی اقدار کا عملی نمونہ اور چلتی پھرتی تصویر ہیں۔ چاہئے کہ یہ نمونہ ایسا خوش کن ہو۔ اس تصویر کے خدوخال ایسے دلکش ہوں کہ ہر دیکھنے والا جو اسلام کی تعلیم سے کچھ بھی واقفیت نہ رکھتا ہو اور محض روایتی قصوں کی بناء پر دین سے بُعد یا بُغض رکھتا ہو۔ بے ساختہ کہہ اُٹھے۔ اگر اسلام وہ ہے جس کا پھل یہ نوجوان ہیں تو میں دل وجان سے اسلام کا شیدائی اور اس پر فریفتہ ہوں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ایک طرف تو خدام اسلامی تعلیم اور اسلامی اقدار کا صحیح اور تفصیلی علم حاصل کرتے رہیں کہ ہر حالت میں، ہر قدم پر، مشکل اور ہر ابتلا کے موقع پر، ہر نعمت اور فراخی کے بدلے اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہر اسلامی قدر اور ہر اسلامی مطالبے کو عملی رنگ میں اپنے طرز وطریق سے روشن کرتے جائیں۔

خالی اقرار اور اعلان، تقریریں اور پیغام، جلسے اور اجتماع کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اگر وہ عمل کے محرک نہ ہوں اور قول و فعل میں تطابق پیدا نہ کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مومنوں کو خطاب فرماتے ہوئے فرماتا ہے۔ تم کیوں وہ باتیں کہتے ہو جن پر تمہارا عمل شاہد نہیں۔ یہ بات ہماری سخت رنجیدگی کا موجب بنتی ہے کہ تم منہ سے کہو لیکن تمہارا عمل تمہارے قول کی تصدیق نہ کرے۔

سوائے عزیزو! اے جماعت احمدیہ کے نونہالو! یہ بات آپ کے دلوں میں پختگی سے قائم ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل بے پایاں اور کرم بے نہایت سے آپ کو چنا ہے اور یہ اعزاز آپ کو بخشا ہے کہ آپ اس دور میں جو دنیاوی، علمی اور دماغی ترقیات میں اس قدر سبقت لے گیا ہے اور اس قدر سرعت سے بڑھ رہا ہے۔ اسلامی تعلیم اور اسلامی اقدار کی ضرورت اور فوقیت کو اپنے قول و فعل سے روشن اور ثابت کریں۔ اس انعام اعزاز کی صحیح قدر و قیمت یہی ہے کہ آپ میں سے ہر ایک اپنے اپنے حلقے میں اس تعلیم اور ان اقدار کا ایسا روشن نمونہ ہو کہ جب کوئی متلاشئ حق آج کل کے پُرآشوب اور پُرفتن حالات میں دریافت کرے کہ میں سچائی، راستی، دیانت، ہمدردی، فروتنی، خاکساری، دلیری، ہمت، عالی حوصلگی، شجاعت، خدمت، قربانی، جان نثاری، اطاعت، توکل، بشاشت، استقامت، عبادت، خداترسی، شکرگزاری، غرض ہر نیکی، ہر صفت حسنہ، ہر شاخ تقویٰ کو کہاں تلاش کروں اور کہاں پاؤں۔ تو بلا تامل، پورے اطمینان، کامل اعتماد اور وثوق کے ساتھ کہا جاسکے۔ بسم اللہ، جائیے خدام الاحمدیہ میں سے کسی خادم کے قول و کردار کا مطالعہ کر لیجئے اور اپنا اطمینان ہو جانے پر پھر غور فرمائیے کہ جس درخت کا پھل ایسا شیریں اور خوشگوار ہے۔ وہ درخت کیسا شاندار اور اس کی جڑیں کیسی مضبوط اور اس کی شاخیں کس قدر بلند اور وسیع ہیں۔ آپ بھی اس درخت کے سائے میں بسیرا کیجئے اور دین و دنیا میں راحت اور امن کے وارث بن جائیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے ہم سب کو ایسا ہی نمونہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام خاکسار

ظفر اللہ خان

حشر کے روز نہ کرنا ہمیں رسوا و خراب   پیارو آموختہ درس وفا خام نہ ہو

محترم بشیر احمد رفیق خان صاحب سابق امام مسجد فضل لندن

مکرم بشیر احمد رفیق صاحب ۱۲ ستمبر ۱۹۳۱ء کو بمقام محب بانڈہ مکرم دانشمند خانصاحب آف محب بانڈہ کے ہاں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد صاحب نے اپنے بیٹے کو خدمتِ اسلام کیلئے وقف کر دیا اور آپ نے ۱۹۵۸ء میں شاہد امتحان جامعۃ المبشرین سے پاس کیا۔

تبلیغ کے میدان میں آپ کا پہلا تقرر ۱۹۵۹ء میں مسجد فضل لندن میں بطور نائب امام اور ۱۹۶۴ء میں بطور امام ہوا۔ آپ نے تقریباً ۲۰ سال تک نہایت کامیابی سے اس فرض کو نبھایا۔ اس عرصہ میں دیگر اہم دینی خدمات کے علاوہ آپ کو ۱۹۷۸ء میں کامن ویلتھ انسٹیٹیوٹ لندن میں انٹرنیشنل کسرِ صلیب کے انعقاد کی توفیق ملی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے شرکت فرمائی۔

مکرم امام صاحب متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کے متعلق ''چند خوشگوار یادیں'' کتاب شائع کی ہے جو انتہائی دلچسپ اور ایمان افروز واقعات کا مرقع ہے۔

میاں حسام الدین صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

آپ میاں شہاب الدین صاحب کے ہاں ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں میٹرک پاس کیا اور ٹی آئی کالج قادیان میں تعلیم حاصل کرنے گئے۔ وہاں سے ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک اور پاکستان بننے کی وجہ سے تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ بعد میں لاہور میں ٹی آئی کالج کے قیام کے بعد بی اے پاس کیا اور پھر پشاور میں لاء کالج سے LLB کی ڈگری حاصل کر کے ۱۹۵۵ء سے مردان میں وکالت شروع کی۔

مردان کی وکالت کے دوران خدمتِ خلق اور سوشل ویلفیئر کرنے کا موقع ملا۔ ڈسٹرکٹ ہا کی ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری رہے۔ سوشل ویلفیئر ایسوسی ایشن بنائی۔ اس کے صدر رہے

اور مردان میں کمیونٹی کونسل تعمیر کی۔ جس میں بچوں، عورتوں اور غریب لوگوں کی خدمت کے لئے مختلف ادارے قائم کئے۔ ۱۹۶۱ء میں کمیونٹی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۶۳ء میں ڈسٹرکٹ کونسل مردان کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں اینٹی احمدیہ تحریک کے دوران مردان کے وکیلوں نے آپ کو اپنا صدر منتخب کیا تھا۔

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد قادیان کے بھارت میں رہ جانے کی وجہ سے وہاں کے شر پسندوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کئے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت مرکز کے نام سے تحریک شروع کی جس میں پاکستان کے جوانوں کو قادیان کی حفاظت کے لئے بلوایا۔ میاں حسام الدین بھی ۲۱ ؍اگست ۱۹۴۷ء کو اس جہاد میں شریک ہونے کے لئے گئے اور ۶ ؍ستمبر تک قادیان میں حفاظت مرکز کی ڈیوٹی دیتے رہے۔ اس دوران پولیس نے دو ساتھیوں کے ہمراہ گرفتار بھی کیا اور تھانے میں چار گھنٹے تک محبوس رکھا اور مارا بھی مگر شام کو مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ نے اُن کو چھڑایا۔ مار پیٹ سے زخمی بھی ہوئے اور احباب جماعت نے علاج کیا۔ قادیان سے واپسی خلیفہ وقت کے حکم سے ۶ ؍دسمبر ۱۹۴۷ء کو ہوئی۔

امۃ الشافی سیال صاحبہ

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو جماعت کی غیر معمولی خدمات کی توفیق ملی۔ وہ اپنی کارکردگی، اخلاص اور سادگی کی بناء پر بہت معروف شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنی ایک بیٹی محترمہ امۃ الشافی صاحبہ کی شادی محمد ہاشم خاں درانی ابن مکرم محمد اکرم خان درانی کے ساتھ نہایت سادگی سے کردی۔ یہ خاندان پٹھانوں کے گڑھ چارسدہ کے قریب ایک قصبہ میں آباد تھا۔ معاشرتی اور لسانی فرق بہت تھا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ نے اپنے باپ کے جذبہ اخلاص اور سادگی کی لاج رکھی اور مشکل حالات میں وہاں پر تقریباً دس سال گزارے اور اپنی خدمت سے تمام خاندان میں نیک نام پیدا کیا۔

۱۹۵۹ء میں مکرم ہاشم درانی صاحب کا پروگرام پشاور میں رہنے کا بن گیا اور اس طرح محترمہ

امۃ الشافی صاحبہ اس گاؤں سے نکل کر شہر میں آگئیں اور یہاں آپ کا ملنا جلنا محترمہ سیدہ آپا بشریٰ صاحبہ بنت حضرت میر محمد اسحٰق صاحب سے ہوا۔ انہوں نے آپ کو اپنی مجلس عاملہ میں شامل کر کے چندہ جات کی وصولی کی ذمہ داری دے دی۔ آپ نے جلد ہی اس کام کو سنبھال لیا۔ محترمہ آپا بشریٰ صاحبہ پشاور سے لاہور تشریف لے گئیں اور ان کی جگہ محترمہ نسیم سعید صاحبہ اہلیہ مکرم محمد سعید احمد صاحب صدر لجنہ ہوئیں۔ اس دور میں لجنہ میں مزید بیداری ہوئی اور بڑھتے ہوئے کام کو چلانے کے لئے آپ کو محترمہ شمیم شریف صاحبہ اور محترمہ امۃ الباسط بشریٰ اہلیہ مکرم محمد اجمل شاہد صاحب کا تعاون حاصل رہا۔ ۱۹۶۲ء میں محترمہ نسیم سعید صاحبہ کے لاہور جانے کے بعد صدارت کی ذمہ داری آپ کو دے دی گئی۔ جسے بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو نہایت احسن رنگ میں نبھانے کی توفیق ملی۔

۱۹۶۴ء میں مکرم ہاشم درانی صاحب کے مردان جانے کی وجہ سے آپ مردان چلی گئیں۔ وہاں آپ صدر لجنہ کے فرائض سرانجام دیتی رہیں اور پھر تمام صوبہ میں لجنہ کے پھیلتے ہوئے کام کو بہتر بنانے کے لئے آپ نے خاطر خواہ کام کیا۔ غرض پشاور، مردان اور تمام صوبہ میں محترمہ امۃ الشافی صاحبہ کی انتھک مساعی کی بناء پر لجنہ اماء اللہ میں ایک نئی زندگی پیدا ہوئی۔

۱۹۶۸ء میں مکرم درانی صاحب کی وفات کے بعد آپ زیادہ تر انکے بیٹے محمد عالم درانی کے ساتھ کھاریاں اور کوئٹہ میں رہیں۔ ۱۹۷۱ء میں محمد عالم صاحب کو مشرقی پاکستان بھیج دیا گیا جہاں سقوط ڈھاکہ کے بعد وہ ۱۹۷۴ء تک قیدی رہے۔ اس عرصہ میں آپ اکیلی چارسدہ میں رہائش پذیر رہیں۔ ۱۹۷۴ء میں جب جماعت کے خلاف شورش اپنے عروج پر تھی اور کسی کی جان، مال اور عزت محفوظ نہ تھی آپ نے یہ ایام نہایت جرأت اور ایمانی طاقت کے ساتھ وہاں گزارے۔ حتی کہ علاقہ کے ڈپٹی کمشنر نے خود آکر مشورہ دیا کہ وہ ان حالات میں ربوہ چلی جائیں لیکن آپ نے یہی ایمان افروز موقف اختیار کیا کہ وہ موت سے ڈر کر بھاگنا پسند نہیں کرتیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان نازک حالات میں معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔

۱۹۹۰ء سے آپ اپنے والد کی زمینوں پر موضع نور پور ضلع قصور میں رہائش پذیر ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو صحت والی زندگی سے نوازے اور بدستور جماعت کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔

محمد سعید احمد صاحب

جماعت احمدیہ خیبر پختونخواہ کی تاریخ میں ۱۹۶۰ء کو اس لحاظ سے بہت اہمیت حاصل ہے کہ اس سال لاہور اور کراچی کے متعدد تربیت یافتہ کارکنان کا اپنے محکمہ کی طرف سے تبادلہ پشاور میں ہوا اور انہوں نے اپنے تجربہ کی بناء پر یہاں بھی جماعت پشاور میں ایک نئی روح پھونک دی جس کا خوشگوار اثر تمام صوبہ پر پڑا۔ ان خوش نصیب کارکنان میں سے لاہور سے منتقل ہونے والے ایک فعال کارکن مکرم محمد سعید احمد صاحب تھے۔ وہ جلد ہی پشاور خدام الاحمدیہ کے قائد منتخب ہو گئے اور انہوں نے اس تنظیم کی علمی، تربیتی اور تبلیغی مساعی میں بے پناہ اضافہ کیا۔ وہ اس سے قبل جماعت لاہور میں بھی قائد رہ چکے تھے اور وہاں بھی انہوں نے بعض شاندار خدمات سرانجام دی تھیں۔

مکرم سعید صاحب کو اپنی ملازمت کے قیام کے دوران کئی سال تک جماعت کی غیر معمولی خدمات کی توفیق ملی۔ آپ کا پشاور میں قیام دو مختلف اوقات میں رہا۔ پہلی دفعہ آپ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۲ء تک رہے اور بحیثیت قائد خدام الاحمدیہ کام کرتے رہے۔ دوسری دفعہ وہ ۱۹۷۷ء میں آئے اور پشاور میں مکرم عبدالقدوس صاحب امیر جماعت کے ساتھ بطور نائب امیر خدمت کرتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ احمدیہ انٹر کالجیئیٹس ایسوسی ایشن کے صدر رہے اور اس طرح انہوں نے طلباء کو منظم کرنے میں خاطر خواہ کام کیا اور تمام احمدی طلباء میں تبلیغ کا جذبہ پیدا کیا۔ اپنے دور میں انہوں نے سلسلہ کی تمام اہم معروف شخصیات کو جماعتی اجتماعات میں مدعو کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی طرح مکرم قاضی محمد اسلم صاحب اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو مسجد میں دعوت دے کر خدام سے متعارف کرایا۔

تبلیغ کے سلسلہ میں انہوں نے خاص طور پر پشاور کے مقامی گرجوں سے روابط قائم کئے

اور باہمی تبادلہ خیالات کی روایت کو پروان چڑھایا۔

مکرم سعید صاحب کی بیگم صاحب محترمہ سیدہ نسیم سعید صاحبہ نے لجنہ اماء اللہ کے لئے خاطر خواہ کام کیا۔

مکرم سعید صاحب ۱۵؍جون ۱۹۳۰ء کو مکرم محمد رفیق صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔آج کل لاہور میں ریٹائرمنٹ کے بعد تعلیمی وتربیتی مضامین اور کتب کی اشاعت میں معروف ہیں۔آپ کے چھوٹے بھائی مکرم محمد حمید صاحب تربیلا میں چند سال صدر جماعت رہے ہیں اور وہ بھی اخلاص سے سلسلہ کی خدمات کی سعادت پاتے رہے ہیں۔

چوہدری رکن الدین صاحب

مکرم چوہدری رکن الدین صاحب کا اپنی ملازمت کے سلسلہ میں پشاور میں تقریباً بیس سال قیام رہا۔اس عرصہ میں آپ کو جماعت کی غیر معمولی خدمت کی توفیق ملی۔آپ ۱۹۶۱ء میں مجلس انصاراللہ پشاور کے پہلی دفعہ زعیم اعلیٰ منتخب ہوئے اور آپ کی کوشش اور شب وروز کی کاوش سے یہ مجلس پورے ملک کی فعال تنظیم بن گئی اور ۶۵-۱۹۶۴ء کے سالوں میں علم انعامی کی حقدار قرار پائی۔

مکرم چوہدری صاحب ۲۰؍ستمبر ۱۹۲۰ء میں دہلی سے قریب موضع بہادرگڑھ میں پیدا ہوئے۔آپ بچپن سے ہی مذہبی رجحان رکھتے تھے اور قیام پاکستان سے قبل دہلی میں مولوی احتشام الحق کے حلقہ ارادت میں رہے۔آپ کو احمدیت کے متعلق علم ۱۹۴۴ء میں اس وقت ہوا جب وہاں حضرت مصلح موعودؓ نے مصلح موعود کے اعلان کے لئے جلسہ کیا تھا۔وہاں کے مولوی اور ان کے چیلے چانٹے اس جلسہ کو ناکام بنانا چاہتے تھے۔جب انہوں نے پتھراؤ شروع کیا اور خاص طور پر عورتوں کو نشانہ بنایا تو جماعت کے پرجوش خدام نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کو مار بھگایا۔مکرم چوہدری صاحب نے جب ان مولویوں کو بھاگ کر مسجد میں جاتے دیکھا تو دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ''قادیانیوں'' سے ڈر کر بھاگے ہیں۔آپ کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی۔اس پر آپ نے جماعت کے متعلق معلومات کرنا شروع کیں۔آپ کو چوہدری

شکر الٰہی صاحب جو اس وقت وہاں ملازم تھے انہوں نے ''دعوۃ الامیر'' پڑھنے کے لئے دی جب آپ کے دوستوں کو علم ہوا کہ آپ احمدیہ لٹریچر پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے جماعت کے خلاف لٹریچر آپ کو پڑھنے کے لئے دینا شروع کیا۔لیکن اس مخالف لٹریچر میں جو حوالجات جماعت کے خلاف دیئے گئے تھے جب انہوں نے ان کا اصل سے موازنہ کیا تو معاملہ بالکل مختلف تھا۔اس سلسلہ میں جب انہوں نے ایک دفعہ مولوی تھانوی صاحب سے حقیقت حال دریافت کرنا چاہی تو انہوں نے صاف کہہ دیا:

''ہمیں دیوبند سے یہ ہدایت ہے کہ قادیانیوں سے بات نہ کی جائے اور ان کے کسی سوال کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔''

اس تحقیق کے دوران انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ خود قادیان جا کر اصل صورت حال معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ ۱۹۴۵ء کے دسمبر کے آخری ہفتہ میں دہلی سے قادیان گئے۔ جب وہاں حضرت سیدنا مسیح موعودعلیہ السلام کے مزار پر گئے تو آپ نے خدا تعالیٰ سے نہایت تضرع سے یہ دعا کی:

اے خدا اگر یہ شخص سچا ہے تو اس کی سچائی مجھ پر عیاں کر دے اور اگر یہ جھوٹا ہے تو مجھے خود اس سے بچا۔

آپ نے یہ دعا ایسے الحاح سے کی کہ اس دعا کے نتیجہ میں آپ کو اپنے دل میں ایک روشنی محسوس ہوئی اور طبیعت میں ایک گونہ سکون ملا۔اس کے ساتھ ہی آپ نے قادیان میں جلسہ کو سنا۔لوگوں کو دیکھا اور پرکھا اور علمی تقاریر سے مزید تسلی حاصل ہوئی۔آپ وہاں ہی ۲۸ ردسمبر کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گئے۔

جماعت میں شامل ہونے کے بعد آپ خود بھی فعال داعی الی اللہ بن گئے اور جماعتی کاموں میں ہر طرح قربانی کرنے والے فرد بن گئے۔آپ کے دور زعامت میں دیگر مساعی کے علاوہ سالانہ اجتماع کا انعقاد احباب کی تعلیمی و تربیتی کے لئے بہت مفید تھا۔اس میں مرکز سے مرکزی

صدور اور دیگر علماء شرکت فرماتے۔اسی سلسلہ میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) اور جناب مرزا مبارک احمد صاحب بھی آپ کی دعوت پر پشاور میں ان اجتماعات میں شامل ہوئے۔

صوبیدار عبدالغفور خان صاحب آف ٹوپی

صوبہ خیبر پختونخواہ کے بعض افراد کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ خلفاء سلسلہ کی حفاظت کا خوشگوار فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ان میں مکرم خان شمس الدین خان مکرم صوبیدار خوشحال خاں آف ٹوپی ان کے بیٹے صوبیدار عبدالغفور خان صاحب اور ہنگامی طور پر ان کے بیٹے مکرم شیر علی بشارت صاحب اور بعض دیگر افراد اس خدمت کی سعادت حاصل کرتے رہے۔خاص طور پر مکرم صوبیدار عبدالغفور صاحب کو کئی سال تک مختلف اوقات میں بطور افسر حفاظت غیر معمولی خدمت کی توفیق ملی۔

مکرم صوبیدار صاحب کے والد مکرم صوبیدار خوشحال خاں صاحب کو خدا تعالیٰ نے خلافت ثانیہ کے اوائل میں سیدنا حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ اس علاقہ میں پہلے شخص تھے جن کو احمدیت کی خاطر شہید کیا گیا۔ان کو دشمنان احمدیت نے ۲۹ رمئی ۱۹۴۲ء کو جب کہ وہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد واپس گھر آ رہے تھے، شہید کر دیا۔شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۷ سال تھی۔

مکرم خوشحال خان صاحب نے احمدیت کو اپنی ایک رؤیا کی بناء پر قبول کیا تھا۔انہوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ شخص اردو اور پنجابی میں وعظ کر رہے ہیں۔جس وقت اس بزرگ کی نظر آپ پر پڑی تو انہوں نے فرمایا

خوشحال ادھر آؤ

انہوں نے سمجھا کہ یہ بزرگ مجھے تو جانتے نہیں اس لئے کسی اور شخص کو بلا رہے ہیں اس لئے وہ ان کے پاس نہ گئے۔اس بزرگ نے دوبارہ آواز دی

خوشحال خاں اِدھر آؤ

وہ پھر اس غلط فہمی میں رہے کہ یہ بزرگ مجھے تو جانتے نہیں اس لئے کسی اور سے مخاطب ہیں۔
پھر اس بزرگ نے تیسری دفعہ انکی طرف اشارہ کر کے فرمایا

خوشحال خاں افغاں اِدھر میرے پاس آؤ

اس پر وہ اس بزرگ کے پاس پہنچے۔انہوں نے اسے اپنی بغل میں لے کر مجمع سے کہا کہ

چلو اب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں چلتے ہیں

چنانچہ خوشحال خاں اس بزرگ کی بغل میں چلنا شروع ہوئے اور باقی تمام مجمع پیچھے چل رہا تھا۔ سامنے بڑی تیز روشنی نظر آئی جس سے آنکھیں چندھیا گئیں اور ہر طرف نور ہی نور نظر آرہا تھا۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک بلند چمکتا ہوا تخت ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں۔ انہیں دیکھ کر وہ تھر تھر کانپنا شروع ہوئے اور نیند سے بیدار ہو گئے اور ان کا تمام جسم پسینہ سے شرابور تھا۔

انہوں نے اپنا یہ خواب محترم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کو سنایا کیونکہ وہ ان کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے زور دیا کہ چلو میں تم کو اس بزرگ سے ملاؤں۔ مگر بدقسمتی سے وہ اس وقت نہ جا سکے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہو گئے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں باوجود کوشش کرنے کے وہ نہ جا سکے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت کے اوائل میں دوستوں کے اصرار پر قادیان گئے اور حضور کو دیکھ کر ان کو وہ خواب کے وہی بزرگ معلوم ہوئے اور انہوں نے بیعت کر لی۔ اس پر حضور ان سے ویسے ہی بغلگیر ہوئے جیسے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد حضور نے خوشحال خاں صاحب کو ان کی خواہش پر جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنی وردی پہن کر حفاظت کی ڈیوٹی دینے کی اجازت فرمائی۔ وہ اپنی زندگی میں اس فرض کو بخوشی ادا کرتے رہے۔

مکرم صوبیدار عبدالغفور صاحب ۲۵ نومبر ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جب آپ نے ہوش سنبھالا تو ان کے والد نے ۱۹۳۵-۳۶ء میں قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے

بھیجا۔ وہاں تعلیم کے ساتھ ڈسپلن اور اسلامی تعلیمات سے واقفیت ہوئی۔ اس کے بعد مارچ ۱۹۴۰ء میں آپ فوج میں بھرتی ہوگئے اور اپنی حسن کارکردگی کی بناء پر ۱۹۴۵ء میں صوبیدار بن گئے۔ جنگ عظیم کے ختم ہونے کے بعد آپ نے ۱۹۴۶ء میں فوج کی سروس چھوڑ دی۔

قیام پاکستان کے بعد حفاظت مرکز قادیان کے لئے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قادیان بھجوا دیا۔ وہاں آپ نے کیپٹن شیر ولی صاحب کی قیادت میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو قادیان میں درویش ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ ان ۳۱۳ افراد میں تھے جنہوں نے قادیان میں حفاظت مرکز کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ کچھ عرصہ آپ نے قادیان میں بطور نگران اعلیٰ یعنی افسر حفاظت کی خدمت سرانجام دی۔

۱۹۵۴ء میں جب حضرت مصلح موعود پر مسجد مبارک ربوہ میں حملہ ہوا تو اس کے بعد آپ کو حضور کی حفاظت کے سلسلہ میں بلایا گیا اور آپ نے بطور افسر حفاظت یہ خدمات کئی سال تک نہایت فرض شناسی سے سرانجام دیں۔

مکرم صوبیدار صاحب کی شادی ٹوپی کے معروف بزرگ جناب صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ آپ کی اولاد میں آپ کے بیٹے مکرم شیر علی بشارت صاحب، اعجاز احمد اور امتیاز احمد امریکہ میں ہیں اور اپنے اپنے رنگ میں خدمت سلسلہ میں مصروف ہیں۔

جسٹس محمد اسلام بھٹی صاحب

جسٹس محمد اسلام بھٹی صاحب کو اپنی جوڈیشنل سروس کے دوران صوبہ کے مختلف مقامات پر تقریباً چھ سال تک رہنے کا موقع ملا۔ اصل میں سول ججی کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کا پہلا تقرر چارسدہ میں بطور سب جج کے ہوا۔ پھر صوابی، مردان اور ہری پور ہزارہ میں بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ ان تمام مقامات پر آپ کے احمدی ہونے کا چرچا عام رہا نیز بطور احمدی جج ہونے کے آپ نے اپنی دیانت، امانت اور صاف ستھری سروس کے انمٹ نقوش چھوڑے۔

مکرم جسٹس صاحب کی پیدائش ۱۹۳۶ء کے اواخر میں موضع سارچور تحصیل بٹالہ میں ہوئی۔ آپ نے

اپنی کالج کی تعلیم ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج سے کی اور بعد میں قانون کی ڈگری لاء کالج لاہور سے کی۔

آپ کے والد مکرم مراد خاں بہت سادہ مزاج اور کم گو انسان تھے۔ زمینداری کا کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ احمدیت نے ان کے اخلاق میں حسن پیدا کر دیا تھا۔ مکرم جسٹس صاحب جب چارسدہ کے لئے روانہ ہو رہے تھے تو ان کے والد صاحب نے ان کو جو نصیحت کی وہ ایک احمدی باپ کی شان ظاہر کرتی ہے:

> ''بیٹا! اگر تمہاری ملازمت میں حق حلال کی کمائی سے تمہارا گزارا نہ ہو تو ''وڈی'' یعنی رشوت نہ لینا۔ نوکری چھوڑ کر گھر آ جانا۔ تمہارے گزارے کے لئے ہماری کھیتی باڑی کافی ہوگی۔''

مکرم جسٹس صاحب نے اپنی خودنوشت زندگی کے حالات اپنی کتاب ''عدالت عالیہ تک کا سفر'' میں قلمبند کئے ہیں۔ اس دلچسپ خودنوشت میں آپ نے اپنے صوبہ خیبر پختونخواہ میں قیام کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ یہ کتاب پڑھنے کے لائق ہے۔

ڈاکٹر رشید احمد صاحب

مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب کا تعلق لدھیانہ سے ہے اور مکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب کے بھتیجے ہیں۔ آپ نے کمپوڈری کا کام مکرم ڈاکٹر فتح دین صاحب کے کلینک میں کام کرنے سے سیکھا اور ماشاء اللہ اس قدر مہارت حاصل کر لی کہ ان کی وفات کے بعد اس شعبہ میں موضع ترنگ زئی (چارسدہ) میں پریکٹس شروع کر دی اور اپنی محنت اور لگن سے اس میں بہت نام پیدا کیا۔ دعوت الی اللہ میں بہت نمایاں حصہ لیتے ہیں۔

مکرم ڈاکٹر صاحب کا کچھ ذکر ان کے داماد مکرم ریاض احمد صاحب کی شہادت کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔

آپ نے محمد عباس خاں صاحب آف ترناب فارم کی دختر سے شادی کی۔ ان دنوں آپ پاکستان سے ہجرت کر کے غالباً بیلجئم (یورپ) میں مقیم ہیں۔

محمد سلیم خاں صاحب

مکرم محمد سلیم خاں صاحب ولد محمد کریم خان پشاور میں مجلس خدام الاحمدیہ اور جماعت کے بہت ہی خاموش لیکن نہایت ذمہ داری سے اپنے فرائض ادا کرنے والے فرد تھے۔آپ کے سپرد عام طور پر مالی امور کا شعبہ تھا جسے آپ نہایت کامیابی سے سرانجام دیتے رہے۔

آپ کی پیدائش ۱۷؍اگست ۱۹۲۸ء کو قادیان میں ہوئی۔اصل میں آپ کے والد محمد کریم خاں مرحوم کا تعلق افغانستان کے علاقہ خوست سے تھا۔آپ کے والد اور والدہ دونوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدیت کو قبول کیا تھا۔لیکن احمدیت کی وجہ سے آپ کو قید و بند کی تکالیف برداشت کرنا پڑیں اور بالآخر آپ ۱۹۲۰ء میں ہجرت کر کے سرائے نورنگ آ گئے اور پھر وہاں سے قادیان چلے گئے۔

آپ کی شادی ستمبر ۱۹۵۲ء میں خوست سے ہجرت کرنے والے ایک بزرگ عنایت اللہ خاں صاحب کی بیٹی محترمہ زینب صاحبہ سے ہوئی۔یہ بھی اپنے خاوند کے نقش قدم پر شعبہ لجنہ کی فعال کارکن رہیں اور بچوں کو قرآن مجید پڑھانے کی خدمت بھی سرانجام دیتی رہیں۔

ڈاکٹر الحاج منیر احمد صاحب

مکرم ڈاکٹر منیر احمد صاحب کا تعلق پبی جماعت سے رہا ہے۔ان کے والد مکرم ڈاکٹر الحاج عبدالغفور صاحب پبی جماعت کے بانیوں میں سے تھے۔پبی جماعت کا قیام ۱۹۵۲ء میں مکرم حکیم فضل محمد صاحب کی کوشش سے ہوا۔اس وقت مکرم دانشمند خان صاحب اس کے پہلے صدر اور مکرم حکیم صاحب اس جماعت کے سیکرٹری مال مقرر ہوئے۔دیگر اہم ممبران میں ڈاکٹر منیر احمد صاحب کے علاوہ ڈاکٹر عزیز الدین صاحب، فقیر اللہ خان صاحب آف ترناب فارم، ملک ظفر الحق صاحب اور مکرم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب تھے۔

پبی جماعت کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ سابق امام مسجد لندن مکرم بشیر احمد رفیق صاحب اور مکرم سعید احمد سہیل صاحب مربی سلسلہ کا تعلق اسی جماعت سے ہے۔

ڈاکٹر منیر احمد صاحب نے ابتدائی تعلیم ربوہ میں حاصل کی۔ وہاں پر ہی خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی جس کے نتیجہ میں ان کو ۱۹۷۳ء میں حج کرنے کی سعادت ملی اور اسی طرح قادیان بھی جانے کا موقع ملا۔ الحمدللہ۔

مکرم ڈاکٹر منیر احمد صاحب کی شادی مکرم مولوی خلیل الرحمن صاحب والد مکرم ڈاکٹر حمید الرحمن صاحب کی بیٹی سے ۱۹۶۷ء میں ہوئی۔ جن سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ ناصر احمد نور صاحب، عدیل احمد نوید صاحب، فواد جواد خاں اور جمیل احمد توصیف۔ سارے ہی بچے جماعت کے خادم اور کارکن ہیں۔

۱۹۷۴ء میں مکرم منیر احمد صاحب اور جماعت پبی کے تمام افراد کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی جائیدادیں تباہ کر دی گئیں اور ایک عرصہ تک مکمل بائیکاٹ کیا گیا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے سب ہی ثابت قدم رہے اور بعد میں خدا تعالیٰ کی بے شمار عنایات کے مورد ہوئے۔ آج کل ڈاکٹر صاحب مع فیملی امریکہ میں مقیم ہیں۔

عبداللہ جان صاحب

مکرم عبداللہ جان صاحب اس وقت پشاور شہر کے مقامی امیر ہیں۔ آپ کا تعلق شیخ محمدی نزد پشاور سے ہے۔ اگرچہ آپ کے والد ملک عبدالصمد صاحب کا تعلق جماعت غیر مبائعین سے تھا تاہم وہ جماعت مبائعین سے محبت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان کی اولاد پر خاص فضل فرمایا۔ اور مبائع احمدی ہونے کی انہیں سعادت مل گئی۔ آپ نے جماعت کی کئی حیثیتوں میں خدمت کی ہے اور محترم ارشاد احمد خان صاحب کے بعد پشاور شہر کے امیر کے طور پر خدمت بجالا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی سے مقبول خدمات دینیہ کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین۔

صوبہ خیبر پختونخواہ میں شہداء احمدیت

الٰہی جماعتوں کے لئے ایک روحانی انعام شہادت کا ہے جس کا ذکر سورہ نساء آیت ۷۰ میں بیان کیا گیا ہے۔ جماعت احمدیہ میں اس انعام کے پہلے سرخیل حضرت سید عبداللطیف آف خوست افغانستان تھے۔ اسی طرح ان کے شاگرد مکرم عبدالرحمن صاحب تھے۔ انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں یہ قربانی پیش کی اور تاریخ احمدیت میں ان کی یہ قربانی ہمیشہ شاندار الفاظ سے یاد کی جائے گی۔

لیکن اس پر بس نہیں بلکہ ان شہادتوں کا سلسلہ کافی طویل ہے اور جماعت کی ترقی کے ساتھ یہ لازم وملزوم ہے۔ اسی لئے دنیا کے تمام خطوں اور خاص طور پر پنجاب میں ان شہادتوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ لیکن اس روحانی انعام سے حصہ لینے والے خوش قسمت افراد صوبہ خیبر پختونخواہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دیگر شہادتوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ہم یہ تفصیل حضور کے اپنے الفاظ میں پیش کر رہے ہیں۔

لیکن شہادت کا یہ انعام مومنین کے لئے ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔ چنانچہ خلافت خامسہ میں اس کی رفتار مزید بڑھ گئی ہے۔ لاہور میں جماعت کی دو مساجد میں ۲۸ رمئی ۲۰۱۰ء میں ہونے والی دہشت گردی میں شہداء کی تعداد ۸۶ ہے۔ اسی طرح دیگر ممالک میں بھی احمدی شہادت کا مقام پا رہے ہیں۔ ہم اس دور میں صوبہ خیبر پختونخواہ میں ہونے والے شہداء کا ذکر ضبط تحریر میں لا رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ ان سب شہداء کو اپنی بے شمار نعمائے جنت سے نوازے اور ان کو ان کی قربانیوں کو یاد رکھنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نوٹ۔ ان شہداء کے متعلق مواد کتاب ''شہدائے احمدیت'' شائع کردہ طاہر فاؤنڈیشن اور روزنامہ الفضل ربوہ سے لیا گیا ہے۔

مولوی عبدالغفور صاحب اور آپ کا کمسن بچہ مانسہرہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اب میں صوبہ سرحد میں ہونے والی ایک شہادت کا ذکر کرتا ہوں یہ کیونکہ ایسے ضلع کی شہادت ہے جو کبھی سرحد میں شمار ہوتا ہے، کبھی پنجاب میں شمار ہوتا ہے یعنی ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ۔

مولوی عبدالغفور صاحب، آپ دس برس کی عمر میں قادیان پہنچے اور ۱۹۰۶ء میں حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو قادیان کی پیاری اور پرنور بستی سے اس قدر محبت اور عقیدت ہوگئی کہ اپنے بڑے بھائی حکیم نظام جان صاحب کو بھی آنے کی ترغیب دی جس پر حکیم صاحب مستقل ہجرت کر کے قادیان ہی کے ہو گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ اذان سے پہلے اٹھتے اور اپنے ملازم کو ہمراہ لے کر دریا سے پار چکیوں پر چلے جاتے تھے۔ نماز فجر وہیں ادا کرتے اور اسی عرصہ میں ان کا سات سال کا بچہ عبداللطیف چائے لے کر وہاں پہنچ جاتا۔ دونوں ناشتہ کرتے اور زمین کی دیکھ بھال کے بعد اپنے گاؤں لوٹ آتے۔

۲۱ رستمبر ۱۹۵۱ء کو بوقت صبح اٹھ بجے آپ اپنے بچے عبداللطیف کو لے کر اپنے گھر سے پن چکیوں کی نگہداشت کے لئے نکلے۔ آپ چار فرلانگ تک گئے تھے کہ ایک کمین گاہ سے آپ پر بندوق کا فائر کیا گیا۔ اس کے بعد آپ کو اور آپ کے بچے کو کلہاڑی سے شہید کر دیا گیا۔ ظالم قاتل بھاگ گئے اور بے گور و کفن لاش کی نگرانی آپ کا گھریلو کتا کرتا رہا جو کبھی آپ کی نعش کی طرف جاتا اور کبھی ان کے بچے کی نعش کی طرف جاتا تھا۔ بس دیکھو کتے کو بھی خدا تعالیٰ نے ان بدبختوں پر فضیلت بخشی ہے۔ وہ شہید کی نعشوں کی نگرانی کرتا رہا تھا اور ظالم اس سے لاپرواہ ہو کر اپنی خباثتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ مولوی عبدالغفور صاحب نے اپنے پیچھے ایک

بیوہ، تین لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔ اب ان سب کے خاندان گواہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتنے فضل نازل فرمائے ہیں۔ دنیا تو ان واقعات کو بھول سکتی ہے مگر خدا تعالیٰ کبھی نہیں بھولتا اور اپنے بے شمار انوار کے ذریعہ ان کی اولاد در اولاد پر ثابت کرتا چلا جاتا ہے کہ تم جو کچھ دنیا میں پا رہے ہو اور جو آخرت میں پاؤ گے وہ تمہارے بزرگ شہداء کی برکت ہے۔''

داؤد جان صاحب شہید

محترم داؤد جان صاحب ۱۹۵٦ء میں شہید ہوئے۔ یہ بھی صوبہ سرحد کے ہیں اور وہیں شہید کئے گئے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۵٦ کو خطبہ ثانیہ کے بعد حضرت مصلح موعود نے نماز ہائے جنازہ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ ''چوتھا جنازہ جو بہت تکلیف دہ ہے کابل کے ایک احمدی دوست داؤد جان صاحب کا ہے۔ یہ مخلص دوست جلسہ پر ربوہ آئے ہوئے تھے۔ واپس گئے تو بعض لوگوں نے انکی حکام کے پاس شکایت کر دی۔ انہوں نے بلا کر دریافت کیا کہ کیا تم ربوہ گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں ربوہ گیا تھا۔ اس پر انہیں قید کر دیا گیا مگر ان کی قوم کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔ چنانچہ ایک بہت بڑے ہجوم نے قید خانے پر حملہ کر دیا اس کے دروازے اور کھڑکیاں توڑ دیں اور پھر انہیں نکال کر باہر لے آئے اور کھلے میدان میں کھڑا کر کے ان کو شہید کر دیا۔''

ان کی شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

''مرنا تو سب نے ہے لیکن اس قسم کی موت بہت دکھ اور تکلیف کا موجب ہوتی ہے اور مارنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق بناتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوماً** کہ تو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آ گئی ہے لیکن ظالم کی مدد کیسے کی جائے۔ آپ نے فرمایا ظالم کو ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔ پس تم دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کی حفاظت فرمائے اور جن لوگوں نے غلطی کی ہے انہیں بھی ہدایت دے تا بجائے اس

کے کہ وہ احمدیوں کے خلاف تلوار اٹھائیں ان کے دل احمدیت کے نور سے منور ہو جائیں اور انہیں نیکی کی راہوں پر چلنے کی توفیق نصیب ہو۔''[1]

حضرت مصلح موعود کے خطبہ فرمودہ ۳۰ مارچ ۱۹۵۶ مطبوعہ الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کھلے میدان میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب کوہاٹ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے فرمایا:

''اب حضرت مصلح موعود کے دور میں ہونے والی بے شمار شہادتوں میں سے اب میں ایک آخری شہادت کا ذکر کرتا ہوں۔ شہید مرحوم ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب ابن خان میر خان صاحب افغان تھے۔ یہ خان میر خان حضرت مصلح موعود کے ایک جانثار محافظ تھے اور ایسا کام کرتے تھے صرف حفاظت کا ہی نہیں بلکہ سامان وغیرہ بھی خود اُٹھا اُٹھا کر گاڑیوں میں رکھنا اور بچوں کی حفاظت کرنا، ان کی بھی دلداری کرنی۔ غرضیکہ حضرت مصلح موعود کے پہرہ داروں میں سے خان میر ایک بے مثل پہرہ دار تھے۔

مریم سلطانہ جو ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب، آپ کے بیٹے کی بیگم اور آپ کی بہو تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ ضلع کوہاٹ کے علاقہ ٹل میں مقیم تھی۔ اس علاقے میں کوئی احمدی گھرانہ نہ تھا۔ ۱۹۵۶ء میں وہاں مخالفت کی آگ بہت بھڑکی۔ ۲۹ رجون ۱۹۵۶ء کو مخالفین میرے خاوند کو دھوکہ دے کر ایک مریض کے علاج کے لئے پانچ چھ میل دور علاقہ غیر میں لے گئے۔ یہ سراسر جھوٹ بول کر لے جانے والا گاؤں کا ایک ملاں تھا۔ اس نے انسانی ہمدردی کے نام پر ان سے اپیل کی کہ سات میل دور تمہیں

[1] (روزنامہ الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۵۶)

جانا پڑے گا مگر ایک مریض ہے اور اس کی خاطر اگر تمہارے دل میں سچی ہمدردی ہے انسانیت کی تو وہاں پہنچو اور اس کا علاج کرو لیکن جونہی یہ بدبخت گاؤں پہنچا اس نے نہایت غضب ناک آواز میں اعلان کیا کہ یہ قادیانی ڈاکٹر ہے میں اسے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ اسے گولی نہ ماردوں اور وہیں گولی مار کر شہید کر دیا۔

مریم سلطانہ کو شہادت کی خبر ملی تو ارد گرد کوئی بھی ان کا ہمدرد نہ تھا۔ سب مخالف تھے۔ لیکن بڑی بہادر خاتون تھیں۔ یہ ہمت کر کے بچوں کو خدا کے سپرد کر کے اپنے میاں کی نعش لینے کے لئے نکل کھڑی ہوئیں۔ جس قسم کے حالات تھے نعش کا ملنا ممکن نظر نہیں آتا تھا لیکن آپ لاش کی تلاش میں سرگرداں پھرتی رہیں۔ کہتی ہیں کہ میں لاش تلاش کرتی پھرتی تھی اور شہر کے لوگ میرے شوہر کے قتل پر خوشیاں منا رہے تھے۔ میں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا پھر کوئی میرے غم میں شریک نہ تھا۔ آخر انہوں نے یعنی مریم نے لاش حاصل کر ہی لی اور ٹرک کا انتظام بھی خود ہی کیا۔ بڑی بہادر خاتون تھیں، خود اکیلے ہی سارے کام کئے۔ ٹرک کا انتظام کر کے اس میں لاش رکھ کر چاروں بچوں کو ہمراہ لے کر ربوہ روانہ ہو گئیں۔

وہ کہتی ہیں کہ میں آہوں اور سسکیوں میں زیر لب دعائیں کرتی رہی اور ان کے شوہر کی دکان بھی لوٹ لی گئی۔ قاتل وہاں دندناتا پھر رہا تھا لیکن کوئی اسے پکڑنے والا نہ تھا لیکن خدا کی پکڑ سخت ہوتی ہے۔

اب یہ وہ آخری بات ہے جس سلسلہ میں جماعت کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی احمدیوں کو شہید کرنے والے ظالم لوگ ہیں ان کی خبر تو لے کر دیکھیں کہ حکومت کی پکڑ سے تو وہ بچ گئے ان پر خدا کی کیسی پکڑ آئی۔ میں جب وقف جدید میں تھا مجھے یہ شوق تھا، میں جستجو کیا کرتا تھا تو ایک خاندان کے

متعلق جس نے بہت ظالمانہ طریق پر ایک احمدی کو مارا تھا اس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ سارا خاندان ایک حادثہ میں بس میں جل گیا اور تمام کے تمام جل کر مر گئے۔ پس اس پہلو سے بھی مجھے شوق تھا کچھ مواد میں نے اکٹھا کروایا تھا وہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کہاں گیا۔ لیکن احمدی محققین کو یا جن جن علاقوں میں یہ لوگ بستے ہیں جو قتل کرنے کے بعد دندناتے پھرتے تھے ان کے علاقے کے احمدیوں کو چاہئے کہ ان کے حالات جمع کریں اور دیکھیں کہ خدا کی تقدیر نے ان کو کیسے آ پکڑا۔

اب ان کے بیان کے متعلق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ یہ شخص جو دندناتا پھرتا تھا یہ پاگل ہو گیا اور دیوانگی کی حالت میں گلیوں میں نیم برہنہ پھرتا رہا اور کچھ عرصہ نظر آنے کے بعد کہیں ہمیشہ کے لئے گم ہو گیا۔ وہ ملاں جو مریض دکھانے کے بہانے ڈاکٹر کو بلانے آیا تھا وہ بھی اپنے بھائی کے ہاتھوں بیوی بچوں سمیت قتل ہو گیا۔ تو اللہ کی پکڑ ڈھیل تو دکھاتی ہے مگر بہت سخت ہوا کرتی ہے۔ مگر ہمارے ارباب حل وعقد کو تو خدا کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ تو تاریخ ان کو بتائے گی کہ یہ کہاں جا رہے ہیں اور کس گڑھے میں کود رہے ہیں اور سارے ملک کو اپنے ساتھ جہنم میں داخل کر رہے ہیں۔

آج کل جو وہاں حال گزر رہا ہے گلی گلی لوگ ظلم کا شکار بن چکے ہیں، اتنے بھیانک مظالم ہو رہے ہیں کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَّسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا کی تقدیر ہے جو پاکستان میں چلتی دکھائی دے رہی ہے۔ مزقھم کی چکی کے نیچے یہ سارے پیسے جا رہے ہیں اور کسی کو پتہ نہیں کہ ابھی مرنے کے بعد ایک اور چکی میں بھی پیسے جائیں گے جس کا پیسا جانا ہمیشہ کے لئے یا اتنے لمبے عرصہ کے لئے ہے جسے ہمیشگی کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

صوبیدار خوشحال خان صاحب

مکرم صوبیدار خوشحال خان صاحب تاریخ شہادت ۲۹ر مئی ۱۹۴۲ء۔

آپ صوابی ضلع مردان میں ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے دوسرے بھائی جمعدار سلطان محمد خان صاحب تھے۔ اب ان کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں۔عین ان کے ساتھ بھی احمدیت کا ایک معجزہ ہوا ہے کہ ان کے خاندان کی تیس بتیس پشتوں سے جہاں تک ان لوگوں کو یاد تھا یہ سلسلہ چلا آ رہا تھا کہ دو بیٹے ہوتے تھے ایک لاولد مرجاتا تھا پھر دوسرے کے بھی دو بیٹے ہوتے تھے اور اس میں سے ایک لاولد مرجاتا تھا۔ پھر آگے اس کے بھی دو بیٹے ہوتے تھے۔ یہ ایک حیرت انگیز سنت تھی جو بڑی دیر سے چلی آ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے احمدیت قبول کرنے سے یہ طریق بدل ڈالا اور آپ کو بیٹوں، پوتوں اور پڑپوتیوں سے نوازا یعنی دو بیٹوں والا قصہ ختم ہو گیا پھر کثرت سے ان کے بیٹے بیٹیاں بھی ہوئے پوتے بھی ہوئے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس دور میں قاضی محمد یوسف صاحب آف پشاور کے زیر تبلیغ تھے مگر احمدیت قبول کرنے کی توفیق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دور خلافت میں ملی۔ آپ خلیفۃ المسیح الثانی کی زیارت ایک خواب میں پہلے بھی کر چکے تھے۔

آپ کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔

واقعہ شہادت کی تفصیل یہ ہے: احمدیت کی وجہ سے آپ کے گاؤں میسنی تحصیل صوابی ضلع مردان میں آپ کی بہت مخالفت تھی۔ ۲۹ر مئی ۱۹۴۲ء کو آپ حسب معمول ٹوپی سے نماز جمعہ ادا کر کے اپنے گاؤں واپس جا رہے تھے کہ رستے میں ان کے گاؤں موضع مینی اور صوابی کے درمیان انہیں بعض نامعلوم لوگوں نے گولیاں برسا کے شہید کر دیا۔ قاتل جائے واردات پر ایک خط چھوڑ کر گئے جس میں لکھا تھا کہ قادیانی مذہب چھوڑ دو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین خراب مت کرو ورنہ سب قتل کر دیئے جاؤ گے۔ آپ نے اپنے پیچھے نو بیٹے، تین بیٹیاں اور متعدد نواسے نواسیاں بطور یادگار چھوڑے ہیں۔''

محمد اکرم خان درانی صاحب چارسدہ ضلع پشاور

''اب پھر واپس صوبہ سرحد چلتے ہیں۔ محترم محمد اکرم خان صاحب چارسدہ ضلع پشاور۔ تاریخ شہادت ۱۰رجنوری ۱۹۵۰ء۔ آپ نے مولوی محمد الیاس صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کی، پہلے پیغامی ہوا کرتے تھے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر دستی بیعت کی۔ بڑے مخلص احمدی رہے۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ مطالعہ کتب کا جنون تھا۔ کچھ عرصہ نائب تحصیلدار رہے۔ دفتر چیف کمشنر سرحد میں میر منشی بھی رہے۔ بعد میں زمینداری اختیار کی اور چارسدہ کے قریب موضع ''ڈب'' آباد کیا۔ ڈب میں ہی تھے کہ کسی انگیخت پر ایک نامی گرامی بدمعاش نے ۱۰رجنوری بروز منگل بندوق سے فائر کر کے شہید کر دیا۔

حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

> ''وہ چھہتر سال کی عمر کے تھے اور ایک رئیس خاندان میں سے تھے۔ یہ وہی ہیں جن کے متعلق ان کے بھائی نے بیان دیا تھا کہ ہم نے ایک اٹھنی احمدیوں کو دے دی ہے اور ایک اٹھنی غیر احمدیوں کو۔ یہ پہلے پیغامی جماعت کے ساتھ تھے بعد میں مبائعین میں شامل ہو گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی شہادت میں بعض مولویوں کا ہاتھ ہے''

وہ تو لازماً ہوگا چونکہ قطعی شہادت حضرت مصلح موعود کو نہیں ملی تھی اس لئے یہی خیال کیا جاتا ہے۔''

محمد رستم خان صاحب خٹک آف جلوزئی

یوم شہادت ۱۱رفروری ۱۹۶۶ء۔ ''مکرم رستم خان صاحب شہید کو خلافت ثالثہ کے دور میں پہلا شہید ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ اگرچہ ان کے حالات بہت حد تک جماعت کی تاریخ میں محفوظ ہیں لیکن ان کے بعض بچوں نے حال ہی میں جو واقعات لکھ کر بھجوائے ہیں غالباً وہ زیادہ مکمل ہیں اس لئے انہی کے بیان پر اکتفاء کرتے ہوئے اس شہادت کا تذکرہ کرتا ہوں۔

نام رستم خان خٹک شہید۔ پشاور کے قریب ایک گاؤں جلوزئی کے رہنے والے تھے۔ خود احمدی ہوئے تھے اور اپنے گاؤں بلکہ آس پاس کے کئی گاؤں میں اکیلے احمدی تھے۔ احمدی ہونے پر سارا گاؤں ان کا مخالف ہو گیا اور انہیں گھر سے نکال دیا گیا، جائیداد سے عاق کیا گیا۔ ان پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا گیا کہ قادیانیت سے توبہ کر لو۔ ان کے بچوں میں پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ چچا وغیرہ چاہتے تھے کہ ان کی نسل کو ہی ختم کر دیا جائے۔ بیٹیوں کو گاؤں لے جا کر بیچنے کی سازش کی گئی۔ بیٹے عبدالحمید حال راولپنڈی کو بارہا جان سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ شہید اپنی سروس کے سلسلہ میں زیادہ تر باہر رہتے تھے۔ گاؤں کی مسجد کے مولوی نے فتویٰ دیا کہ جو کوئی رستم خان کی نسل کو ختم کرے گا وہ جنتی ہوگا۔ ان کی بیگم کو ایک دو دفعہ کسی مرگ پر گاؤں جانا ہوا تو کھانے پینے کے برتن الگ ہوتے تھے۔ سب اچھوتوں والا سلوک کرتے تھے۔ کھانے میں زہر ملانے کی بھی سازش کی گئی جو کہ ناکام ہوئی۔

جب ۹ فروری ۱۹۶۶ء کو شہید کے والد کی وفات ہوئی تو ان کی لاش لے کر بچے گاؤں گئے گاؤں پہنچتے ہی تمام گاؤں میں مولوی نے اعلان کیا کہ:

> ''لوگو! خوش ہو جاؤ، آج رستم خان قادیانی آیا ہے۔ اس کو قتل کر دو اور اس کی اولاد کو علاقہ غیر میں بیچ دو یا پھر گاؤں میں بیاہ دو۔ اس کا ایک بیٹا ہے اس کو مار ڈالو اور اب جو بھی ثواب کمانا چاہتا ہے، بہادر بنے اور سامنے آئے کیونکہ جنت کمانے کا ذریعہ سامنے آیا ہے۔''

رات کو رستم شہید کے والد کی تدفین سے پہلے یہ اعلان ہوا تو انہوں نے اپنی بیگم کو بلا کر کہا کہ تم کسی طرح سے اپنے بھائیوں عبدالسلام اور عبدالقدوس کو اطلاع کر دو کہ وہ تعزیت کے بہانے گاؤں آئیں اور بچوں کو ساتھ لے جائیں کیونکہ حالات ٹھیک نہیں ہیں اور مجھے بیٹیوں کا خطرہ ہے۔

دوسری طرف بیٹا عبدالحمید جوان دنوں کیڈٹ کالج حسن ابدال میں پڑھتا تھا اور اٹھارہ سال کا تھا، دادا کی وفات پر گاؤں آ رہا تھا۔ جونہی وہ گاؤں پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص منہ پر

ڈھاٹا باندھے گاؤں کے باہر جہاں ویگن رکتی ہے، ایک جگہ چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ عبدالحمید نے اس کو دیکھ لیا اور پیچھے سے جا کر پکڑ لیا۔ دیکھا تو وہ اس کا چچا تھا۔ اس نے کہا چچا آپ۔ چچا گھبرا کر بولا کہ ہاں میں تمہاری حفاظت کے لئے بیٹھا ہوں کیونکہ لوگ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے جب یہ واقعہ اپنی امی کو سنایا تو وہ اور بھی پریشان ہو گئیں اور انہیں اور دوسرے بچوں کو ماموں کے آنے پر وہاں سے نکلوا دیا۔

دوسرے روز ۱۱رفروری ۱۹۶۶ء کو رستم خان شہید صبح کی نماز کے لئے وضو کرنے کھیتوں کی طرف جا رہے تھے کہ فائر کی آواز آئی۔ ان کی بیگم یہ آواز سن کر باہر کی طرف بھاگیں۔ پیچھے سے رستم شہید کے بھائیوں نے پکڑ لیا لیکن وہ چونکہ پہلے سے چوکنا تھیں اس لئے ان کو دھکا دے کر باہر نکل گئیں۔ باہر جا کر دیکھا تو دشمن اپنا کام کر چکے تھے اور ان کے خاوند راہِ مولیٰ میں شہید ہو چکے تھے۔ اب وہ بچوں کو ڈھونڈنے نکلیں لیکن بچے تو وہاں سے پہلے ہی نکل چکے تھے۔ ان کی بیگم کو اللہ تعالیٰ نے صبر کی طاقت دی۔ گاؤں کے مولوی نے آ کر کہا کہ کس پر رپورٹ درج کرو گی۔ انہوں نے کہا یہ معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ تم سب لوگ راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں اپنے خاوند کی لاش کو پشاور لے کر جاؤں گی اور وہاں ہماری جماعت کے لوگ دفن کریں گے۔ ایک بیوہ عورت کی دلجوئی کی بجائے تمام گاؤں والے ان پر دباؤ ڈالنے لگے کہ اس کو یہیں دفنا دو اور بچوں کو ہمارے سپرد کر دو تا کہ ہم انہیں پھر مسلمان بنا لیں۔

اس وقت ان کی بیگم نے نعش کے سامنے ایک تقریر کی کہ:

> ''آج تو میں اپنے خاوند کی لاش کو یہاں سے لے کر جا رہی ہوں۔ یاد رکھنا کہ جس سچائی کو رستم خان نے پایا تھا، میں اور میری اولاد اس سے مڑنے والے نہیں۔ انشاء اللہ رستم خان کی نسل پھیلے گی۔''

تمام لوگوں نے کہا کہ یہ عورت پاگل ہو گئی ہے۔ بجائے بین کرنے کے بڑی بڑی باتیں کرتی ہے۔ اگلے دن ان کی بیگم شہید کی لاش لے کر پشاور آئیں اور وہاں تدفین ہوئی۔

دشمنوں کا انجام

ایک سال کے اندر اندر ان کے ایک بھائی جس نے ان کے بیٹے حمید کو بھی مارنے کی کوشش کی تھی۔اس کا جواں سال اکلوتا بیٹا کنوئیں میں ڈوب کر مر گیا۔دوسرے چچا کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔تیسرے چچا کو ناگہانی موت آ گئی۔کچھ پتا نہیں چلا کہ کیوں مرا اور ایک چچا کا سارا گھر اچانک بارشوں سے گر گیا اور اس کے دو بچے موقع پر ہی مر گئے۔

رستم خان شہید کے پسماندگان

مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں چھوڑیں۔بیٹا کرنل عبدالحمید خٹک راولپنڈی میں رہتے ہیں۔بڑی بیٹی شمیم اختر صاحبہ کرنل نذیر احمد صاحب کی اہلیہ ہیں اور امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔دوسری بیٹی رقیہ بیگم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب کی اہلیہ ہیں۔تیسری بیٹی یاسمین ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب امریکہ کی اہلیہ ہیں۔چوتھی بیٹی نگہت ریحانہ بھی امریکہ میں ہیں اور ناصر احمد کی اہلیہ ہیں۔پانچویں بیٹی ناہید سلطانہ صاحبہ کرنل اویس طارق صاحب کی اہلیہ ہیں اور کینیڈا میں مقیم ہیں۔''

نقاب شاہ مہمند صاحب مردان

''مکرم نقاب شاہ مہمند صاحب ولد محمد شاہ آف مردان۔تاریخ شہادت ۸/جون ۱۹۷۴ء۔ آپ بازید خیل کے رہنے والے تھے۔آپ کے والد کا نام محمد شاہ تھا جو احمدی نہیں تھے مگر آپ کے دادا گل فراز صاحب غیر مبائع احمدی تھے۔

واقعہ شہادت

نقاب شاہ مہمند صاحب ۸/جون ۱۹۷۴ء کو پشاور کے اندرون کے ایک بجے سائیکل پر جاتے ہوئے ۳۷ سال کی عمر میں شہید کر دیئے گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ ٹیچر تھے اور ٹیچر ایسوسی ایشن کے صدر تھے۔آپ مکرم الطاف خان صاحب کے داماد تھے۔ شہید کرنے والا بظاہر ان کا دوست تھا۔جب کسی نے پکڑنے کو کوشش کی تو اس نے آواز دی کہ قادیانی تھا

مار دیا۔ میرا پیچھا کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اہلیہ زندہ ہیں اور امریکہ جا چکی ہیں۔"

صوبیدار غلام سرور اور اسرار احمد خاں صاحب آف ٹوپی

"صوبیدار غلام سرور صاحب اور ان کے بھتیجے اسرار احمد خان صاحب آف ٹوپی ضلع مردان۔ یوم شہادت ۹؍جون ۱۹۷۴ء۔ صوبیدار غلام سرور صاحب کا آبائی گاؤں مینی ہے جو ٹوپی سے دس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ پاک فوج کے محکمہ انٹیلی جنس میں ایریا افسر تھے۔ ٹوپی میں جب حالات خراب ہو رہے تھے تو ایک غیر احمدی بوڑھے شخص نے جو لکڑی کا کام کرتا تھا، آپ کو بتایا کہ لوگ آپ کو قتل کرنے کا پروگرام بنا چکے ہیں اس لئے آپ کہیں اور چلے جائیں۔ آپ نے اس کو جواب دیا کہ اگر مجھے دین حق کی خاطر شہادت نصیب ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اور کون سی خوش بختی اور سعادت ہوگی۔

واقعہ شہادت

۹؍جون ۱۹۷۴ء کو ٹوپی قصبہ کے محلہ خوشحال آباد میں شر پسندوں نے قتل و غارت، لوٹ مار اور آتشزدگی کا بازار گرم کئے رکھا۔ اس دن آٹھ احمدیوں کو شہید کیا گیا اور ستر سے زائد مکانات، ڈیوڑھیاں، حجرے، بنگلے اور دکانیں تباہ کی گئیں۔ آپ اور آپ کا بھتیجا اسرار احمد گھر پر ہی موجود رہے۔ آپ کے مکانوں کی پچھلی طرف واقع قبرستان کی طرف سے پر جوش ہجوم کے لوگ حملہ آور ہوئے۔ اگرچہ آپ نے حفظ ماتقدم کے طور پر فائر کر کے انہیں ڈرایا مگر وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ ان میں سے ایک حملہ آور نے آپ کو گولی ماردی جس سے آپ موقع پر ہی جام شہادت نوش کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

شہادت کے بعد ان بدبختوں نے آپ کے بے جان جسم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ پھر آپ کی نعش کو گھسیٹ کر گلی کے چوراہے پر لے آئے پتھر مار مار کر بری طرح کچلا اور اپنی دانست میں مسخ کر دیا۔ آپ موصی تھے لیکن حالات کی سنگینی کے پیش نظر آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے بھائی مکرم احمد جان خان صاحب نے حضرت خلیفۃ الثالث کی خدمت میں

آپ کی میت ربوہ بہشتی مقبرہ دفن کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضور نے ان کو جواب دیا کہ شہید جہاں دفن ہوتا ہے وہی جگہ اس کے لئے جنت ہوتی ہے۔ ایک وقت آئے گا جب ان شہداء کی قربانی رنگ لائے گی اور لوگ کہیں گے کہ یہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کو احمدیت کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق ملی۔ البتہ حضور نے بہشتی مقبرہ میں آپ کا یادگاری کتبہ کی اجازت مرحمت فرمائی جس کی تعمیل کر دی گئی۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر باون سال تھی۔ آپ کی بیوہ مکرمہ فہمیدہ بیگم صاحبہ آج کل ربوہ میں اپنے بچوں کے پاس مقیم ہیں۔ بچوں میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں آپ کی یادگار ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے مکرم آفتاب احمد خان صاحب شادی شدہ ہیں اور بیوی بچوں سمیت متحدہ عرب امارات میں بسلسلہ روزگار مقیم ہیں۔ دوسرے بیٹے مکرم انوار احمد خان صاحب بھی شادی شدہ ہیں اور بمعہ اہل وعیال ربوہ میں ہیں۔ خان بابا سپر سٹور کے نام سے گول بازار ربوہ میں گارمنٹس اور جنرل سٹور کا کام کرتے ہیں۔ تیسرے بیٹے مکرم امین احمد خان صاحب ہیں۔ بیٹیوں کے اسماء حسب ذیل ہیں:

مکرمہ رسول بیگم صاحبہ زوجہ مکرم محمد اقبال خان صاحب جو چپ بورڈ فیکٹری جہلم میں ملازم ہیں۔ مکرمہ فرحت حسین صاحبہ زوجہ مکرم بشیر احمد خان صاحب جو تربیلا میں اپنا کام کر رہے ہیں اور مکرمہ امتہ المجیب صاحبہ زوجہ اعجاز احمد خان صاحب ہیں جو راولپنڈی میں پرائیویٹ سروس کرتے ہیں۔

مکافات عمل

جس شخص نے آپ کو شہید کیا تھا اس پر جولائی ۱۹۷۴ء کے تیسرے ہفتہ میں آسمانی بجلی گری اور وہ جھلس کر مر گیا۔

آپ کے سگے بھتیجے مکرم اسرار احمد خان صاحب جنہیں آپ کے ساتھ ہی شہید کیا گیا تھا الحاج سلطان سرور خان صاحب آف ٹوپی ضلع مردان کے صاحبزادے تھے۔ شہادت سے کچھ عرصہ پہلے

یہ اپنے والد محترم کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ان کا میٹرک کا رزلٹ شہادت کے کچھ عرصہ بعد نکلا۔شہادت کے وقت عمر سولہ سترہ سال تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔شہادت آپ کی کنپٹی پر پستول کے فائر سے ہوئی۔شہادت کے بعد آپ پر پتھراؤ کیا گیا،خنجروں سے وار کئے گئے اور آخر ہجوم نے ازمنہ گزشتہ کے شہداء کی یاد تازہ کرتے ہوئے ان کی دونوں ٹانگوں کو مخالف سمتوں میں کھینچتے ہوئے ان کی لاش کو دونیم کر دیا۔ایک عورت یہ لرزہ براندام کرنے والا خونی کھیل نہ دیکھ سکی اور زور زور سے چیخنے لگی اور بلند آواز سے بددعائیں دینے لگی۔اس پر قاتلوں کی رائفلوں کا رخ اس کی طرف پھر گیا مگر کچھ لوگ آڑے آ گئے کہ یہ قادیانی نہیں ہے۔

اسرار احمد کو ان کے چچا صوبیدار غلام سرور شہید کے ساتھ ٹوپی میں ہی دفن کیا گیا۔ان کے پسماندگان میں والد مکرم الحاج سلطان سرور خان صاحب (جو کہ اب وفات پا چکے ہیں) اور والدہ مکرمہ امۃ الودود صاحبہ کے علاوہ تین بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔والدہ ربوہ میں مقیم ہیں۔جبکہ بڑے بھائی مکرم ابرار احمد خان صاحب مع اہل وعیال متحدہ عرب امارات میں مقیم ہیں۔دوسرے بھائی مکرم زبیر احمد خان صاحب بھی شادی شدہ ہیں اور مع فیملی جرمنی میں مقیم ہیں۔تیسرے بھائی اسرار احمد وقار خان صاحب غیر شادی شدہ ہیں اور ایف۔اے کے طالب علم ہیں۔یہ بھائی کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے۔والدین نے ان کا نام شہید بیٹے کے نام اسرار احمد خان وقار رکھا ہے۔پانچوں بہنیں ربوہ میں مقیم ہیں۔ان کے اسماء یہ ہیں:۔مکرمہ امۃ العزیز صاحبہ اہلیہ مکرم ریاض احمد خان صاحب۔مکرمہ یاسمین کوثر صاحبہ اہلیہ مکرم طاہر احمد خان صاحب۔مکرمہ آسیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم انوار احمد خان صاحب۔مکرمہ فرخندہ ناز صاحبہ اہلیہ مکرم عارف احمد خان صاحب۔اور مکرمہ فہمیدہ ناز صاحبہ۔یہ آخری ابھی غیر شادی شدہ ہیں اور بی۔اے کی طالبہ ہیں۔

مکافات عمل:

غیر احمدی عینی شواہد کے مطابق جس شخص نے اسرار احمد خان سے بربریت کا یہ سلوک کیا وہ اسی رات پاگل ہو گیا اور پاگل خانہ میں بند کر دیا گیا۔اس کی بیوی بھی ذہنی توازن کھو بیٹھی اور گھر میں ہر وقت رسیوں سے بندھی رہتی۔

محمد فخر الدین بھٹی صاحب ایبٹ آباد

''تاریخ شہادت: ۱۱رجون ۱۹۷۴ء۔ مکرم محمد فخر الدین بھٹی صاحب 1918ء میں گجرات کے ایک قصبہ جلال پور جٹاں میں پیدا ہوئے۔ ابھی چار پانچ سال کے تھے کہ والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ آپ نے میٹرک کا امتحان دیا تو والد بھی فوت ہوگئے۔ آپ نے پہلے فوج میں اور پھر پولیس کے محکمہ میں ملازمت کی، بعد میں تجارت بھی کرتے رہے۔ آخر ضلع ہزارہ کے ایک قصبہ میں ملازمت شروع کردی اور باقی زندگی ایبٹ آباد میں ہی گزاری۔ جب ۱۹۷۴ء میں احمدیوں کے خلاف ہنگامے شروع ہوئے۔ تو آپ نے نہ صرف اپنے گھر والوں کو بلکہ دوسرے احمدیوں کو بھی حوصلہ دیا۔

۱۱رجون ۱۹۷۴ء کو حالات بہت خراب تھے۔ آپ دفتر گئے تو کچھ دوستوں کے مجبور کرنے پر واپس گھر چلے گئے۔ اُس روز شہر میں اشتعال بہت زیادہ پھیل گیا تھا اور جلسے جلوس ہورہے تھے۔ آپ کے ایک بیٹے کے دوست جو فوج میں تھے، انہوں نے ایک ٹرک بھیجا کہ اپنا قیمتی سامان لے کر ان کے ہاں آجائیں لیکن آپ نے انکار کردیا۔ بیوی نے چلنے پر اصرار کیا تو کہنے لگے کہ اگر گھبرا گئی ہو تو بچوں کو لے کر جہاں جانا چاہو چلی جاؤ۔ میں تو کہیں نہیں جاؤں گا۔ پھر آپ نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل کے واقعات بیان کئے کہ انہوں نے پتھروں کی بارش میں مسکراتے ہوئے جان دے دی اور دشمن کے سامنے سر نہ جھکایا۔

آپ کی بیٹی مکرمہ روبینہ خلیل صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ شام ساڑھے چار بجے ایک بہت بڑا جلوس گھر پر حملہ آور ہوا اور گیٹ توڑ کر اندر آگیا پھر اندرونی دروازہ توڑنے کی کوشش شروع کی تو شہید مرحوم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ دروازے کو اندر سے سہارا دیئے کھڑے رہے۔ جب آدھا دروازہ ٹوٹ گیا تو آپ نے مجبوراً فائرنگ کی جس سے جلوس بھاگا اور باہر نکل کر چاروں طرف سے گھر پر شدید پتھراؤ شروع کردیا۔ جب کھڑکیوں اور روشندانوں کے شیشے ٹوٹ گئے تو اہل خانہ نے صحن کے درخت کے ذریعے ہمسائیوں کے گھر چھلانگ لگادی۔ اس پر جلوس نے

بہت شور مچایا اور ایک لڑکا حملہ کرنے کے لئے چھت پر چڑھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر سکتا۔ شہید مرحوم نے اُسے گولی ماردی اور اُس کی لاش جلوس کی طرف پھینک دی۔ اس کے بعد کسی اور کو چھت پر چڑھنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن اب ہمسایہ کے گھر پر پتھراؤ شروع ہو گیا اور شہید مرحوم اکیلے اپنے گھر کے صحن میں کھڑے رہ گئے۔

بیوی بچے ہمسایوں کے ایک غسل خانے میں بند ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہمسایہ نے اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو جیپ میں باہر بھجوا دیا اور بعد میں دشمن کو کہہ دیا کہ فخر الدین کے بیوی بچے بھی اُنہی کے ساتھ نکل گئے ہیں۔ مشتعل ہجوم فخر الدین بھٹی صاحب کے گھر پر دوبارہ حملہ آور ہوا تو شہید مرحوم کے پاس گو پستول تو تھا لیکن گولیاں ختم ہو گئی تھیں بپھرا ہوا ہجوم آپ پر ٹوٹ پڑا۔ آپ کے گھر کو آگ لگا دی اور آپ کو آگ میں پھینکا گیا لیکن آپ جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ جب بے بس ہو گئے تو ہجوم آپ کو مارتا ہوا میدان میں لے گیا۔ آپ کلمہ شہادت پڑھتے تو دشمن کہتا کہ اب موت کے ڈر سے مسلمان ہو رہا ہے۔ لیکن ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے۔ آپ جواب دیتے کہ میں موت سے نہیں ڈرتا تم نے جو کرنا ہے کرو، میں خدا کے فضل سے پکا مسلمان ہوں اور کافر تم ہو۔ کچھ لوگوں نے جب آپ کو بچانے کی کوشش کی تو انہیں بھی پتھر مارے گئے۔ اس پر آپ نے ہاتھ کے اشارے سے اُن لوگوں کو پیچھے چلے جانے کو کہا۔ ظالم پتھروں، چاقوؤں اور ڈنڈوں سے آپ پر وار کرتے رہے اور اسی طرح یہ بے خوف مجاہد کلمہ پڑھتے پڑھتے شہید ہو گیا۔ جب آپ پر پتھر برسائے جا رہے تھے تو آپ نے ایک دفعہ بھی اپنے چہرے کو بچانے کے لئے ہاتھوں سے چھپانے کی کوشش نہ کی۔ دشمن حیران تھا کہ اس شخص نے اتنی چوٹیں کھانے کے باوجود بھی ''اُف'' تک نہ کی۔ بعد میں یہی کہتے پھرتے تھے کہ یہ شخص لاکھوں میں ایک تھا، بہت ایماندار، مخلص اور خوبیوں والا تھا۔ بس ایک ہی کمی تھی کہ یہ مرزائی تھا۔

پھر ظالموں نے پروگرام بنایا کہ آپ کی لاش کو چوک میں لے جا کر پھانسی دے دی جائے۔ تب ایک شدید مخالف نے اس وقت عقل سے کام لیا اور آگے بڑھ کر دشمن کو اس حرکت

سے منع کیا۔ اتنے میں پولیس آپ کی لاش کو ایک چار پائی پر ڈال کر اُٹھا کر لے گئی۔ ان کا ایک وفادار کتا ان کی لاش کے گرد گھومتا رہا اور تین دن بھوکا رہنے کے بعد اس نے بھی صدمے سے جان دے دی۔

شہید کو راولپنڈی لے جا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ جو کتے کی موت ہے یہ بھی اپنے مالک سے وفاداری ظاہر کرتی ہے۔ لیکن انسان بدنصیب کو خدا کا وفادار ہونا نصیب نہیں۔''

محمد زمان خان صاحب اور مبارک احمد خان صاحب آف بالاکوٹ

''مکرم محمد زمان خان صاحب اور مکرم مبارک احمد خان صاحب پوڑی، بالاکوٹ تاریخ شہادت ۱۱؍جون ۱۹۷۴ء۔ مکرم سید بشیر احمد صاحب آف پھگلہ کے بیان کے مطابق مکرم محمد زمان صاحب اور ان کے بیٹے مبارک احمد خان صاحب کو دشمنان احمدیت نے ۱۱؍جون ۱۹۷۴ء کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا تھا۔ ان کی نعشوں کی بے حرمتی کی گئی۔ ان کے گھر بار جلا دیئے گئے اور ایک نعش کو بھی پٹرول چھڑک کر جلا دیا گیا۔

مکرم محمد زمان خان صاحب کے تین بیٹے منیر احمد خان صاحب، منور احمد خان صاحب اور محمود احمد خان صاحب ایم۔اے بقید حیات ہیں۔ مکرم محمود احمد صاحب ملازمت کرتے ہیں اور منیر احمد صاحب اور منور احمد صاحب کامیابی کے ساتھ ٹھیکیداری کرتے ہیں۔ چند ہفتے قبل مکرم بشیر احمد شاہ صاحب آف پھگلہ اور مکرم ناظر صاحب اصلاح وارشاد مرکزیہ ان کو مل کر آئے ہیں۔ مکرم محمد زمان خان صاحب کی اہلیہ ابھی زندہ ہیں اور ماشاء اللہ بڑی صابرہ وشاکرہ اور باہمت خاتون ہیں۔''

رخسانہ طارق صاحبہ مردان

''شہادت رخسانہ طارق صاحبہ شہیدہ، مردان: رخسانہ طارق صاحبہ ۹؍جون ۱۹۸۶ء کو عید کے دن شہید کی گئیں۔ ان کے والد کا بیان ہے کہ ایک عجیب بات ہے جو میں نے رخسانہ میں دیکھی وہ شادی کے چند دن بعد ہی اپنا جہیز بانٹنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مجھ سے اجازت لے کر سارا سامان غریب لڑکیوں میں تقسیم کر دیا۔ پوچھنے پر کہنے لگیں کہ میں نے امی جان سے کہا تھا کہ مجھے

صرف ایک چارپائی دے دیں۔ زندگی فانی ہے، اس کا کیا بھروسہ ہے؟ جتنی بھی غریبوں کی خدمت کرلوں مجھے راحت آتی ہے۔ ان کے میاں طارق صاحب بتاتے ہیں کہ غریبوں کی خدمت کر کے ان کے چہرے پر اتنی خوشی چمکتی تھی جیسے سورج نکل آیا ہو۔

عید کے دن رخسانہ نے عید پر جانے کا اِرادہ ظاہر کیا مگر طارق کے بڑے بھائی نے مخالفت کی اور ڈانٹ کر منع کر دیا مگر یہ نہ رکیں اور پرانے کپڑوں میں ہی عید کی نماز کے لئے چلی گئیں حالانکہ شادی کے بعد یہ ان کی پہلی عید تھی۔ عید کی نماز میں وہ بہت روئیں مگر گھر واپس آتے ہوئے بہت خوش تھیں۔ سب کے لئے ناشتہ تیار کیا۔ ان کے خاوند بتاتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ آج اتنی خوش کیوں ہیں؟ گھر میں سب کو خوشی سے ملیں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ ان کے آخری لمحات ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان کو شہادت کی اطلاع مل چکی تھی۔ اتنے میں طارق کا بڑا بھائی آیا اور آتے ہی اس نے رخسانہ پر گولیوں کی بارش برسادی۔ طارق کا بیان ہے کہ مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ جب میں اللہ کو پیاری ہو جاؤں تو مجھے پہاڑوں کے دامن میں دفن کرنا۔ وہ ربوہ ہی کے پہاڑ تھے جہاں پر وہ بالآخر دفن کی گئیں۔ شہیدہ کا تعلق سرگودھا سے تھا۔ آپ مکرم مرزا خان محمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ آپ کے شوہر اپنے سسر مرزا خان محمد صاحب کے پاس سرگودھا میں مقیم ہیں۔''

چوہدری ریاض احمد صاحب شب قدر مردان

شہادت چوہدری ریاض احمد صاحب شہید، شب قدر (مردان) ۹/اپریل ۱۹۹۵ء۔ مکرم چوہدری ریاض صاحب جولائی ۱۹۴۷ء میں ضلع لدھیانہ کی تحصیل جگراؤں کے ایک گاؤں ملہہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد چوہدری کمال الدین صاحب خود احمدی ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد مردان میں رہائش اختیار کی۔ چوہدری ریاض احمد نے مردان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہیں کاروبار شروع کیا۔ آپ نے بسلسلہ روزگار قریباً چھ سال ابوظہبی میں بھی قیام کیا جہاں سے آپ کو احمدی ہونے کی وجہ سے نکال دیا گیا۔ آپ اکثر خواہش کیا کرتے تھے کہ کاش مجھے بھی صاحبزادہ عبداللطیف کی طرح شہادت کی توفیق ملے۔ چنانچہ بارہا ان کو احمدیت کی خاطر تکلیفیں

پہنچیں۔ مردان میں ان پر چھری سے وار کیا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں سرگودھا ریلوے سٹیشن پر جن کو گولیاں لگیں ان میں یہ بھی شامل تھے اور جب انہیں گولی لگی تو فرمایا یہ تو ابھی آغاز ہے۔ گویا اسی وقت سے شہادت کی خواہش تھی اور جب تک زندہ رہے اسی نیت کے ساتھ زندہ رہے۔

ریاض شہید کے خسر محترم ڈاکٹر رشید احمد خان صاحب کی تبلیغ سے شب قدر مردان کے مکرم دولت خان صاحب کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ وہ چونکہ ایک طاقتور پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ان کے احمدی ہونے پر وہاں بڑا سخت ردعمل ہوا اور تمام علاقے میں ان کے متعلق قتل کے فتوے جاری ہونا شروع ہو گئے۔ دولت خان صاحب کے بھائیوں میں سے ایک بھائی سخت متشدد اور مخالفت میں پیش پیش تھا۔ اس نے افغانستان سے آئے ہوئے ایک ملاں سے ان کے قتل کا فتویٰ لیا مگر وہ پھر بھی وہاں رہتے رہے۔ آخر پولیس نے نقض امن کی دفعہ لگا کر ان کو جیل میں ڈال دیا۔

۹/اپریل ۱۹۹۵ء کی صبح جب رشید احمد صاحب اور ریاض احمد صاحب ان کی ضمانت کے لئے شب قدر گئے تو وہاں پانچ ہزار عوام کا ایک مشتعل ہجوم اکٹھا کیا جا چکا تھا اور ملاں فضل ربی بڑے زور کے ساتھ سنگسار کرنے کی تعلیم دے رہا تھا۔ چنانچہ عین احاطہ عدالت میں پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی موجودگی میں سب سے پہلے بڑے زور سے ریاض شہید کی پیشانی پر پتھر مارا گیا اور وہ نیم بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اسی حالت میں آپ پر مزید سنگ باری کی گئی۔ لیکن آپ مسلسل کلمہ کا ورد کرتے رہے۔ آپ کی آخری آواز بھی یہی تھی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد ازاں آپ کی نعش کو گھسیٹا گیا اس پر ان درندوں نے ناچ کیا اور یوں ان لوگوں نے اپنا درندہ ہونے کا ثبوت دیا۔ پولیس نے بھی ان کو بچانے کی بجائے ان کی نعش کو ٹھڈے مارے اور کہا کہ ہم بھی ثواب میں شریک ہو جائیں۔ پاکستان کی پولیس کو ثواب کا بس یہی موقع ملتا ہے اس کے سوا ان کو بھی ثواب کمانے کا موقع نہیں ملا۔

آپ کے خسر پر بھی بہت زیادہ تشدد کیا گیا یہاں تک کہ تشدد کرنے والوں نے سمجھا کہ آپ مر چکے ہیں لیکن وہ بچ گئے اور ان کا اب تک زندہ رہنا اور روزمرہ کے فرائض سرانجام دینا ایک

چلتا پھرتا معجزہ ہے۔ ایکسرے اور ڈاکٹری معائنہ کے بعد یہ قطعیت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے جسم کے بازوؤں اور ٹانگوں کی ساری ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ایک جگہ سے نہیں کئی کئی جگہ سے۔ انہوں نے ہر قسم کا علاج کروانے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ تادم آخر اللہ کے فضل کے ساتھ اس کے اعجاز کے سہارے زندہ رہوں گا۔ اسی جذبہ کے ساتھ آپ روزمرہ کے کاروبار میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے۔ اس طرح ریاض شہید کی بھابھی کی یہ رؤیا بھی لفظاً لفظاً پوری ہوگئی کہ ایک بکری تو ذبح کر دی گئی اور ایک چھوڑ دی گئی۔ یہ چھوڑی ہوئی بکری بھی عملاً شہیدوں میں ہی داخل ہے۔ آپ کے پسماندگان میں آپ کی بیوہ کے علاوہ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں جو زیر تعلیم ہیں اور آج کل بیلجیئم میں مقیم ہیں۔[1]

''احمدیہ گزٹ'' کینیڈا جون ۱۹۹۶ء میں محترم ڈاکٹر فضل دین خٹک صاحب نے محترم چوہدری ریاض احمد صاحب شہید شب قدر کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

تمام عمر ریاضت کرے کوئی انسان		کسی کے خود ہی قدم چومتے ہیں عز و کمال
گھسیٹتے ہو اسے کیوں؟ یہ جسم خاکی ہے		تم مارتے تھے جسے بن گئی وہ جانِ ہلال
یہ کیسا شہر ہے اس کے رموز کیسے ہیں		نہ اپنی جان سلامت نہ اپنی عزت و مال
بنا دلیل کے جو لوگ خوں بہاتے ہیں		سمجھ لو ان کو نظر آ گیا ہے اپنا زوال

ڈاکٹر محمد سرور خان صاحب آف پشاور

مکرم ڈاکٹر صاحب سنگو اچینی پایاں ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔ آپ ۱۹۵۴ء میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ آپ جماعتی غیرت رکھنے والے انسان تھے۔ مخالفین احمدیت نے آپ کو ۱۹؍ مارچ ۲۰۰۸ء کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا جنازہ غائب پڑھایا اور یہ تفصیل بیان فرمائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

[1] (شہدائے احمدیت۔ ناشر طاہر فاؤنڈیشن صفحہ ۲۱۳ تا ۲۱۵)

''ایک افسوس ناک خبر ہے۔گزشتہ دنوں ۱۹/مارچ کو ڈاکٹر محمد سرور خان صاحب کو آپ کے گاؤں میں (سنگو ضلع پشاور میں ان کا گاؤں ہے) رات ۸ بجے شہید کر دیا گیا۔دروازے پر گھنٹی بجی۔آپ باہر نکلے،کلینک کرتے تھے،تو چند نامعلوم شرپسند افراد نے گولیوں کی بوچھاڑ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔آپ کی عمر ۴۷ سال تھی۔ ۱۹۵۴ء میں بیعت کی سعادت حاصل ہوئی تھی اور احمدیت کی خاطر بڑی قربانیوں کی توفیق پائی۔

نہایت نڈر، دلیر اور نیک انسان تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے علاقے میں آپ کی شہرت بھی تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا رکھی ہوئی تھی۔کافی اثر ورسوخ تھا۔اکیلا احمدی خاندان تھا۔پہلے بھی آپ پر قاتلانہ حملے ہوئے ہیں لیکن ہمیشہ محفوظ رہے تھے۔حملوں کے باوجود بہادر بہت تھے۔لوگوں نے کہا بھی کہ گاؤں چھوڑ دیں آپ نے اپنا علاقہ نہیں چھوڑا۔آپ کی چھ بیٹیاں اور ۳ بیٹے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر دے۔آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی اس قربانی کو قبول کرتے ہوئے اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ابھی نماز جمعہ کے بعد مَیں ان کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔''[1]

شیخ عامر رضا صاحب

مردان میں احمدیہ مسجد میں ایک نوجوان مکرم شیخ عامر رضا شہید ہوگئے۔ ۳/ستمبر ۲۰۱۰ء کو جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے آنے والے افراد کو دہشت گردی کا نشانہ بنانے کے لئے دو دہشت گردوں نے جو جدید اسلحہ اور خود کش جیکٹ سے مسلح تھے،حملہ کر دیا۔لیکن مستعد محافظین کی بروقت کارروائی سے وہ اپنے بدارادہ میں ناکام رہے۔فائرنگ کرتے ہوئے ایک دہشت گرد نے زخمی ہونے کے بعد خود کو اُڑا لیا اور دوسرا بھاگ گیا۔حملہ آور نے مسجد پر ایک گرنیڈ پھینکا

[1] (خطبات مسرور۔ جلد ششم صفحہ ۱۴۵)

لیکن وہ پھٹ نہ سکا لیکن اس کے اپنے آپ کو بلاسٹ کرنے سے جو دھما کہ ہوا اس سے عمارت کو نقصان پہنچا اور ایک نوجوان مکرم شیخ عامر رضا صاحب اس کی زد میں آکر شہید ہو گئے۔ مکرم شیخ صاحب قائد ضلع مردان بھی رہے۔

شیخ محمود احمد صاحب۔ مردان

مردان میں ۸رنومبر ۲۰۱۰ء کی رات کے تقریباً پونے آٹھ بجے نامعلوم حملہ آوروں کی فائرنگ کے نتیجے میں مکرم شیخ محمود احمد صاحب شہید ہو گئے۔ مرحوم اُس وقت کام کے بعد اپنے بیٹے مکرم عارف محمود صاحب کے ساتھ موٹر سائیکل پر گھر جا رہے تھے۔ شہید مرحوم کو تین گولیاں لگیں اور موقع پر ہی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی جبکہ ان کے بیٹے کو ایک گولی لگی اور وہ شدید زخمی ہو گئے۔ ان کو فوری طور پر پشاور کے ایک ہسپتال لے جایا گیا جہاں ایک کامیاب آپریشن کے بعد ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔

شیخ محمود احمد صاحب کی عمر بوقت شہادت ۵۸ سال تھی۔ تعلیم بی اے اور ان کا پیشہ تجارت تھا۔ مرحوم رفاہِ عامہ کے کاموں کی وجہ سے معروف تھے مثلاً انہوں نے مردان شہر میں مختلف جگہوں پر عام عوام کو ٹھنڈے پانی کی سہولت بہم پہنچانے کے لئے بجلی کے واٹر کولرز لگوا کر دیئے تھے۔

یاد رہے کہ اسی سال مؤرخہ ۳رستمبر ۲۰۱۰ء کو مردان میں احمدیہ مسجد پر نماز جمعہ کے وقت خود کش جیکٹ پہنے، جدید اسلحے سے لیس دہشت گردوں نے حملہ کیا تھا جس کے نتیجہ میں مکرم شیخ محمود صاحب کے بھتیجے مکرم عامر رضا صاحب شہید ہو گئے تھے۔ مکرم شیخ صاحب کا گھرانہ اور ان کے دیگر اکثر رشتہ دار احمدیہ بیت الذکر کے اِردگرد ہی آباد ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ شہید مرحوم ایک کامیاب تاجر تھے اس لئے ان کے ساتھ دیگر دوکان داروں اور تاجروں کا رویہ انتہائی معاندانہ تھا یہاں تک کہ یہ دوکان دار محض عقیدہ کی بناء پر آپ کو اور آپ کے دیگر احمدی رشتہ داروں کو تکالیف پہنچانے پر کمر بستہ رہتے تھے۔ مکرم شیخ صاحب کو کچھ عرصہ جیل میں اسیر راہ مولا رہنے کا بھی شرف حاصل تھا۔ شیخ صاحب کے دو بھائیوں

کوایک مذہبی مقدمے میں جج نے پانچ پانچ سال کی قید کی سزا سنائی تھی حالانکہ قانون میں زیادہ سے زیادہ سزا صرف تین سال درج ہے۔ بعد میں ان دونوں احمدیوں کی رہائی ہائی کورٹ میں اپیل منظور ہونے پر عمل میں آئی تھی۔ نیز شہید مرحوم کے ایک بھائی مکرم مشتاق احمد صاحب کو ۱۹۷۴ء میں انتظامیہ نے ضلع بدری کا حکم سنایا تھا۔

مکرم شیخ محمود احمد صاحب شہید کو ۲۰۰۸ء میں تاوان کی غرض سے اغوا بھی کیا گیا تھا اور انہیں کئی ہفتوں بعد تاوان کی ایک بھاری رقم کی ادائیگی کے بعد آزادی نصیب ہوئی تھی، اغوا کاروں کے چنگل سے رہائی پانے کے محض تین ماہ بعد ہی مکرم شیخ صاحب کی ایک دوکان میں بم دھماکہ کیا گیا جس سے انہیں شدید مالی نقصان پہنچایا گیا۔ اسی طرح ان کے ایک بھائی کے کاروبار کو بھی ۵ / مارچ ۲۰۱۰ء کو شدید نقصان پہنچایا گیا۔ الغرض یہ تمام خاندان ہی آج تک محض اپنے عقیدہ کی بناء پر حکومت اور معاشرے کے ہاتھوں شدید نقصان اُٹھا تا رہا ہے۔ شہید مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ، دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ شہادت ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء۔

شیخ عمر جاوید صاحب آف مردان

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم شیخ عمر جاوید صاحب کی شہادت کے متعلق خطبہ جمعہ میں فرمایا:

> آج بھی ایک افسوس ناک خبر ہے۔ مردان میں ہمارے ایک نوجوان مکرم شیخ عمر جاوید صاحب کو کل شہید کر دیا گیا۔ مرحوم اپنے والد مکرم شیخ جاوید احمد صاحب اور اپنے چچازاد بھائی شیخ یاسر محمود صاحب ابن مکرم شیخ محمود احمد صاحب شہید کے ہمراہ کار میں اپنی دوکان سے شام کو پونے سات بجے کے قریب گھر واپس آرہے تھے کہ موٹر سائیکل پر سوار حملہ آوروں نے تعاقب کر کے فائرنگ کر دی۔ شہید مرحوم عمر جاوید صاحب پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے سر اور کمر میں گولیاں لگی ہیں جس سے ان کی موقع پر شہادت ہوگئی۔ جبکہ اگلی سیٹ پر موجود شہید مرحوم کے

والد اور شیخ جاوید احمد صاحب کے بازو پر گولی لگی جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ ڈرائیو کرنے والے شیخ یاسر محمود کو شیشے کے ٹکڑے ہاتھ پر لگنے سے زخم آئے۔ دونوں زخمی جو تھے ان کو تو ابتدائی طبی امداد کے بعد ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔ اللہ کے فضل سے ٹھیک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو پیچیدگیوں سے بھی بچائے اور جلد شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ گاڑی پہ کل تقریباً کوئی سترہ اٹھارہ گولیاں لگی ہوئی تھیں جو نشانات ملے ہیں۔ بہر حال ملزمان جو تھے، جو مجرم تھے وہ تو اس کے بعد فرار ہو گئے لیکن وہاں سرحد میں ابھی تک یہ شرافت ہے کہ وزیر اعلیٰ کے والد صاحب محمد اعظم خان ہوتی زخمیوں کی عیادت کے لئے بھی آئے اور پھر ان کے ہسپتال کے سٹاف کو ہدایات بھی دیں کہ ان کا صحیح علاج کیا جائے۔ اور شہید مرحوم کے گھر تعزیت کرنے بھی گئے۔

یہ خاندان جو ہے اس کے شیخ نیاز دین صاحب نے ۱۹۰۷ء میں بیعت کی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق تھے۔ شیخ شہید مرحوم کے دادا شیخ نذیر احمد صاحب تھے جنہوں نے بعد میں ۱۹۳۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے زمانے میں بیعت کی ہے اور ان کے بارہ میں پہلے بھی مَیں بتا چکا ہوں کہ شہید مرحوم کے چچا اور سسر شیخ محمود احمد صاحب سات بھائی تھے۔ اس خاندان میں پہلے بھی شہید ہو چکے ہیں۔ مردان کی مسجد پر خودکش حملہ ہوا تھا، اُس میں شہید مرحوم کے چچا زاد بھائی شیخ عامر رضا ابن مکرم شیخ مشتاق احمد صاحب شہید ہوئے تھے۔ اور بعد میں ان کے چچا شیخ محمود احمد صاحب کو ۸/نومبر ۲۰۱۰ء کو معاندین نے شہید کیا تھا۔ اس وقت فائرنگ ہوئی تھی اس میں ان کا ایک بیٹا زخمی ہوا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں بھی ان کے خاندان کا ایک فرد جن کا رشتہ سسرالی رشتہ تھا وہ شہید کئے گئے تھے تو اس خاندان میں ۱۹۷۴ء سے شہادت کا سلسلہ چل رہا ہے

لیکن پھر بھی یہ تمام مشکلات اور مصائب کا سامنا کر رہے ہیں اور پورا خاندان بڑی بہادری کے ساتھ یہ مقابلہ کر رہا ہے۔

پچھلی شہادت پر یہ میرا خیال ہے کہ میری ان سے بھی بات ہوئی تھی کیونکہ سارے افراد سے ہوئی تھی تو ان سے بھی ہوئی ہوگی اور بڑے ہمت اور حوصلے سے تمام اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔

مرحوم کے چچا اور سسر مکرم شیخ محمود احمد صاحب شہید اور ان کے سب بھائی مختلف اوقات میں بیس سے زائد مختلف جماعتی مقدمات کے حوالے سے اسیر راہِ مولیٰ بھی رہ چکے ہیں۔ شہید مرحوم کے دو چچاؤں کو ایک جماعتی مقدمے میں عدالت نے پانچ سال قید کی سزا سنائی تھی جبکہ اس جرم کی سزا ہی زیادہ سے زیادہ تین سال ہے۔ بہرحال ہائی کورٹ نے بعد میں ان کو بَری کر دیا تھا۔ اسی طرح مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ ان کے خاندان میں اغوا بھی ہوتے رہے ہیں۔ ان کی دکان پہ جو کاروبار ہے وہاں ایک بم بلاسٹ بھی ہوا تھا۔ اپنے چچا کے ساتھ بھی کاروبار میں شریک تھے۔ ناظم خدمت خلق ضلع مردان تھے۔ بہرحال احتیاط تو یہ عموماً کیا کرتے تھے۔ مَیں نے ان کو کہا بھی تھا کہ سرِ شام ہی اپنا کاروبار بند کر کے آ جایا کریں لیکن بہرحال اس دن یہ آ رہے تھے، اپنے گھر کے قریب پہنچے اور گھر سے قریباً تین چار سوگز کے فاصلے پر تھے تو ان پر فائرنگ کی گئی اور یہ شہید ہو گئے۔ سال، دو سال پہلے ان کی شادی ہوئی تھی۔ ان کی اہلیہ ہیں ان کے ہاں بچے کی پیدائش بھی ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی صحت سے رکھے اور ہر قسم کی پیچیدگیوں سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر اور حوصلہ و ہمت عطا فرمائے۔ ابھی نماز کے بعد انشاء اللہ ان کا نمازِ جنازہ غائب ادا کروں گا۔

صاحبزادہ داؤد احمد صاحب

۲۳ نوری ۲۰۱۲ء صبح پونے دس بجے سرائے نورنگ ضلع بنوں میں مکرم صاحبزادہ داؤد احمد صاحب ابن مکرم محمد شفیع صاحب کو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر پچپن برس تھی۔آپ صبح اپنے گھر سے کسی کام کی غرض سے بازار کیلئے نکلے تھے کہ نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے آپ پر فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔مرحوم کی کسی سے کوئی دشمنی یا تنازعہ نہ تھا۔صاحبزادہ صاحب مرحوم کا تعلق ننھال اور ددھیال دونوں طرف سے حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کے ساتھ تھا۔مرحوم کی والدہ محترمہ صاحبزادہ عبد السلام صاحب کی بیٹی تھیں۔اسی روز بعد نماز ظہر سرائے نورنگ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے مورخہ 27 جنوری کے خطبہ جمعہ میں آپ کی شہادت کا تفصیلی ذکر فرمایا اور نماز کے بعد نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

مکرم صاحبزادہ داؤد احمد صاحب کا خاندان حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت کے بعد افغانستان سے شفٹ ہو کر سرائے نورنگ میں آباد ہو گیا تھا۔مرحوم آٹھ سال قبل بیعت کر کے جماعت احمدیہ مبائعین میں شامل ہوئے تھے اور اپنے گھر میں اکیلے احمدی تھے جبکہ دیگر تمام گھر والے لاہوری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔مرحوم نہایت نیک، نمازی، تہجد گزار، پرہیزگار، زکوٰۃ اور چندوں میں باقاعدہ تھے۔نیک اور اچھی شہرت کے مالک تھے۔

مرحوم نے لواحقین میں اہلیہ محترمہ امۃ الحمید صاحبہ عمر ۴۵ سال چھوڑی ہے۔آپ کی اہلیہ کا تعلق بازید خیل کی صاحبزادہ فیملی سے ہے۔آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے۔اور اعلیٰ علیین میں اپنے پیاروں کا قرب عطا کرے۔آمین۔

صوبہ خیبر و پختونخواہ کے دیگر شہداء

۱۔ میجر قاضی بشیر احمد صاحب

آپ مردان کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں جوڑیاں کے محاذ پر دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ انہوں نے محاذ جنگ سے اپنے خط میں لکھا:۔

''موت کا ایک دن معین ہے اور پھر میں تو جہاد پر جا رہا ہوں۔ اگر مجھے موت آ گئی تو یہ شہادت کی موت ہوگی اور اس سے ارفع موت اور کیا ہو سکتی ہے۔''

آپ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر صوبہ کے فرزند اور پشاور کے بزرگ مکرم خواص خاں صاحب کے داماد تھے۔

۲۔ میجر مصلح الدین صاحب شہید

آپ بنگلہ دیش کی لڑائی ۱۹۷۱ء میں شہید ہوئے۔ آپ مکرم مولوی مسیح الدین صاحب کے بیٹے تھے اور مکرم خان شمس الدین خان صاحب کے بھتیجے تھے۔

۳۔ میجر افضال احمد صاحب شہید

آپ مؤرخہ ۱۹ر جون ۲۰۰۹ء کو باجوڑ جنوبی وزیرستان میں پیشہ وارانہ شجاعت اور فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے ارض پاکستان کے لئے شہید ہو گئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام مکرم اقبال احمد بھٹی صاحب ہے۔

۴۔ منیر احمد صاحب شہید

آپ پنجاب رجمنٹ مردان میں ٹریننگ کے دوران ایک خودکش حملہ کے نتیجہ میں جاں بحق ہوئے۔ آپ کا تعلق بیگووال پنجاب سے تھا۔

پشاور سانحہ

مؤرخہ ۲۶ ستمبر ۲۰۰۹ء کو عسکری بینک پشاور صدر کے سامنے کار بم دھماکہ میں دو احمدی نوجوان ریاض احمد صاحب اور امتیاز احمد صاحب جو آپس میں بھائی تھے اپنے کسی کام کے سلسلہ میں بینک کے قریب سے گزر رہے تھے کہ دھماکہ ہو گیا اور یہ دونوں شہید ہو گئے۔ آپ دونوں مکرم مختار احمد صاحب مرحوم سابق انسپکٹر مال کے بیٹے تھے۔

صوبہ میں بعض غیر اسلامی رسومات اور ہمارا فرض

ایک تجزیاتی جائزہ

اس کتاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشاد کے مطابق صوبہ خیبر پختونخواہ کی جماعت کے بعض عمائدین اور بزرگان کا ذکر محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں سے اکثر خاندانوں میں احمدیت کی نعمت بدستور قائم ہے اور روبترقی ہے۔ لیکن کچھ ایسے افراد بھی ہیں کہ وہ احمدیت سے دور چلے گئے ہیں۔ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے بھولے بسرے لوگ اپنے بزرگوں کے حالات سے واقف ہوں اور وہ ان کے حالات پڑھ کر اپنے کھوئے ہوئے ورثہ کو پھر حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

جن خاندانوں سے احمدیت کلیتاً یا جزوی طور پر ختم ہو چکی ہے ان کا اس لحاظ سے بھی جائزہ لینا بہت ضروری ہے کہ وہ کیا وجوہات تھیں کہ جن کی وجہ سے ایسے بزرگوں کی نسلیں کیوں احمدیت سے اپنا تعلق قائم نہ رکھ سکیں اور وہ روائتی مسلمانوں میں کھو گئیں۔ اگر بنظر غائر ان خاندانوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اس کی دو اہم اور بنیادی وجوہات کھل کر ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان غلطیوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے تا کہ آئندہ اس المیہ کا تدارک ہو سکے اور ایسی صورتحال سے دو چار نہ ہونا پڑے۔

پہلی اہم اور بڑی وجہ یہ ہے کہ اس علاقہ کے لوگوں میں یہ روائت جڑ پکڑ چکی ہے کہ عورتوں کا دائرہ کار صرف گھر کی چار دیواری ہے اور عورتوں کو علم حاصل کرنے کی یا مذہبی اور معاشرتی مساعی

میں حصہ لینے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ بلکہ عورتوں کا ان مقاصد کے لئے نکلنا بھی اپنی غیرت اورعزت وناموس کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ معاشرہ کی یہ روائت خاص طور پر دیہاتی علاقوں میں اتنی شدید ہے کہ کسی کو اس کے خلاف بولنے یا عمل کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ حالانکہ علم حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیارے آقا کا یہ واضح ارشاد ہے

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ

کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اسلام نے عورت کو مساجد میں باجماعت نماز کے لئے پابند قرار نہیں دیا۔ اگرچہ احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ بعض مواقع پر عورتیں مسجد میں نماز کے لئے جاتی تھیں اور ان کو منع نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن جمعہ یا عیدین وغیرہ کے اسلامی اجتماعات میں سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی ارشاد ہے کہ ان مواقع پر عورتیں ضرور حاضر ہوں۔ بلکہ ایسی عورتیں جو نماز کے لئے مستثنٰی ہیں ان کی حاضری کی بھی تاکید ہے۔ لیکن تمام صوبہ میں اور خاص طور پر دیہاتی علاقوں میں اسے معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یہ امر انتہائی طور پر تکلیف دہ ہے کہ حضور کے اس واضح ارشاد کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا گیا حالانکہ حضور کا تاکیدی ارشاد ہے

أمرناأن نخرج العواتق والحيض فى العيدين يشهدن الخير ودعوة المسلمين ويعتزل الحيض المصلّٰى (متفق علیہ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہم نوجوان لڑکیوں حتی کہ حائضہ عورتوں کو بھی عیدین کے اجتماع میں حاضر کرنے کے لئے ان کو اپنے گھروں سے نکالیں تا کہ وہ مسلمانوں کے اس اجتماع کی خیر و برکت سے حصہ لیں۔ ہاں حائضہ عورتیں نماز میں شرکت نہ کریں اور الگ بیٹھ جائیں۔

پھر اس بارہ میں حضور علیہ السلام کا اپنا عملی نمونہ یہ تھا۔

عن ابن عباس قال كان يخرج نساءهٔ وبناتهٔ فى العيدين

یعنی حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی عورتوں اور بیٹیوں کو عیدین کی نماز کے لئے گھروں سے نکال کر لے جاتے تھے۔

باوجود حضور علیہ السلام کے واضح ارشاد اور تعامل کے صوبہ میں عمومی طور پر یہی روائت ہے کہ عورتیں عیدین وغیرہ اجتماعات میں شامل نہیں ہوتیں۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ صحیح اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں اور واضح ہے کہ ان عورتوں کی گود میں پلنے والی اولاد صرف نسلی مسلمان ہوگی اور ان میں اسلام کی اصل روح مفقود ہوگی۔حقیقت یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کی حفاظت عورتوں میں دینی اور اسلامی اقدار کے پیدا کرنے اور اس امر کا شعور بیدار کرنے سے ہی ہوسکتا ہے کہ وہ ایک روحانی جماعت کا حصہ ہیں۔اس سلسلہ میں ان کا مساجد میں آنا اور غیر اسلامی روایات سے بچنا ایک پہلا اور اہم قدم ہے۔جس کے بغیر صحیح اصلاح ممکن نہیں۔

دوسری بڑی وجہ جس نے بعض خاندانوں میں احمدیت کو شدید نقصان پہنچایا وہ اس بے احتیاطی کی بناء پر تھا کہ بچوں کی شادیاں بجائے احمدی گھرانوں میں کرنے کے اپنے ہی دیگر رشتہ داروں میں کردی گئیں۔دراصل یہ پہلی غلطی کا ہی طبعی نتیجہ تھا۔کیونکہ جب گھر کی عورتیں ہی احمدیت کی تعلیم سے کورا ہوں تو وہ اپنے بچوں کی کیسے تربیت کرسکتی ہیں۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب جماعت کے افراد کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے بچوں کی شادیاں احمدی گھرانوں میں کریں تو اس میں یہی بڑی حکمت تھی کہ اس طرح ان کا تعلق جماعت کے ساتھ قائم رہے گا۔یہی وجہ ہے کہ جن گھرانوں میں اس کی خلاف ورزی کی گئی وہاں بچے احمدیت سے دور نکل گئے۔بہت سے ایسے خاندان جن کے بزرگ مخلص اور فدائی احمدی تھے ان کے بعد ان کی اولادیں جماعت میں نظر نہیں آتیں۔اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ اس علاقہ کے لوگوں کو ان حقائق سے آگاہ کیا جائے تا کہ اس غلطی کا تدارک ہوسکے۔ہماری آئندہ نسلوں کی حفاظت عورتوں میں دینی اور صحیح اسلامی اقدار کے پیدا کرنے سے ہی ممکن ہے۔

خاکسار کو اس علاقہ میں کئی سال تک بطور مربی کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔خاکسار ان دونوں امور کی طرف جماعت کو توجہ دلاتا رہا لیکن صوبہ کے اندرون میں غیر اسلامی روایات اس قدر غالب ہیں کہ اکا دکا احمدیوں کو اس کے خلاف قدم اٹھانا بہت مشکل تھا۔تاہم اگر ہم اپنی نسلوں کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو اس پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔وباللہ التوفیق۔

حرف آخر از ناشر

الحمدللہ خاکسار نے جس کام کا آغاز آج سے تقریباً اٹھارہ برس قبل کیا تھا وہ کسی حد تک پایہ تکمیل تک پہنچ گیا ہے۔اس کے لئے ہم خدائے ذوالجلال کے حضور جذبات تشکر سے سجدہ ریز ہیں۔یہ کام محض اس کی دی ہوئی توفیق سے ممکن ہوسکا ہے۔

جیسا کہ خاکسار قبل ازیں عرض کر چکا ہے کہ اس کام کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا اپریل ۱۹۹۳ء کا وہ معرکۃ الآراء خطبہ ہے جس میں حضور نے خصوصی طور پر (سابقہ صوبہ سرحد) حال صوبہ خیبر پختونخواہ کے بعض بزرگوں کا ذکر کیا تھا جو اپنے زمانہ میں دینی و دنیوی لحاظ سے نہایت بلند مقام رکھتے تھے لیکن ان کے گزر جانے کے بعد ان کی اولادیں جماعت سے ویسا تعلق قائم نہ رکھ سکیں۔اس لئے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ایسی نسلوں کے آباء واجداد کے ذکر کو محفوظ کیا جائے جسے پڑھ کر ان میں پھر جماعت سے حقیقی تعلق اور قربانی کا جذبہ ابھر سکے۔

حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں خاکسار نے بطور ناظم اعلیٰ انصاراللہ جماعت کو اس کام کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں بار بار اپیل کی۔بہت چند لوگ تھے جنہوں نے اس پر لبیک کہا۔بعض کی خواہش تو تھی لیکن اس کے لئے جس لکھنے کی صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے اس کے فقدان کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔بہر حال یہ کام وسیع تھا اور کافی کام باقی تھا کہ اس اثناء میں خاکسار ۲۰۰۹ء میں صوبہ کو خیر باد کہہ کر امریکہ آ گیا۔ہجرت کے وقت خاکسار نے جو تھوڑا بہت مواد حاصل کیا تھا اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ایسے مواقع پر ایسا مواد اُٹھانا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن خاکسار اس امید پر کہ شائد اس کام کی تکمیل کی کوئی صورت پیدا ہو سکے اس بوجھ کو اُٹھا کر اپنے ساتھ لے آیا۔نیز اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ وہ غیب سے کوئی سلطان نصیر عطا فرمائے جو اس کام کو سرانجام دے سکے۔حقیقت یہ ہے کہ اس کام کے لئے جس علم اور اسے ضبط تحریر میں لانے کے لئے جس ملکہ کی ضرورت تھی وہ خاکسار کے بس کی بات نہیں تھی۔

یہ میری انتہائی خوش قسمتی تھی کہ یہاں خاکسار کا رابطہ اخی المکرم مولوی محمد اجمل شاہد صاحب سے ہوا جو خود پشاور میں کئی سال تک مربی رہے بلکہ وہ پہلے مربی تھے جن کا تقرر مسجد سول کوارٹرز کی تعمیر کے بعد وہاں ہوا تھا۔اس دور میں مجھے ان کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا تھا۔جب خاکسار نے ان سے اس پروجیکٹ کا ذکر کیا انہوں نے نہایت بشاشت سے اس کام کو کرنے کے لئے حامی بھر لی۔چنانچہ خاکسار نے اس سلسلہ میں جو مواد تھا وہ ان کے سپرد کردیا اور ایک سال کی محنت اور کوشش سے وہ اس خواب کی عملی تعبیر کرنے میں کامیاب ہوگئے۔انہوں نے نہ صرف صوبہ کے عمائدین کا ذکر محفوظ کردیا بلکہ گزشتہ ایک صدی میں جماعت خیبر پختونخواہ کی تدریجی ترقی اور جماعت کی جملہ نشیب وفراز کی داستان بھی قلمبند کردی۔جس سے ہر پڑھنے والا شخص اپنی دلچسپی کے مطابق معلومات اخذ کرسکتا ہے۔خاکسار مکرم محمد اجمل شاہد صاحب کی اس بے لوث خدمت اور تعاون کے لئے ممنون ہے اور دعا گو ہے کہ جزاءاللہ خیراً۔

اسی طرح خاکسار ان سب احباب کا ممنون ہے کہ جنہوں نے اس کتاب کے لئے اپنے رشحات قلم دیئے یا معلومات فراہم کی۔ان احباب کی فہرست کافی طویل ہے ان کا فرداً فرداً ذکر کرنا ممکن نہیں۔خداتعالیٰ ان سب کو دینی ودنیوی نعماء مرحمت فرمائے اور اپنے بے پایاں افضال وبرکات سے نوازتا رہے۔

آخر میں میری یہی گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں اگر کوئی کمی یا خامی رہ گئی ہو تو بلاتکلف اس کی نشاندہی فرمائیں۔نیز اگر کوئی اور معلومات جو ضروری ہوں ان سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ نقش ثانی ان اضافہ جات کے ساتھ شائع کیا جاسکے۔

وباللہ التوفیق

خاکسار

شمس الدین اسلم

تعارف مصنف

مصنف: محمد اجمل شاہد

پیدائش: یکم جنوری ۱۹۳۱ء بمقام فیصل آباد

والد چوہدری سر بلند خانصاحب کو سیدنا حضرت مسیح موعود کے دستِ مبارک پر ۱۹۰۴ء میں بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

تعلیم: مولوی فاضل ۱۹۴۹ء شاہد جامعۃ المبشرین ۱۹۵۲ء

ایم اے عربی واسلامیات ۱۹۶۴ء, ۱۹۸۳ء

جماعتی خدمات:

۱۹۵۳ تا ۱۹۵۹۔ بطور مربی ایسٹ پاکستان (بنگلہ دیش) پہلا تقرر رہا۔

۱۹۶۰۔ساہیوال

۱۹۶۱ تا ۱۹۶۵۔ پشاور

۱۹۶۶ تا ۱۹۷۱۔کراچی۔اس عرصہ میں قرآن مجید اور سیرت نبی صلعم پر تین شاندار نمائش کا انتظام کیا۔

۱۹۶۷۔حکومت کی طرف سے راولپنڈی میں جشنِ نزول قرآن مجید کی چودہ سو سال کی تقریب میں جماعت کی نمائندگی کی۔''اسلام اور امنِ عالم'' کا مضمون حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔

۱۹۷۲ تا ۱۹۸۱۔تقریباً دس سال تک نائجیریا میں بطور امیر و مشنری انچارج خدمت کی توفیق ملی۔

اس عرصہ میں وہاں کی ایک اہم زبان یوروبا میں قرآن مجید کے ترجمہ کے دو ایڈیشن شائع کئے۔تمام ملک میں تقریباً یکصد مساجد (نئی اور بعض پرانی گرا کر) تعمیر کروائیں۔

لیگوس میں احمدیہ سیٹلمنٹ کا آغاز کیا جہاں حضرت خلیفۃ المسیح ثالث نے ۱۹۸۰ کے دورہ میں

مشن ہاؤس، احمدیہ ہسپتال اور سنٹرل مسجد کے سنگِ بنیاد رکھے۔

تصانیف:

- اسلامی نماز
- اسلامی دعائیں
- پولوس۔موجودہ عیسائیت کا بانی
- اسلام اور امن عالم
- تعبیر الرؤیا
- ملاحظات نیاز فتحپوری
- مودودیت۔منزل بہ منزل
- Decade of Progress
- Interpretation of Dreams
- Homeopathy: Selected Family Cures
- سانحہ ٹوپی - ترتیب وتبویب

شادی واولاد:

آپ کی شادی ۱۹ دسمبر ۱۹۵۸ء کو محترمہ امتہ الباسط بشریٰ صاحبہ بنت مکرم ڈاکٹر احسان علی صاحب سے ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے تین بیٹوں، محمد امجد شاہد، محمد اطہر شاہد، محمد احسن شاہد اور ایک بیٹی عزیزہ صبیحہ شاہد صاحبہ زوجہ محترم ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب، سے نوازا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

تعارف ناشر

ناشر: شمس الدین اسلم

پیدائش: ۴ جنوری ۱۹۲۸

والدین کو بفضلہٖ تعالیٰ رفقاء سیدنا حضرت مسیح موعود کا شرف حاصل تھا۔

تعلیم: ایم اے اکنامکس

ملازمت: ۱۹۴۷ میں ائر ہیڈ کوارٹر پشاور میں ملازمت کا آغاز کیا۔ چالیس سال ملازمت کے بعد گریڈ ۱۹ سے ریٹائرمنٹ لی۔ اس موقعہ پر چیف آف ائر سٹاف پاکستان ائرفورس نے نہایت عمدہ سرٹیفکیٹ دیا اور ملازمت کی تعریف نہایت شاندار الفاظ میں کی۔

جماعتی خدمات:

ملازمت کے دوران اور بعد از ریٹائرمنٹ بفضلہٖ تعالیٰ جماعت کی تمام ذیلی تنظیموں میں خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

۱۹۶۱ تا ۱۹۶۵ مجلسِ خدام الاحمدیہ کا قائد رہا۔

۱۹۶۶ تا ۱۹۹۲۔ پشاور کے مختلف حلقہ جات میں بطور صدر اور مقامی جماعت کے سیکرٹری جنرل تحریک جدید اور دعوتِ الی اللہ وغیرہ کے شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

۱۹۸۹۔ ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے احمدیہ ہسپتالز سیرا لیون کا ایڈمنسٹریٹر مقرر فرمایا مگر بوجوہ اسکی عملی صورت پیدا نہ ہوسکی اور حضور نے بطور واقفِ زندگی مکرم امیر صاحب صوبہ سرحد (حال صوبہ پختونخواہ) کے سپرد کر دیا کہ انکی ہدایت کے مطابق کام کرتے رہیں چنانچہ مکرم امیر صاحب پشاور و صوبہ مکرم ارشاد احمد خانصاحب کے ساتھ بطور نائب امیر اول خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ اضافی طور پر معاون وکیل والمال اول تحریکِ جدید مقرر کیا گیا جسے

بفضلِ خدا پاکستان میں قیام تک ادا کرنے کی توفیق ملتی رہی۔

۱۹۹۳ تا ۲۰۰۴ مجلسِ انصاراللہ پشاور وصوبہ کا بارہ سال ناظم انصاراللہ رہا۔ (۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۷ء ناظم ضلع پشاور اور ۱۹۹۵ء تا ۲۰۰۴ء تک ناظم علاقہ صوبہ) اس عرصہ میں سات علاقائی اجتماعات انصاراللہ منعقد ہوئے۔

اسکے علاوہ اس عرصہ میں پشاور میں گیارہ جلسہ ہائے سالانہ کے انعقاد کیلئے بطور افسر جلسہ سالانہ توفیق ملتی رہی۔

شادی واولاد:

شادی محترمہ پروین اختر صاحبہ بنتِ ملک فضل کریم خانصاحب کے ساتھ ہوئی اور حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۲ کے موقعہ پر نکاح کا اعلان فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے چھ بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا جن میں سے ایک بیٹی عزیزہ ڈاکٹر حمیرا وحید وفات پا چکی ہیں۔

الحمدللہ تین بیٹے ڈاکٹر اعجاز اسلم، ڈاکٹر افتخار اسلم، ڈاکٹر عدنان اسلم اور بیٹی ڈاکٹر شمائلہ اعجاز خان ڈاکٹر ہیں اور تین بیٹے نوید اسلم، بشارت اسلم اور احمد اسلم خان انجینئر ہیں۔

خاکسار کے علاوہ میری والدہ مرحومہ سے میرے دو بھائی ملک محمد اشرف خان صاحب اور ملک عبدالجبار خان صاحب تھے اور چار ہمشیرگان معراج اختر صاحبہ، سراج اختر صاحبہ، ممتاز اختر صاحبہ اور رضیہ سلطانہ صاحبہ تھیں۔ یہ سب وفات پا چکے ہیں اور ان میں سے پانچ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

حضرت مصلح الموعود کی چند یادگاری تصاویر جماعت کراچی کے ساتھ

(تصاویر میں موجود اکثر خدام بعد میں پشاور منتقل ہوگئے)
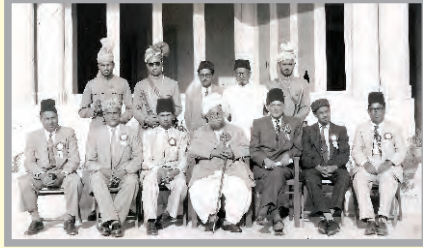
(دائیں سے بائیں) مکرم چوہدری احمد جان صاحب، مکرم میجر شمیم احمد صاحب
مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحب امیر جماعت کراچی، سیدنا حضرت مصلح موعود
مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب نائب امیر، مکرم چوہدری عبدالحق صاحب، مکرم چوہدری احمد مختار صاحب
(کھڑے افراد) مکرم امیر شاہ صاحب (محافظ) مکرم میاں غلام محمد صاحب ناظر اعلیٰ ثانی
مکرم شمس الدین اسلم صاحب، مکرم صوبیدار عبدالغفور صاحب (محافظ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جماعت کراچی کے عمائدین کے درمیان
پیچھے وہ خدام کھڑے ہیں جو بعد میں پشاور جماعت کے فعال کارکن بنے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، مکرم شیخ عبدالحق صاحب
چوہدری عبداللہ خان صاحب و دیگر احباب جماعت

استقبال حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بمقام کراچی اسٹیشن

استقبال حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بمقام کراچی اسٹیشن

سیدنا حضرت مصلح موعود کے سفر تورخم کی یادگار تصاویر (٦ شہادت ١٣٢٧ ہش اپریل ١٩٤٨ء)

کرسیوں پر بائیں سے دائیں: میاں محمد یوسف خان صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری)، ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب، مولانا عبد الرحیم صاحب درد، قاضی محمد یوسف صاحب (صوبائی امیر)، سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شیخ مظفر الدین صاحب (امیر جماعت پشاور)، صاحبزادہ محمد طیب صاحب، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، خاصہ دار۔

پہلی قطار (کھڑے افراد) میاں رشید احمد صاحب انجینئر، تحصیل دار تورخم، خان شمس الدین خان صاحب، صاحبزادہ عبدالحمید صاحب، صاحبزادہ عبداللطیف آف ٹوپی، میجر عبدالاکبر خان صاحب ابن ارباب محمد خان، صاحبزادہ عبدالسلام صاحب۔

دوسری قطار: (کھڑے بائیں سے دائیں) تیسرے نمبر پر فقیر محمد خان صاحب (باڈی گارڈ حضرت مصلح موعود)، چھٹے نمبر پر صوبیدار شیر خاں صاحب

نیچے بیٹھنے والے افراد (بائیں سے دائیں) ١۔ سید گل صاحب ٢۔ مولوی عبداللہ اعجاز صاحب (اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری) ٣۔ ابوالحسن صاحب ٤۔ ابن شیخ مظفر الدین صاحب ٥۔ میجر محمد اسلم خان صاحب ٦۔ ارباب محمود خان صاحب ٧۔ ابن شیخ مظفر الدین صاحب۔

حضرت مصلح موعود تورخم میں بعض شرکاء کے درمیان

رفقاء سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام
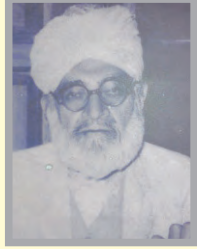
حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب
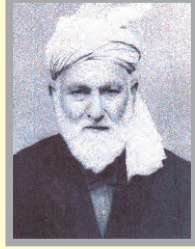
حضرت قاضی محمد یوسف صاحب

حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب
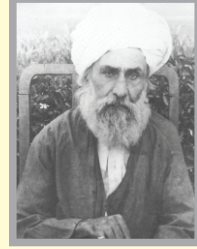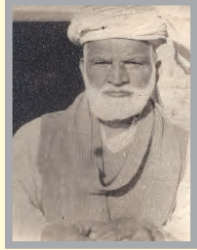
خانزادہ امیر اللہ خان صاحب

مرزا رمضان علی صاحب

مولوی محمد جی ہزاروی صاحب
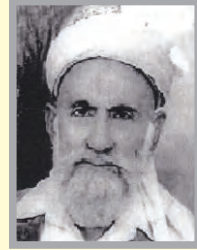
بیٹھے ہوئے بائیں سے دائیں: حضرت میاں محمد یوسف صاحب
حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت صوبہ (رفیق)
سید مبارک علی شاہ صاحب، ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب
کھڑے ہوئے: شیخ عبداللطیف صاحب، قاضی مسعود احمد صاحب

دو رفقاء کرام کے درمیان کشور خان صاحب سابق امیر جماعت مردان
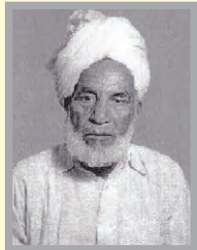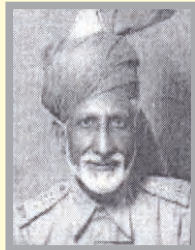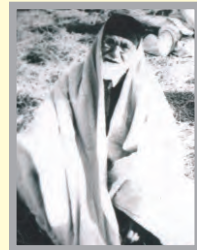
بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی

عبدالحق احمدی صاحب

چوہدری سربلند خان صاحب

بعض امراء جماعت اور پریزیڈنٹ صاحبان

خان شمس الدین خان صاحب

عبدالقدوس خان صاحب

ارشاد احمد خان صاحب
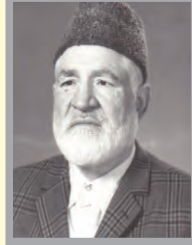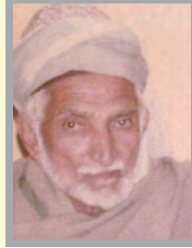
ڈاکٹر محمد علی صاحب

مولوی آدم خان صاحب
امیر جماعت مردان

دانشمند خان صاحب

میاں حیات محمد بھیروی صاحب
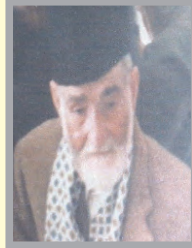
مرزا عبدالحفیظ صاحب

مرزا مقصود احمد صاحب

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب آف ٹوپی
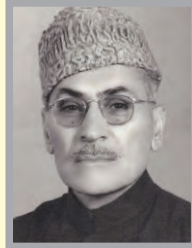
صاحبزادہ عبدالحمید صاحب آف ٹوپی

ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب

صوبہ کے بعض شہداء

صوبیدار خوشحال خان صاحب
تاریخ شہادت 29 مئی 1942ء

رستم خان خٹک صاحب
تاریخ شہادت 11 فروری 1966ء
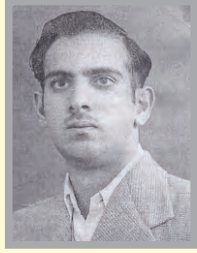
محمد فخر الدین بھٹی صاحب
تاریخ شہادت 11 جون 1974ء

غلام سرور صاحب
تاریخ شہادت 9 جون 1974ء

اسرار احمد خان صاحب
تاریخ شہادت 9 جون 1974ء
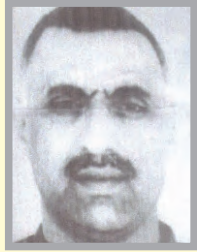
ریاض احمد صاحب
تاریخ شہادت 9 اپریل 1995ء

شیخ عمر جاوید صاحب
تاریخ شہادت 23 دسمبر 2010ء

شیخ عامر رضا صاحب
تاریخ شہادت 3 ستمبر 2010ء

محمود احمد شیخ صاحب
تاریخ شہادت 8 نومبر 2010ء

صوبہ میں پشاور و دیگر جماعتوں میں قیام کرنے والے اور دورہ کرنے والے بعض مبلغین

حضرت مفتی محمد صادق صاحب

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی
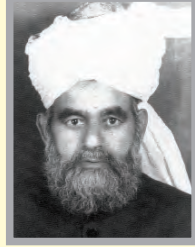
حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس

مولانا عبدالمالک خان صاحب

مولانا چراغ دین صاحب
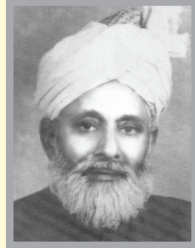
حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب

محمد اجمل شاہد صاحب

مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب
سابق امام مسجد فضل لندن
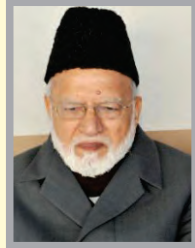
سلطان محمود انور صاحب
سابق ناظر اصلاح وارشاد
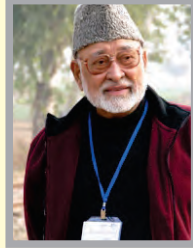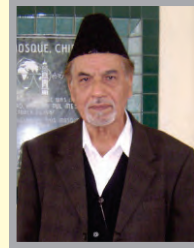
راجہ نصیر احمد صاحب
سابق ناظر اصلاح وارشاد

رانا حمید اللہ خان صاحب

عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر الفضل

صوبہ کے بعض معروف افراد جماعت
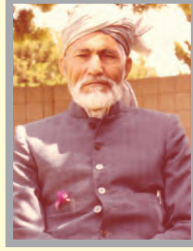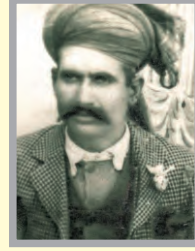
لیفٹیننٹ تاج محمد خان

مولوی خلیل الرحمن

نثار احمد فاروقی

ماسٹر نور الحق

میجر ڈاکٹر محمد عبد الرحمن

مقبول شاہ، اچینی پایاں
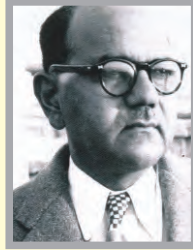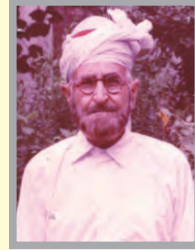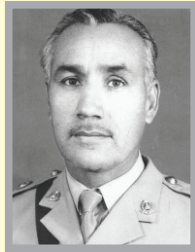
ہدایت اللہ خاں

احمد حسن ولد گل حسن

کرنل احمد خان
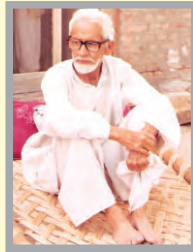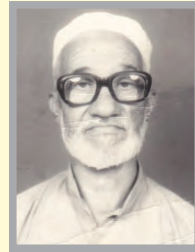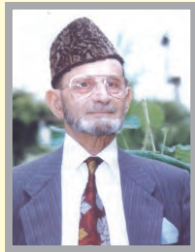
گل حسن

وارث خان

مرزا نصیر احمد صاحب
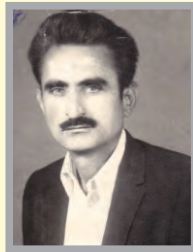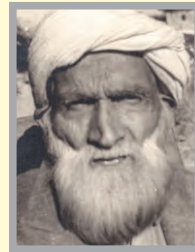
برموقع اجتماعات خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ پشاور

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
(اجتماع خدام 1963ء) پر خطاب فرمار ہے ہیں
←

شمس الدین اسلم صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس
خدام الاحمدیہ مرکزیہ و جمعدار عبدالخالق صاحب

دائیں طرف سے پہلی قطار: مولوی محمد الطاف خان صاحب، مولانا دوست محمد صاحب شاہد
سید محمد حسن صاحب، مولانا چراغ دین صاحب، عبدالخالق صاحب، سید داؤد احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ
خان شمس الدین خان صاحب، عبدالعزیز صاحب، مولانا محمد اجمل صاحب، عبدالصمد صاحب
منیر احمد خان صاحب، شمس الدین اسلم صاحب (قائد پشاور)

بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں: مبشر احمد خان حال مربی امریکہ،
محمد اجمل شاہد مربی سلسلہ پشاور، مولوی محمد جی صاحب رفیق
حضرت مسیح موعود، شمس الدین اسلم قائد خدام الاحمدیہ پشاور، ڈاکٹر
غلام اللہ صاحب، محمد سلیم خان، معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پشاور

قاضی محمد اسلم صاحب اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا
پشاور کے خدام کے اجلاس میں خطاب کے بعد
عہدیداران خدام الاحمدیہ کے ساتھ گروپ فوٹو سول کوارٹرز پشاور میں

صدر صاحبان انصاراللہ کا دورہ پشاور

صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (نائب صدر مجلس انصاراللہ)
چوہدری حمیداللہ صاحب (صدر مجلس انصاراللہ)
شمس الدین اسلم صاحب ناظم علاقہ صوبہ خیبر پختونخواہ

اچینی پایاں میں چوہدری حمیداللہ صاحب صدر مجلس انصاراللہ
و نائب صدر انصاراللہ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب

مکرم وارث خان صاحب ڈاک بیسود (پبی) میں
دعوت کے موقع پر

موضع بازید خیل کے ممبران کے ساتھ

برموقع اجتماع انصاراللہ 1990ء

جلسہ ہائے سالانہ پشاور

ارشاد احمد خان صاحب، مولانا سلطان محمود انور صاحب، شمس الدین اسلم صاحب

جلسہ سالانہ پشاور کا ایک منظر

صاحبزادہ حبیب الرحمن صاحب، قلندر مومند صاحب حاضرین جلسہ سے خطاب کر رہے ہیں

راجہ نصیر احمد صاحب حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں

جلسہ سالانہ پشاور کے موقع پر چند افغان افراد

محمد افضل ظفر صاحب حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں

چند متفرق تصاویر

کراچی کی ایک یادگار تصویر

مکرم سعید احمد صاحب قائد مجلس پشاور
مجلس عاملہ کے کارکنان کے ساتھ

اطفال الاحمدیہ پشاور
مرکزی نمائندہ مولانا محمد اسماعیل منیر صاحب کے ساتھ

الحاج بختیار احمد صاحب کی حج کیلئے روانگی کا ایک منظر

بعض بزرگان سلسلہ
(دائیں سے بائیں) مولوی خلیل الرحمن صاحب، خان شمس الدین خان صاحب، کاشمیری صاحب، مولوی محمد الطاف خان صاحب
میاں اعراف اللہ صاحب، خواجہ محمد شریف صاحب

حضرت مرزا عبدالحق صاحب امیر صوبہ پنجاب، خان شمس الدین خان صاحب امیر پشاور، مکرم حبیب الرحمٰن خان صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل پشاور کی رہائش گاہ پر ایک دعوت کے موقعہ پر

چند اہم تصاویر

عزیزم نوید اسلم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے
جلسہ سالانہ کے موقع پر تعلیمی ایوارڈ لے رہے ہیں

شمس الدین اسلم صاحب لندن میں
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے ملاقات کا منظر

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
اطفال کو انعامات دے رہے ہیں

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت ہائے صوبہ
مولوی دوست محمد صاحب شاہد
اور مقامی مربیان کے ساتھ گروپ فوٹو

↑ اطفال الاحمدیہ پشاور کے اجتماع کا ایک منظر

(دائیں سے بیٹھے ہوئے): کرنل صفی الرحمٰن صاحب، مولوی عبدالحق صاحب
کرنل ولی الرحمٰن صاحب (کھڑے ہوئے): عبداللہ خان صاحب
← فضل الرحمٰن سیفی صاحب (بمقام پشاور 1974ء)

مکتوب مبارک

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لندن
15-6-00
2367/...

پیارے مکرم شمس الدین اسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے معاونین کو
بہتر رنگ میں جلسہ کے جملہ انتظامات سنبھالنے کی توفیق دے
اور جلسہ کی حاضری بڑھے اور لوگ استفادہ کریں۔ اللہ آپ
کے جلسہ کو کامیاب فرمائے اور حاسدوں کے حسد اور شر سے محفوظ رکھے
میری طرف سے تمام کارکنان کو بہت بہت محبت بھرا سلام [illegible]

والسلام
خاکسار

مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

چند کارکنانِ جلسہ
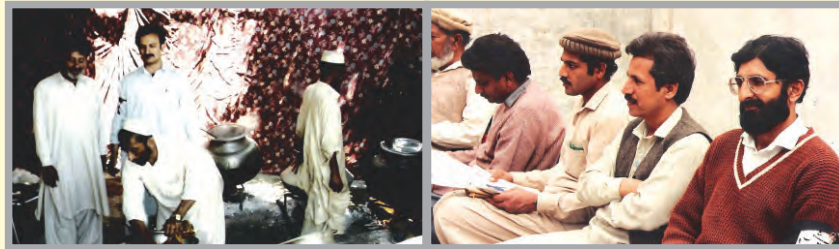
Writer
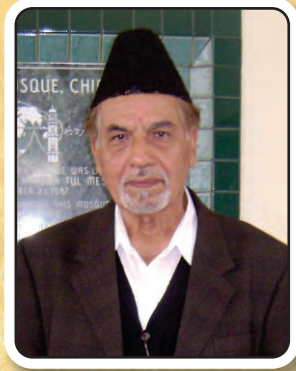
Muhammad Ajmal Shahid

Publisher
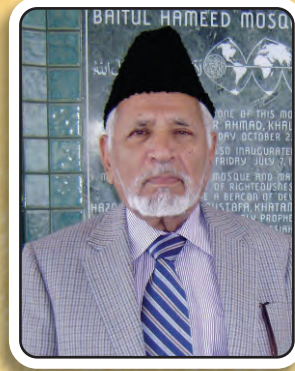
Shamsud Din Aslam

AHMADIYYAT KA NUFOOZ
SOOBA KHYBER PAKHTUNKHWA MEIN

This book describes the gradual and progressive history of Ahmadiyyat in Frontier province of Pakistan, now named SOOBA KHYBER PAKHTUN KHWA.

God so ordained, that a divine of this area Hazrat Pir sahib of Kotha Sharif (1210 H.S-1294 H.S) foretold the appearance of Hazrat Imam Mahdi[a.s] from Punjab, and thus prepared his followers for his acceptance who readily accepted him.There were many whom God guided Himself by showing them the true dreams and visions. These early converts continued to convey the divine message to all and sundry. In the course of their vigorous preaching, they faced severe opposition and persecutions and some of them laid their lives for this divine cause.Thus, they were honored by martyrdom. The history of all these stalwarts and martyrs, is a great source of inspiration,not only for the posterity but also very useful for the enhancement of faith for all readers.